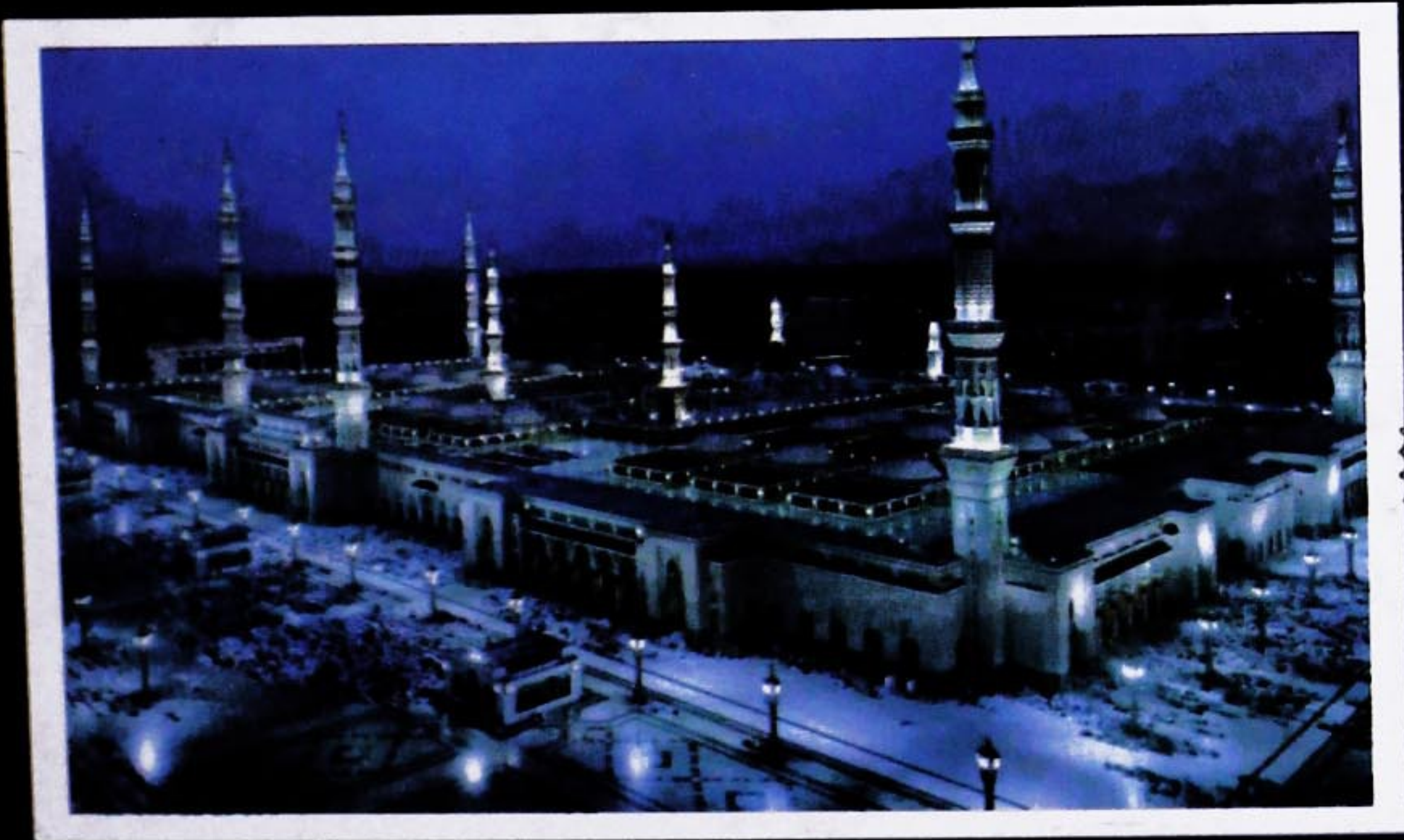


جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

رسولِ رحمت ﷺ

تلواروں کے سائے میں
(جلد پنجم)

حافظ محمد ادریس



ادارہ معارف اسلامی

ادارہ معارف اسلامی

یہ ادارہ، اسلامی علوم و معارف کی تحقیق و تصنیف اور اشاعت و ترویج کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد دور حاضر کے عظیم مفکر اور قائد تحریک اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جولائی ۱۹۶۳ء میں رکھی تھی اور اس کا پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔ بعد ازاں فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے لاہور کو اس کا دوسرا مستقر بنایا۔ اب کراچی اور لاہور میں ادارہ معارف اسلامی کے دونوں مراکز داخلی طور پر خود مختار انداز میں مقصدی اور آئینی طور پر ہم آہنگی سے حسب ذیل مقاصد کے لیے کوشاں ہیں:

□ - تحقیق اور علمی جستجو کے بعد اسلامی تعلیمات کو جدید ترین اسلوب اظہار کے ذریعے پیش کرنا اور تمدن، تاریخ، قانون، معیشت اور دوسرے دائروں میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل اسلام کی روشنی میں تلاش کرنا۔

□ - علمائے اسلام کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو، تشریح و توضیح اور اشاعت، اسی طرح قدیم علمی خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی ممکن بنانا۔

□ - عالم اسلام کے موجودہ مسائل اور مستقبل کے امکانات کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ فہم پیدا کرنے کے لیے مسلم ممالک کے بارے میں بالعموم اور پاکستان کے بارے میں بالخصوص تحقیقی کام کرنا۔

□ - اسلامی موضوعات پر دور حاضر کے مسلم علما کے نمایاں کارناموں کی دنیا کی اہم زبانوں بالخصوص اردو، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی میں تراجم اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

□ - عام پڑھے لکھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن، تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے مناسب طرز کی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

□ - تعلیم کو مثبت اسلامی آہنگ دینے اور اسلامی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک نئے نظام تعلیم کی راہ ہموار کرنے کے لیے مختلف مراحل کی نصابی اور امدادی کتب کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

رسول رحمت ﷺ

تکواروں کے سامنے ہیں

(جلد پنجم)

حافظ محمد ادریس

ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور

301420

DATA ENTERED

297-9921

2893

140031

(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب	:	رسول رحمت مملواریوں کے سائے میں (جلد پنجم)
تصنیف	:	حافظ محمد ادریس
مطبع	:	حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور
اشاعت اول	:	دسمبر 2015ء (1100)
صفحات	:	400
قیمت	:	365/- روپے

باہتمام

ادارہ معارف اسلامی منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ: 54790
فون: 4-35419520، 042-35252475-76، فیکس: 042-35252194
ای میل: imislami1979@gmail.com، ویب سائٹ: www.imislami.org

تقسیم کنندہ

مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور
فون: 4-35419520، 042-35252419

فہرست

۲۳	حضرت مولانا عبدالملک	□ تقدیم
۲۷	مولانا حافظ ساجد انور	□ حرفے چند
۳۱	حافظ محمد ادریس	□ عرض مصنف

باب اول: عام الوفود

دخول اسلام، فوج در فوج ۳۸

۳۸	✽ اسلام جزیرہ نما کی غالب قوت	۳۸	✽ حق کے وفد اہل باطل کی جانب!
۳۰	✽ سابقوں الاولوں کے درجات	۳۹	✽ قرآن کی بشارت
		۴۱	✽ وفود کا سال

وفد بنو خزیمہ ۴۲

۴۳	✽ ارکان وفد نامور صحابہؓ	۴۲	✽ اپنے گھر میں ہجرت کا ثواب
۴۴	✽ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابرکت کھجوریں	۴۳	✽ بت پرستی سے بت شکنی تک

وفد جہینہ ۴۷

۴۸	✽ اسلام کی انقلابی دعوت اور اس کے اثرات	۴۷	✽ دو خوش بخت مسافر
۴۹	✽ سعادت و خوش بختی	۴۸	✽ بد نصیب بوڑھا
		۴۹	✽ بت شکنی اور اظہارِ تشکر

وفد بلخیم (پنجم) ۵۱

۵۱	✽ جاہلی شان و شوکت	۵۱	✽ مدینہ حاضری
----	--------------------	----	---------------

صفحہ نمبر کی کمی

۱۸/۲۰/۱۱
حلیہ

❀ جامع نصیحت

۵۲

وفدِ بنی قیس ۵۳

۵۳	❀ الصَّدَقُ يُنَجِّي	۵۳	❀ ملاقات سے قبل محبتِ اسلام
۵۴	❀ جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق	۵۴	❀ مشکل منازل
		۵۴	❀ ایک دل چسپ مکالمہ

وفدِ بنو تمیم کی مدینہ آمد ۵۶

۵۶	❀ دولتِ کالا لُحی	۵۶	❀ عرب کے قبائل اور ان کی عادات
۵۸	❀ احکامِ قرآنی	۵۷	❀ ادبِ گاہ، نازک از عرش
۵۹	❀ قبائلی مفاخر	۵۹	❀ تمہیدی گفتگو
۶۱	❀ مہاجرین و انصار	۶۰	❀ خطیبِ اسلام کا خطاب
۶۳	❀ مدحِ خوانِ رسول	۶۲	❀ شاعر بنو تمیم کا پرزور کلام
۶۷	❀ اعترافِ حقیقت اور قبولِ اسلام	۶۵	❀ حضرت حسان بن ثابت کا پرتاثر کلام
۶۸	❀ بنو تمیم کے فضائل و مناقب کے بارے میں حدیث	۶۷	❀ عطیاتِ نبوی

وفدِ بنی عامر ۶۹

۷۰	❀ معجزہ نبوی	۶۹	❀ شیطانی ارادے
۷۱	❀ قبولِ اسلام غیر مشروط	۷۰	❀ عبرت ناک انجام
۷۲	❀ ذواللسانین	۷۱	❀ دھمکی اور اس کا جواب
۷۳	❀ ایک اور گستاخِ رسول کا انجام بد	۷۲	❀ بنو عامر کا خوش نصیب گھرانہ
		۷۳	❀ قرآن کا ایمان افروز اندازِ بیان

ضمائم بنو ثعلبہ، سفیرِ سعد بن بکر ۷۶

۷۶	❀ بے تکلف گفتگو	۷۶	❀ سعد بن بکر کا سفیر
۷۷	❀ کامیابِ داعیِ حق	۷۷	❀ قبولِ اسلام
		۷۸	❀ مسنون دعا

وفد اشعریین (۷۷ھ)..... ۷۹

۷۹	✽ قابل تعریف لوگ	۷۹	✽ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ
۸۱	✽ تمیم اور اشعر کا موازنہ	۸۰	✽ حقیقی محبت
		۸۱	✽ ایک توجیہ

وفد بنی کلب..... ۸۳

۸۳	✽ دوسرا وفد	۸۳	✽ ایمان و تصدیق کا شرف
		۸۳	✽ وثیقہ نبوی

وفد بنو زبید..... ۸۶

۸۶	✽ تکبر و نخوت	۸۶	✽ معقول تجویز
۸۸	✽ فتنہ ارتداد	۸۷	✽ پرتاثیر اشعار

جریر بن عبداللہ النخعی رضی اللہ عنہ..... ۹۰

۹۰	✽ قبول اسلام کا اعلان	۹۰	✽ آنحضور ﷺ کی طرف سے تحسین
۹۲	✽ بت شکنی	۹۱	✽ بیعت رسول

وفد حضرت موت..... ۹۳

۹۵	✽ وفد کی حضرت موت کو واپسی	۹۳	✽ محبت فاتح عالم
		۹۵	✽ ایک اشکال اور ہماری ناقص رائے

عبدالرحمن بن ابی عقیل کی آمد..... ۹۷

۹۷	✽ یوم حشر کی شفاعت	۹۷	✽ دل کا انقلاب
----	--------------------	----	----------------

بنو اسد..... ۱۰۱

۱۰۱	✽ بہترین ناقہ بطور ہدیہ	۱۰۱	✽ ہدایت، اللہ کا احسان ہے
۱۰۲	✽ نفع بخش تجارت	۱۰۲	✽ برکت کی دعا

وفدِ جذام ۱۰۴

- | | | | |
|-----|------------------------------------|-----|------------------------|
| ۱۰۴ | ✽ ایک عظیم سردار، قابلِ فخر مومن | ۱۰۴ | ✽ حزبِ اللہ |
| ۱۰۷ | ✽ استقامتِ مومنانہ اور قیصر کا خوف | ۱۰۵ | ✽ زنداں خانے میں اشعار |

بنی فزارہ کا وفد ۱۰۸

- | | | | |
|-----|--------------|-----|----------------|
| ۱۰۸ | ✽ دعائے رسول | ۱۰۸ | ✽ قحط کی شکایت |
|-----|--------------|-----|----------------|

وفدِ آزد ۱۱۰

- | | | | |
|-----|-------------------|-----|---|
| ۱۱۰ | ✽ جنگی حکمتِ عملی | ۱۱۰ | ✽ بندہٴ مومن کا اپنے بھائیوں کے لیے اکرام |
| ۱۱۱ | ✽ پانچ پانچ خصائل | ۱۱۱ | ✽ دعویٰ اور اس کی حقیقت |
| | | ۱۱۲ | ✽ حکما و علما |

وفدِ جرش ۱۱۳

- | | | | |
|-----|--|-----|--------------------|
| ۱۱۳ | ✽ لشکرِ اسلام کا حملہ اور قلعے کا محاصرہ | ۱۱۳ | ✽ قلعہ بند قبیلہ |
| ۱۱۵ | ✽ آنحضرت ﷺ کی تحریر | ۱۱۴ | ✽ اصل حقیقت کی خبر |

وفدِ عمان ۱۱۷

- | | | | |
|-----|-----------------|-----|-----------------|
| ۱۱۷ | ✽ دل چسپ مکالمہ | ۱۱۷ | ✽ احسان کا بدلہ |
|-----|-----------------|-----|-----------------|

وفدِ ہمدان ۱۱۹

- | | | | |
|-----|----------------------------|-----|---------------|
| ۱۱۹ | ✽ بنو ہمدان کا قبولِ اسلام | ۱۱۹ | ✽ دعوتی مشن |
| ۱۲۱ | ✽ نعتِ رسول | ۱۲۰ | ✽ تحسینِ نبوی |

وفدِ بنو کنده ۱۲۳

- | | | | |
|-----|---------------|-----|----------------------------------|
| ۱۲۳ | ✽ بہادر قبیلہ | ۱۲۳ | ✽ اسلامی تعلیمات پر سب کچھ قربان |
| | | ۱۲۴ | ✽ نشیب و فراز |

قبیلہ بنی مراد..... ۱۲۶		
۱۲۷	✽ تاریخی واقعہ	۱۲۶
		۱۲۷
		✽ حکیمانہ کلام
		✽ نورِ اسلام
 وفد بنی حنیفہ..... ۱۲۹		
۱۳۰	✽ جھوٹے کو جامع جواب	۱۲۹
۱۳۱	✽ سعید و شہید	۱۳۰
		۱۳۲
		✽ پر تکلف مہمان نوازی
		✽ مختصر، جامع کلام
		✽ رحال بن عقیقہ؟
 وفد بنی سلیم..... ۱۳۳		
۱۳۳	✽ کلام نبوی کا اعجاز	۱۳۳
		✽ سبقت کا اعزاز
 وفد بنو اشجج..... ۱۳۷		
۱۳۷	✽ صلح کی تلاش	۱۳۷
		۱۳۸
		✽ اسمِ باسٹی قبیلہ
		✽ تجدید معاہدہ اور قبولِ اسلام
 وفد بنی بابلہ..... ۱۳۹		
۱۳۹	✽ صابی نہیں مسلم	۱۳۹
۱۴۰	✽ انکار کے بعد اقرار	۱۳۹
		✽ وفد بنی بابلہ
		✽ حرام سے اجتناب
 وفد بنو ثعلبہ..... ۱۴۱		
		۱۴۱
		✽ چاندی کا ہدیہ
 وفد بنی کنانہ..... ۱۴۲		
۱۴۳	✽ اللہ والے	۱۴۲
		✽ شایستگی کا کمال
 وفد بنو بکر بن وائل..... ۱۴۴		
۱۴۴	✽ دربار رسالت میں حاضری ایک شرف	۱۴۴
		۱۴۵
		✽ خفاء
		✽ ہدیہ اور دعا

وفد بنی البرکاء..... ۱۳۶

۱۳۶	✽ سر پہ ہاتھ پھیرا	۱۳۶	✽ سو سالہ بزرگ
۱۳۷	✽ احکام اسلام	۱۳۷	✽ گونگے بہرے صحابی کا اکرام
		۱۳۷	✽ درمدح احمد مجتبیٰ

وفد دوس..... ۱۳۹

۱۳۹	✽ دانش مندانہ فیصلہ	۱۳۹	✽ شعرا و حکما
۱۵۰	✽ دعائے پیغمبری	۱۵۰	✽ کاشانہ نبوی پر حاضری
۱۵۲	✽ دو جلیل القدر صحابہ	۱۵۱	✽ داعی حق کی کامیاب کاوش
		۱۵۳	✽ ام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

وفد بنی عبس..... ۱۵۳

۱۵۳	✽ عظیم شرف	۱۵۳	✽ عشرتہ کاملہ
		۱۵۵	✽ ہجرت کا ثواب

وفد بنی جرم..... ۱۵۶

۱۵۶	✽ امام کا معیار	۱۵۶	✽ نماز باجماعت
		۱۵۷	✽ سعید روح

وفد رواں بن کلاب..... ۱۵۸

۱۵۸	✽ آنحضور ﷺ کی ناراضی	۱۵۸	✽ انتقام کی آگ
-----	----------------------	-----	----------------

وفد عقیل بن کعب..... ۱۶۰

۱۶۰	✽ دستاویز نبوی	۱۶۰	✽ جاہلی رسومات
-----	----------------	-----	----------------

وفد بنی کلاب..... ۱۶۲

۱۶۲	✽ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوست	۱۶۲	✽ تربیت یافتہ وفد
		۱۶۳	✽ سرکاری مہمان

وفد ہلال بن عامر..... ۱۶۵

۱۶۵	✽ مقروض کی مدد	۱۶۵	✽ عبد عوف سے عبد اللہ
۱۶۶	✽ نوجوان کا اکرام	۱۶۶	✽ ام المومنین کا بھانجا

وفد ربیعہ: عبد القیس..... ۱۶۸

۱۶۸	✽ جنت میں داخلے کا ذریعہ	۱۶۸	✽ یا مر حبا
۱۷۰	✽ حلم اور ذہانت	۱۶۹	✽ اہل مشرق کا جوہر
۱۷۱	✽ بیماری سے نجات	۱۷۰	✽ نجات کی ضمانت
۱۷۲	✽ انعام و اکرام	۱۷۱	✽ ایک سوال اور اس کا جواب
		۱۷۳	✽ وفد کی دو مرتبہ حاضری

وفد بنی النخع..... ۱۷۴

۱۷۴	✽ خوب صورت شورائی نظام	۱۷۴	✽ دو وفد
۱۷۵	✽ دو سعید بھائی	۱۷۵	✽ دو شہید بھائی
۱۷۶	✽ خوش حالی اور دنیا و آخرت	۱۷۶	✽ خواب اور تعبیر
۱۷۷	✽ وقت دعا ہے	۱۷۷	✽ خواب کی تعبیر اور آج کا منظر

وفد قبیلہ اسلم..... ۱۷۹

۱۷۹	✽ دعا کی درخواست	۱۷۹	✽ خوبی اور خالی
		۱۸۰	✽ باسعادت آمد باعزت رخصتی

وفد بنی عامر..... ۱۸۱

وفد سلمان..... ۱۸۳

۱۸۳	✽ مہمان نوازی	۱۸۳	✽ بارگاہ رسالت میں حاضری
۱۸۳	✽ انعامات و عطا	۱۸۳	✽ حصول تعلیم کا شوق

وفد بنی محارب ۱۸۵

۱۸۵	✽ معافی و تلافی	۱۸۵	✽ جان پہچان
۱۸۶	✽ خوش نصیب خزیمہ	۱۸۶	✽ تحائف کا تبادلہ

وفد بھخنی ۱۸۸

۱۸۹	✽ منزل پر پہنچ کر پھر محرومی	۱۸۸	✽ حلال و حرام
۱۸۹	✽ خوش بخت وفد	۱۸۹	✽ ملعونین
		۱۹۰	✽ وثیقہ نبوی

وفد بنی طے ۱۹۱

۱۹۱	✽ صاحب مناقب	۱۹۱	✽ زید الخلیل سے زید الخیر تک
۱۹۲	✽ جامع ترین جواب	۱۹۲	✽ خوب صورت سوال
۱۹۳	✽ دونوں جہاں کی سعادت	۱۹۳	✽ اجل مستی

وفد خولان ۱۹۵

۱۹۵	✽ بت کے بارے میں سوال	۱۹۵	✽ بت پرستی سے توحید تک
۱۹۶	✽ جامع تعلیمات	۱۹۶	✽ بت شکنی

وفد بنو تغلب ۱۹۷

۱۹۷	✽ عیسائیت کے ساتھ اسلامی ریاست کی اطاعت	۱۹۷	✽ قبولِ اسلام
		۱۹۸	✽ مبارک حویلی

وفد بنی شیبان ۱۹۹

۱۹۹	✽ مردِ صالح	۱۹۹	✽ غم کے پہاڑ اور روشنی کے مینار
۲۰۰	✽ خدمت نبویؐ میں حاضری	۲۰۰	✽ عورتوں کی نماز
۲۰۱	✽ بنو تمیم کی شکایت	۲۰۰	✽ دعائے رسولؐ اور نزولِ سکینت

۲۰۲	﴿﴾ حضرت حرمہؓ	۲۰۱	﴿﴾ خواتین کا اکرام
		۲۰۲	﴿﴾ مقامِ ملامت سے بچنا

باب دوم: حجۃ الوداع

حجۃ الوداع ۲۰۲

۲۰۳	﴿﴾ اکلوتاج	۲۰۳	﴿﴾ آنحضور ﷺ کے عمرے اور حج
۲۰۵	﴿﴾ مَا أَجْمَلَكَ وَمَا أَحْسَنَكَ	۲۰۵	﴿﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول
۲۰۶	﴿﴾ خلیل اللہ ﷺ کی سنت اور یاد	۲۰۶	﴿﴾ تلبیہ
۲۰۷	﴿﴾ راستے میں قیام و صلوٰۃ	۲۰۷	﴿﴾ حضرت جابر حضور ﷺ کے ہمراہ
		۲۰۸	﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

مکہ میں داخلہ اور مناسک ۲۰۹

۲۰۹	﴿﴾ قبولیتِ دعا	۲۰۹	﴿﴾ بیت اللہ میں ورودِ مسعود
۲۱۰	﴿﴾ اضطباغ اور رمل	۲۱۰	﴿﴾ طواف کی کیفیت
۲۱۱	﴿﴾ صفا پر دعا	۲۱۱	﴿﴾ زم زم اور صفا و مروہ
۲۱۲	﴿﴾ زم زم کا چشمہ	۲۱۲	﴿﴾ سعی
۲۱۳	﴿﴾ حضور ﷺ کا آبائی گھر	۲۱۳	﴿﴾ ایک اشکال کی وضاحت

قیام منیٰ اور وقوفِ عرفہ ۲۱۵

۲۱۵	﴿﴾ خطبہ
-----	---------

خطبہ: حجۃ الوداع ۲۱۷

۲۱۷	﴿﴾ ایک وضاحت	۲۱۷	﴿﴾ حضرت عمرو بن خارجه رضی اللہ عنہ کا اعزاز
۲۲۰	﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر کی جامع روایت	۲۱۸	﴿﴾ علامہ شبلی کی تحقیق
۲۲۱	﴿﴾ دین پر ثابِت قدمی کی تلقین	۲۲۰	﴿﴾ خالق و مخلوق سے گواہی

۲۲۱	✽ غلاموں کے حقوق	۲۲۱	✽ حرام مہینے
۲۲۲	✽ نسئی کی جاہلی رسم کا خاتمہ	۲۲۱	✽ سود کا خاتمہ اور خون کی حرمت
۲۲۳	✽ اخوتِ اسلامی	۲۲۳	✽ عورتوں کے حقوق
۲۲۵	✽ رسول اللہ ﷺ کی مزید تعلیمات	۲۲۴	✽ دوسرا خطبہ

مزدلفہ کو روانگی..... ۲۲۶

۲۲۶	✽ تہجد کے بغیر واحد شبِ حیات	۲۲۶	✽ عرفہ سے مزدلفہ
۲۲۷	✽ یوم النحر	۲۲۷	✽ ضعف کو سہولت
۲۲۸	✽ جامع دعا	۲۲۸	✽ رسالت مآب ﷺ اور قربانی کے جانور
۲۲۹	✽ حضرت عائشہؓ کی دل چسپ روایت	۲۲۸	✽ خانہ کعبہ کے اندر نمازِ نبویؐ
۲۳۰	✽ غلو سے اجتناب کا حکم	۲۲۹	✽ حضرت ابن عباسؓ کا رشک
۲۳۱	✽ تکمیلِ نعمتِ ربانی	۲۳۰	✽ طوافِ وداع اور شربِ زمزم
۲۳۲	✽ ایک التجا	۲۳۱	✽ مدینہ واپسی کا سفر

باب سوم: وصالِ النبی ﷺ

نبی اکرم ﷺ کا وصال..... ۲۳۴

۲۳۵	✽ مخلوق فانی، خالق باقی	۲۳۴	✽ قرآنی فلسفہ موت و حیات
۲۳۶	✽ الوداعی اشارات	۲۳۵	✽ انبیاء و رسل کا وصال
۲۳۷	✽ شہدائے احد کی قبروں پر دعا	۲۳۶	✽ اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دعائیں
۲۳۸	✽ صحابہؓ کی عیادت	۲۳۸	✽ حضرت میمونہؓ کی گھر میں اجتماع
۲۳۹	✽ انبیاء علیہم السلام کا ابتلا	۲۳۹	✽ گناہوں کا جھڑ جانا، درجات کی بلندی
۲۴۰	✽ خاتونِ جنت کی حاضری	۲۴۰	✽ شکر گزار بندہ!
۲۴۲	✽ شدتِ الم	۲۴۱	✽ لختِ جگر سے سرگوشی

۲۴۳	✽ آخری لمحات کا تذکرہ	۲۴۲	✽ مسنون دعائیں
۲۴۴	✽ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۲۴۳	✽ مسواک سنت رسول
۲۴۵	✽ غسل اور تکفین و تدفین	۲۴۴	✽ یارِ غار کی آمد
۲۴۷	✽ وصال سے تدفین تک کا وقفہ	۲۴۵	✽ آنحضور ﷺ کا جنازہ
۲۴۹	✽ روزہ اطہر کے مکین!	۲۴۸	✽ قبر مبارک کا تعین
۲۵۰	✽ اذانِ بلائی	۲۴۹	✽ لحد مبارک میں اترنے کا اعزاز
۲۵۰	✽ خلیفہ اول کا مقام	۲۵۰	✽ خلافت علی منہاج النبوة
		۲۵۱	✽ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت..... ۲۵۲

۲۵۲	✽ نازک گھڑی میں اہم فیصلہ	۲۵۲	✽ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور قریش کا مرتبہ
۲۵۳	✽ سقیفہ بنو ساعدہ میں خطابات	۲۵۳	✽ اجتماعیت کا اظہار
۲۵۵	✽ عظمتِ صدیق رضی اللہ عنہ	۲۵۴	✽ خلیفہ اول کا پہلا خطاب

آنحضور ﷺ اور دولتِ دنیا..... ۲۵۶

۲۵۶	✽ دولت دنیا سے بے نیازی	۲۵۶	✽ آنحضور ﷺ کا ترکہ
۲۵۷	✽ دنیا مسافر خانہ ہے	۲۵۷	✽ دنیا کے بادشاہ اور شاہِ دو جہاں
۲۵۸	✽ مساکین کا بلند مرتبہ	۲۵۸	✽ سونے سے بے رغبتی

انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث..... ۲۵۹

۲۵۹	✽ خلیفہ رسول کا فیصلہ	۲۵۹	✽ میراث نہیں، نان و نفقہ!
		۲۶۰	✽ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعال

نبی اکرم ﷺ کی ازدواجِ مطہرات..... ۲۶۲

۲۶۱	✽ اہل البیت	۲۶۱	✽ امہات المؤمنین
۲۶۳	✽ حضرت خدیجہ سے اولادِ نبی	۲۶۲	✽ ہماری عظیم مائیں!

۲۶۳	✽ بناتِ انبیؑ
۲۶۳	✽ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا
۲۶۳	✽ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۲۶۳	✽ حضرت خدیجہ بنت ابی لہب کی یادگار خدمات
۲۶۵	✽ دیگر ازواجِ مطہرات

نبی اکرم ﷺ کے غلام..... ۲۶۶

۲۶۶	۱- زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۲۶۶	✽ غلامی رسول ہر امتی کا اعزاز!
۲۶۷	۲- حضرت اسلم رضی اللہ عنہ	۲۶۷	۲- حضرت اسلم رضی اللہ عنہ
۲۶۸	۳- انسہ بن بادہ ابو مسرح رضی اللہ عنہ	۲۶۸	۳- حضرت ایمن بن عبید بن زید الحسبشی رضی اللہ عنہ
۲۶۸	۴- بازام رضی اللہ عنہ	۲۶۸	۴- حضرت ایمن بن عبید بن زید الحسبشی رضی اللہ عنہ
۲۶۹	۵- حضرت حنین رضی اللہ عنہ	۲۶۹	۶- ثوبان بن بجد رضی اللہ عنہ
۲۶۹	۶- حضرت رافع یا بورافع رضی اللہ عنہ	۲۶۹	۸- حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ
۲۷۰	۷- حضرت رافع رضی اللہ عنہ	۲۷۰	۱۰- حضرت رباح الاسود رضی اللہ عنہ
۲۷۱	۸- حضرت سفینہ ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ	۲۷۱	۱۲- حضرت زید ابویسار رضی اللہ عنہ
۲۷۱	۹- حضرت شقران حبشی رضی اللہ عنہ	۲۷۲	۱۳- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۲۷۲	۱۰- حضرت طہمان رضی اللہ عنہ	۲۷۲	۱۳- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۲۷۳	۱۱- حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ	۲۷۳	۱۶- حضرت ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری رضی اللہ عنہ
۲۷۳	۱۲- حضرت کرکرہ رضی اللہ عنہ	۲۷۳	۱۸- حضرت عبید رضی اللہ عنہ
۲۷۵	۱۳- مایورا لقبطی الخصى	۲۷۵	۲۰- حضرت قفیز رضی اللہ عنہ
۲۷۶	۱۴- حضرت مہران رضی اللہ عنہ	۲۷۶	۲۲- حضرت کیسان رضی اللہ عنہ
۲۷۶	۱۵- حضرت نفع رضی اللہ عنہ	۲۷۶	۲۳- مدغم
۲۷۷	۱۶- حضرت ہرمز ابو کیسان رضی اللہ عنہ	۲۷۷	۲۶- حضرت نافع رضی اللہ عنہ
۲۷۸	۱۷- حضرت ابو الجراء رضی اللہ عنہ	۲۷۸	۲۸- حضرت واقد یا ابو واقد رضی اللہ عنہ
۲۷۹	۱۸- حضرت ابو سلمیٰ رضی اللہ عنہ	۲۷۹	۳۰- حضرت ہشام رضی اللہ عنہ
۲۷۹	۱۹- حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ	۲۷۹	۳۲- حضرت یسار رضی اللہ عنہ
۲۸۰	۲۰- حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ	۲۸۰	۳۳- حضرت ابو ضمیرہ رضی اللہ عنہ
		۲۸۰	۳۶- حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ
		۲۸۰	۳۸- حضرت ابو مویہ بہ رضی اللہ عنہ

آنحضرت کے صحابہ کرام کے خدام ۲۸۱

۲۸۱	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۸۱	حضرت اسلم بن شریک بن عوف الاعرجی رضی اللہ عنہ
۲۸۲	حضرت اسماء بن حارثہ بن سعید رضی اللہ عنہ	۲۸۲	حضرت بلال بن رباح الحبشی رضی اللہ عنہ
۲۸۲	حضرت بکیر بن الشداخ اللبیشی رضی اللہ عنہ	۲۸۳	حضرت حبیب، سواء ابنائے خالد رضی اللہ عنہما
۲۸۳	حضرت ذومخر رضی اللہ عنہ	۲۸۳	حضرت ربیعہ بن کعب السلمی رضی اللہ عنہ
۲۸۳	حضرت سعد رضی اللہ عنہ	۲۸۳	حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
۲۸۳	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۲۸۵	حضرت عقبہ بن عامر الجبلی رضی اللہ عنہ
۲۸۵	حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ	۲۸۶	حضرت مغیرہ بن شعبہ الثقفی رضی اللہ عنہ
۲۸۶	حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ	۲۸۷	حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ (غلام ام سلمہ)
۲۸۷	حضرت ابوسح رضی اللہ عنہ		

کاتبین وحی ۲۸۸

۲۸۸	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	۲۸۸	حضرت عبداللہ بن عثمان، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۸۹	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۲۸۹	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۲۹۰	حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ	۲۸۹	حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
۲۹۱	حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ	۲۹۰	حضرت ابی بن کعب بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۹۱	حضرت حنظلہ بن الربیع رضی اللہ عنہ	۲۹۱	حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۹۲	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	۲۹۱	حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ
۲۹۳	حضرت السجل رضی اللہ عنہ	۲۹۳	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۲۹۳	حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	۲۹۳	حضرت سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ
۲۹۵	حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ	۲۹۳	حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ
۲۹۶	حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ	۲۹۵	حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ
۲۹۶	حضرت محمد بن مسلمہ بن جریس رضی اللہ عنہ	۲۹۶	حضرت العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ
۲۹۷	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۲۹۷	حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

حضور ﷺ کے اُمناء..... ۲۹۸

۲۹۸	✽ قابل رشک اعزاز	۲۹۸	✽ ۱۔ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
۲۹۹	✽ ۲۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ	۲۹۹	✽ عشرہ مبشرہ کا خوب صورت موتی
۳۰۰	✽ ۳۔ معقیب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ	۳۰۰	✽ خلافت کا فیصلہ، اہم ذمہ داری
۳۰۱	✽ انگوٹھی کی گم شدگی	۳۰۰	✽ خاتم بردار
۳۰۱	✽ جامع دعا	۳۰۱	✽ ناظم مالیات

باب چہارم: لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما..... ۳۰۴

۳۰۴	✽ سپہ سالار کے بارے میں تحفظات	۳۰۴	✽ آنحضور ﷺ کا تیار کردہ آخری لشکر
۳۰۵	✽ علم بردار	۳۰۵	✽ حضرت اسامہ اور ان کے والد کی فضیلت
۳۰۶	✽ وصال کی اطلاع	۳۰۵	✽ حضور پاک ﷺ سے آخری ملاقات
۳۰۷	✽ اسلامی آداب	۳۰۶	✽ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مقام بلند
۳۰۸	✽ جرأت و استقامت صدیقی	۳۰۷	✽ موت کی یادیں
۳۰۹	✽ حکیمانہ تدابیر سے استفادہ	۳۰۸	✽ تاریخی خطاب
۳۱۰	✽ حضرت عمر کی گواہی اور حضرت ابو ہریرہ کا قول	۳۰۹	✽ برادرانہ سرزنش
۳۱۱	✽ لشکر اسلام میدان جنگ میں	۳۱۱	✽ اعصاب کی مضبوطی

لشکر اسامہ کی کامیاب واپسی..... ۳۱۳

۳۱۳	✽ لشکر اسامہ کی مدینہ آمد	۳۱۳	✽ فتح کی نوید
۳۱۴	✽ متعصب مستشرقین	۳۱۴	✽ لشکر اسامہ کا استقبال
۳۱۵	✽ مرعوبیت کا مرض	۳۱۵	✽ ملمع کاری اور حقیقت
۳۱۶	✽ سنت نبوی کا اتباع	۳۱۵	✽ عظمت صحابہ

باب پنجم: مرتدین اور مانعین زکوٰۃ

مرتدین کے خلاف جہاد..... ۳۱۸

۳۱۸	✽ اہل ایمان کی نصرت	۳۱۸	✽ فتنہ ارتداد
۳۲۰	✽ حفاظتی تدابیر	۳۱۹	✽ قائد الحسنین
۳۲۱	✽ عظیم فتح	۳۲۱	✽ خلیفہ رسول کی پیش قدمی
۳۲۲	✽ گیارہ جنگی دستے	۳۲۱	✽ شکست خوردہ مرتدین کی خباثت
		۳۲۲	✽ کمانڈروں کے نام اور ذمہ داریاں

تحریری حکم نامے..... ۳۲۴

۳۲۶	✽ دوسرا حکم تحریری حکم نامہ بنام مرتدین و باغیان	۳۲۴	✽ سپہ سالاروں کو ہدایات
۳۲۷	✽ الْحَيُّ الْقَيُّومُ خالق کائنات	۳۲۶	✽ تکمیل رسالت
۳۲۸	✽ پیش کش اور تنبیہ	۳۲۸	✽ روشنی سے اندھیروں کی طرف

ام زہل کی بغاوت اور اس کا انجام..... ۳۳۰

۳۳۰	✽ شہدائے وادی القرئی	۳۳۰	✽ خوب صورتی فتنہ بن گئی
۳۳۱	✽ نمک حرامی کا انجام	۳۳۱	✽ شہدا کا بدلہ
۳۳۳	✽ فتنے کا خاتمہ	۳۳۲	✽ حضرت خالد بن ولیدؓ کا حملہ

بنو تمیم کا خروج..... ۳۳۴

۳۳۴	✽ حقیقی ایمان	۳۳۴	✽ باوسائل قبیلہ
۳۳۵	✽ مدعیہ نبوت	۳۳۵	✽ بغاوت
۳۳۶	✽ مالک بن نویرہ کی جنگی چال	۳۳۶	✽ حضرت خالد بن ولیدؓ کا عزم جہاد
۳۳۷	✽ مالک بن نویرہ کی گرفتاری اور قتل	۳۳۷	✽ خلیفہ رسول کی ہدایات
۳۳۹	✽ حضرت تمیم بن نویرہ: ایک بھائی صحابی رسول اور دوسرا مرتد	۳۳۸	✽ مالک بن نویرہ کی بیوہ سے حضرت خالدؓ کا نکاح
۳۴۰	✽ کلام دردناک و اثر انگیز	۳۳۹	✽ فطری صدمہ

۳۴۲ | ۳۴۱ | * دو عظیم بھائی

* اطمینان بخش تعزیت

مرتدین بحرین کا انجام ۳۴۳

۳۴۳ | ۳۴۳ | * منذر بن ساوی کا قبولِ اسلام

۳۴۴ | ۳۴۴ | * قبیلہ عبد القیس کی سعادت

۳۴۵ | ۳۴۵ | * مصائب میں ثابت قدمی

۳۴۶ | ۳۴۶ | * عظیم الشان فتح

۳۴۷ | ۳۴۷ | * اسلام کا معجزہ

۳۴۸ | ۳۴۸ | * خوش خبری کا پیغام دربارِ خلافت میں

مرتدین مہرہ کا انجام ۳۵۰

۳۵۰ | ۳۵۰ | * دشمن میں پھوٹ اور اس کا حکیمانہ استعمال

۳۵۱ | ۳۵۱ | * خمس اور اس کے نگران

۳۵۲ | ۳۵۲ | * اعتراف

بنو قضاہ کا معاملہ ۳۵۳

۳۵۳ | ۳۵۳ | * عقل مند اور بہادر کمانڈر

۳۵۴ | ۳۵۴ | * خوش قسمت قبیلہ

۳۵۵ | ۳۵۵ | * مرتدین یمن کی سرکوبی ۳۵۵

۳۵۶ | ۳۵۶ | * حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ مردِ مومن!

۳۵۷ | ۳۵۷ | * خلیفہ رسول کی سرزنش

حضرت موت اور کندہ کے مرتدین ۳۵۸

۳۵۸ | ۳۵۸ | * حضرت موت اور کندہ کے مرتدین

۳۵۹ | ۳۵۹ | * عورتوں کی آہ و بکا

۳۶۰ | ۳۶۰ | * قلعہ نجیر کا محاصرہ

۳۶۲ | ۳۶۲ | * اشعث کی مدینہ روانگی

۳۶۳ | ۳۶۳ | * عزت کی بحالی

باب ششم: جھوٹے مدعیانِ نبوت

جھوٹے مدعیان اور عقیدہ ختم نبوت..... ۳۶۶

طلیحہ بن خویلد..... ۳۶۸

۳۶۹	✽ طلیحہ کے خلاف پیش قدمی	۳۶۸	✽ طلیحہ کا دعوائے نبوت
۳۷۰	✽ بنی طے کا اظہارِ معذرت	۳۷۰	✽ مسلمانوں میں اضطراب
۳۷۲	✽ طلیحہ کا دوبارہ قبولِ اسلام	۳۷۱	✽ آغازِ جنگ اور فرارِ طلیحہ

الاسود العنسی..... ۳۷۴

۳۷۴	✽ بد صورت مدعی نبوت	۳۷۴	✽ اوڑھنی والا اور گدھے والا
۳۷۵	✽ سعید باپ کا سعادت مند بیٹا	۳۷۵	✽ حضرت باذانؓ
۳۷۷	✽ کفر کا منہ زور طوفان	۳۷۵	✽ صحابہؓ کی ذمہ داریاں

سجاح بنت حارث..... ۳۸۱

۳۸۱	✽ سجاح کی عبرت ناک شکست	۳۸۱	✽ جھوٹی مدعیہ نبوت
۳۸۲	✽ سجاح اور مسیلمہ کا نکاحِ قبیح	۳۸۲	✽ بیہودہ کلام
		۳۸۳	✽ خاتمہ بالخیر

مسیلمہ کذاب..... ۳۸۴

۳۸۴	✽ مکر و فریب کا جال	۳۸۴	✽ آنحضرت ﷺ کے نام مسیلمہ کذاب کا خط
۳۸۶	✽ عجلت میں حملہ	۳۸۵	✽ بدترین ظلم اور استقامتِ ایمانی
۳۸۷	✽ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان	۳۸۶	✽ نئی جنگی حکمتِ عملی

جنگِ یمامہ..... ۳۸۸

۳۸۸	✽ جنت پکارتی ہے	۳۸۸	✽ تاریخی معرکہ
۳۹۰	✽ سعادت کی زندگی شہادت کی موت	۳۸۹	✽ کفنِ پوش مجاہد

۳۹۱	✽ حدیقتہ الشیطان ✽	۳۹۰	✽ عصبیت جاہلیہ ✽
۳۹۳	✽ بے سرو پا کلام ✽	۳۹۲	✽ مسیلمہ کذاب کا انجام ✽
۳۹۳	✽ خلیفہ رسول کا جامع تبصرہ ✽	۳۹۳	✽ اعجاز قرآنی اور ہدیان شیطانی ✽

جھوٹا مدعی نبوت ذوالتاج..... ۳۹۶

۳۹۶	✽ خود ساختہ تاجدار ✽	۳۹۶	✽ جھوٹا مدعی نبوت ذوالتاج ✽
۳۹۷	✽ لشکر اسلام کی تشکیل اور معرکہ ✽	۳۹۶	✽ عیسائیت، مجوسیت سے اسلام کی جانب ✽
۳۹۷	✽ غیبی مدد ✽	۳۹۷	✽ جنگی ترتیب ✽
		۳۹۸	✽ مرد میدان اور صاحب علم و عرفان ✽

قصیدہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ..... ۳۹۸



تقدیم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فَدَيْنَاهُ بِأَبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا) اپنی ذات و صفات اور محاسن و کمالات میں ایسے بلند ترین مقام پر فائز ہیں کہ اس تک کسی نبی و رسول اور کسی فرشتے کی رسائی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ آپ کی نبوت و رسالت کا مظہر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہیں تو عبد اللہ بن سلام آپ کے منور چہرے کو دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے کہا یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔

ازدشنوہ کے حضرت ضامد آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خطاب کے آغاز میں اللہ کی حمد و ثنا پیش کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: ان الحمد لله نحمدہ ونستعينه من يهد الله فلا مضل له ومن يضل فلا هادي له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله، اما بعد! ان کلمات کا پڑھنا تھا کہ حضرت ضامد کہتے ہیں میں نے کہا: اَعِدْ كَلِمَاتِكَ هَيُولَاءِ عَلَيَّ فَاَعَادَهُنَّ عَلَيَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مرات۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضامد کے کہنے پر یہ کلمات ان کے سامنے تین مرتبہ دہرائے تو وہ پکاراٹھے کہ یہ کلمات تو سمندر کی گہرائی تک پہنچے ہوئے ہیں اور میں نے اس طرح کے عظیم کلمات اس سے پہلے نہیں سنے اور عرض کیا کہ آپ اپنا ہاتھ مبارک بڑھائیے میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے بیعت کر لی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (مسلم شریف، ج ۲، ح ۸۶۸)

جب عمان کے بادشاہ کو آپ کے اخلاق حسنہ کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ جس بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں جس برائی

سے روکتے ہیں اس کے خود بھی تارک ہوتے ہیں، مخالفین پر غلبہ پاتے ہیں تو تکبر میں نہیں آتے، کبھی مغلوب ہو جاتے ہیں تو بے چین نہیں ہوتے، وعدہ پورا کرتے ہیں، جس چیز کا وعدہ کرتے ہیں، وہ فوراً ادا کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ (نور الیقین فی

سیرۃ سید المرسلین، للشیخ محمد الخضری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بے شمار معجزات ظاہر ہوئے۔ آپ کے معجزات تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہیں اور آپ کی نبوت و رسالت کے دلائل و براہین اظہر من الشمس ہیں۔ سب سے بڑی برہان قرآن پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، تعلیم و تربیت اور قتال و جہاد کی تحریک نمایاں ترین مقام کی حامل ہے۔ ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں اس دعوت کا غالب ہو جانا سرزمین عرب کو اسلام کے لیے مسخر کر لینا اور پھر باقی دنیا کو مسخر کرتے چلے جانا ہر سوچنے سمجھنے والے آدمی کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ دین اسلام کی حقانیت کا قائل ہو جائے۔ دنیا اس طرح کے غلبے کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۚ وَ رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۚ

(النصر ۱۱۰: ۱-۲) کا منظر تو دنیا نے اسی دین میں فوج در فوج داخل ہونے والوں کی صورت میں دیکھا تھا اور آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے۔ اس دور سعید میں دنیا کی دو سو پر طاقتیں روم و فارس مٹ گئیں صدیوں سے قائم قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیے گئے اور امت مسلمہ دنیا میں ایک نئی سو پر پاور کی حیثیت سے سامنے آئی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ یہی پیغام دیا کہ اصل سپر طاقت اللہ رب العزت ہے اور اس پر ایمان لانے والے اس کی نصرت سے ہمیشہ سر بلند اور صاحب عزت ہوتے ہیں۔ وَ لِلَّهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُولِهِ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ لَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (المنافقون ۶۳: ۸) حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔

آپ کے مغازی میں سے ایک ایک غزوہ اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے ہر ایک وفد کی کہانی ایمان افروز اور عبرت انگیز ہے۔ ان کے مطالعے اور تفصیلات سے آگاہی ایمان میں اضافہ، عمل میں قوت اور دعوت دین کے جذبے کو جلا بخشتی ہے۔ ہمارا یہ تاریخی ورثہ ایک ایسا سرمایہ ہے جس کی قدر و قیمت پہچان لینے کے نتیجے میں ہم آج بھی اِدبار و ذلت اور ہزیمت و مایوسی سے نکل کر اپنے اسلاف کی شوکتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ حافظ صاحب اپنے خطابات میں بھی کہتے ہیں کہ حدیثِ پاک اور سیرتِ نبوی کا مطالعہ کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے گویا ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور آپ کے کلامِ معجز بیان کو اپنے کانوں سے سن رہے ہیں۔ ان کی یہ بات حقیقت پر مبنی ہے۔ رسولِ رحمتِ تلواروں کے سائے میں کا مطالعہ کرتے ہوئے بھی قارئین پر یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

محترم جناب حافظ محمد ادریس صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ کے موضوع پر اتھارٹی کی حیثیت حاصل ہے۔ خصوصاً مغازی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی باب سے تو انھوں نے زندگی کے شعوری دور سے لے کر آج تک نور حاصل کیا ہے اور پھر اسے اپنی تحریر و تقریر سے آگے پھیلا یا ہے۔ انھوں نے اس موضوع پر رسولِ رحمتِ تلواروں کے سائے میں کے عنوان سے پانچ جلدوں میں سیرت کا سلسلہ ۱۹۹۰ سے لے کر ۲۰۱۵ تک پچیس سال کے طویل عرصے میں مکمل کیا ہے۔ چار جلدیں شائع ہو کر معاشرے کو فیض پہنچا رہی ہیں اور اب پانچویں جلد بھی جلد ہی طبع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

ان گراں قدر جلدوں میں مصنف محترم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور مغازی کے سمندر سے گہرائی اور گیرائی کے ساتھ غوطہ زنی کر کے نادر اور قیمتی ہیرے چنے ہیں اور انھیں نہایت عمدہ ترتیب دے کر ان سے قیمتی نصائح اور عبرت آموز نتائج اخذ کیے ہیں۔ عربی میں تو مغازی پر بہت تفصیل ملتی ہے، مثلاً محمد بن اسحاق، ابن سعد، واقدی، علامہ ابن کثیر، امام طبری،

ابن الاثیر الجزری، مورخ عسقلانی، حافظ ابن القیم اور دیگر قدیم مصنفین نے بہت شرح و بسط کے ساتھ اس موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ البتہ اردو میں مغازی و جہاد پر اتنی تفصیل شاید ہی کسی مصنف نے پہلے لکھی ہو۔

خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہونے والے وفود کا تذکرہ بھی بڑا دل چسپ اور ایمان افروز ہے۔ ملاحظہ ہو، وفد مزینہ کا حال، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابرکت کھجوریں، وفد بلجیم کے حالات میں بد نصیب بوڑھے کا عبرت انگیز حال، وفد بنی قیس کے ذیل میں الصّدق یُنجیٰ کا عجیب و غریب واقعہ۔ اسی طرح کے واقعات سے وفود کا تذکرہ مزین ہے۔ حجۃ الوداع کا خطبہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں مدعیان نبوت کا ظہور، پھر بعض کا آپ کی زندگی میں اور بعض کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں استیصال۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لشکر کی تفصیلات میں سے ہر ایک موضوع اپنے انداز میں اعجازی شان کا حامل ہے۔

ان شاء اللہ پانچویں جلد غلبہٴ اسلام کی جدوجہد میں مینارہٴ نور ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف جلیل کی ان خدمات کو اپنی جناب میں قبولیت سے نوازے۔ آمین

(مولانا) عبدالملک

تاریخ: ۲۸ اگست ۲۰۱۵

شیخ القرآن والحديث، جامعہ منصورہ



حرفے چند

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع اپنے اندر انتہائی جامعیت رکھتا ہے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت اور وابستگی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر جتنا کچھ بھی لکھا گیا ہے سب کی اپنی جگہ اہمیت مسلم ہونے کے باوجود تشنگی کا احساس باقی رہتا ہے اور تاقیامت باقی رہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اس موضوع کا مرکز و محور ہے۔ مختلف حوالوں سے اور مختلف جہتوں سے اس پر کام کیا گیا ہے۔ ہر حوالے سے اس پر کام کرنے والے ہمیشہ تازہ اور معطر رہیں گے، کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مصداق ہیں۔

سیرت کے موضوع پر ابتدائی ادوار میں الگ تصانیف کا رواج نہ تھا، بلکہ حدیث کے ضمن میں آپ کی حیات طیبہ، مغازی و جہاد اور دیگر متعلقہ موضوعات ذکر کیے جاتے تھے۔ اس موضوع پر جب کام کا آغاز ہوا تو خشیت اول کے طور پر مغازی کو الگ ذکر کیا گیا اور اس حوالے سے محمد بن اسحاق بن یسار کا نام سرفہرست دکھائی دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل الگ سے ذکر کیے گئے۔ سیرت کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے اور ان کی حکمتوں کو واضح کرنے کی طرف زیادہ توجہ دی جانے لگی جب مستشرقین نے قرآن اور حدیث کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بھی نشانہ تنقید بلکہ تحقیر بنا لیا۔ اس موضوع پر مستشرقین نے انگریزی لٹریچر میں بہت کچھ لکھا۔ نتیجتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کے مختلف گوشوں کو سیرت نگاروں نے احسن انداز میں بیان کیا۔

محترم حافظ محمد ادریس صاحب بزرگان دین میں سے ہیں۔ ان کی شخصیت علمی حوالوں سے تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ یوں تو محترم حافظ صاحب مدظلہ العالی کی مختلف کتب منصفہ شہود پر آچکی

ہیں اور قارئین سے دادِ تحسین پا چکی ہیں لیکن جو اہمیت اور مقام رسولِ رحمتِ تلواروں کے سائے میں کو ملا وہ بہت نمایاں ہے۔ حافظ صاحب محترم نے بھی سیرت لکھتے وقت عسکری جدوجہد کے پہلو سے سیرت لکھنے کا آغاز کیا اور اب پانچویں جلد کی صورت میں بحمد اللہ مدنی دور کا اختتام ہو رہا ہے۔

زیر نظر کتاب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں وفود کی آمد، حجۃ الوداع، وصال النبیؐ، ازواجِ مطہرات، غلاموں اور خادموں کا ذکر، کاتبین وحی، مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ پانچ جلدوں میں سیرت النبیؐ کا یہ مجموعہ بلاشبہ ایک خوب صورت گلدستہ ہے اور علمی دنیا کے لیے حوالوں سے مزین ایک علمی دستاویز ہے۔ میرے دل سے محترم حافظ صاحب کے لیے دعائیں نکلتی ہیں کہ رب کریم اس کتاب کو ان کے لیے توشہٴ آخرت بنا دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنا دے، کیونکہ حقیقی کامیابی یہی ہے۔

سیرت کے مختلف پہلوؤں پر آج بھی مزید توجہ دینے اور لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ عصر حاضر کے عظیم مفسر، مفکر اور مجدد سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ ایک مصنف و محقق کے طور پر بھی بے مثال ہے۔ انھوں نے جہاں فکری کام کیا وہیں عملی دنیا میں ایک عظیم اسلامی تحریک کی تنظیم و ترتیب اور تربیت و تزکیہ کا عظیم فریضہ بھی سرانجام دیا۔ اس کے ساتھ باطل قوتوں کی چیرہ دستیوں اور جابر حکمرانوں کے مظالم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس لحاظ سے اپنے معاصر کے درمیان ان کی شخصیت کی جامعیت نہایت ممتاز مقام کی حامل ہے۔ اس کے باوجود میرا احساس ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کو سیرت کے موضوع پر براہِ راست کام کرنے کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔

ہر منصف مزاج صاحبِ علم اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اپنے وقت کے فتنوں کا بہترین مقابلہ سید مودودی رحمہ اللہ ہی نے کیا اور تہذیبی حوالوں سے بہت نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ مغربی اور مشرقی تمام فتنوں کی یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس قلمی جہاد میں سب کو مات کر دیا۔ ان کی کتاب پردہ ہو یا اسلام اور ضبطِ ولادت، مسئلہ قومیت پر ان کی تحریریں ہوں یا

قادیانیت اور فتنہ انکار حدیث کے رد میں عقیدہ ختم نبوت، مسئلہ قادیانیت اور سنت کی آئینی حیثیت کو دیکھیں، تفہیمات اور تنقیحات کے مضامین پر نظر ڈالیں یا ان کی تحریر انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل کا مطالعہ کریں، دل گواہی دیتا ہے کہ انھوں نے قلمی جہاد کا حق ادا کیا ہے۔

اسی طرح تفہیم القرآن ان کی شاہکار تفسیر ہے۔ لیکن سیرت کی طرف مولانا کا حلقہ توجہ نہ دے سکے اگرچہ ان کی نصف صدی پر محیط تحریروں میں سیرت پر منتشر اور بکھرا کام ضرور موجود ہے۔ آپ کی سیرت سے متعلق یہ تحریریں سیرت سرور عالم کے نام سے مرتب تو ضرور ہوئی ہیں جو بہت معلومات افزا ہیں لیکن اگر مولانا خود اس موضوع پر تصنیف کا کام کرتے تو وہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ وقیع اور موثر ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سید مودودی سیرت کی روشنی میں نظام اجتماعیت، نظام سیاست اور آپ کا اسلوب حکمرانی زیادہ تفصیل سے یکجا بیان نہ کر پائے۔ یہ اہم کام سید مودودی کے پیش نظر تھا لیکن زندگی نے وفانہ کی۔ اسی طرح سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بھی ارادہ کیا تھا کہ سیرت النبی کی ایک جلد عہد نبوی کے نظام حکومت اور نظام ریاست پر مرتب کریں گے لیکن انھیں بھی مہلت عمل نہ مل سکی۔

آج مستشرقین کی سیرت کے مطالعہ کے حوالے سے سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں آپ کو ایک مصلح اور مظلوم قائد کے طور پر ضرور پیش کرتے ہیں لیکن مدنی زندگی کا ذکر کرتے ہی انھیں معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آ مر اور ڈکٹیٹر دکھائی دیتی ہے۔ لہذا جب تک مکی و مدنی زندگی کا مربوط تصور اور آپ کی آفاقی دعوت اور کامل نظام حیات واضح نہ ہو تو بہت سے اشکالات جنم لیتے رہیں گے۔ عہد حاضر میں اس موضوع پر گراں قدر کام ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم آف پیرس نے کیا ہے۔ ان کی دو کتب عہد نبوی میں نظام حکمرانی اور رسول اکرم کی سیاسی زندگی نمایاں اہمیت کی حامل ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی نے بھی سیاسیات سیرت کو موضوع بنایا ہے۔ اس کے علاوہ عربی کتب میں عبدالحی الکتانی کی الترتیب الاداریہ بھی نمایاں مقام رکھتی ہے۔

محترم حافظ محمد ادریس صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ وہ مکی زندگی پر ایک ہی جلد میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم حافظ صاحب کو اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میرا یہ احساس ہے کہ سیرت کے ادارتی پہلو اور اجتماعی نظام یا نظام سیاست میں سیرت کی رہنمائی کے ذریعے اصولوں پر مبنی ایک جامع کتاب بھی وقت کی ضرورت ہے اور محترم حافظ صاحب اس اہم کام کو احسن انداز میں سرانجام دے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین متین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

اللهم ارزقنا توحيد الكلمة كما رزقتنا كلمة التوحيد. واخر دعونا ان

الحمد لله رب العالمين۔

تاریخ: ۱۴ ستمبر ۲۰۱۵

العبد الافقر الى الله الاكبر

حافظ ساجد انور

نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان



عرضِ مصنف

ادبِ گاہستِ زیرِ آسمان از عرشِ نازک تر
نفسِ گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سیرتِ النبیؐ کا موضوع بہت وسیع اور انتہائی ایمان افروز ہے۔ اس کے ساتھ یہ احساس بھی ہمیشہ دل میں موجزن رہا کہ اس میدان میں اترنے کے تقاضے بڑے شدید اور آداب بڑے نازک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گھر میں جو ماحول ملا وہ دینی اور علمی تھا۔ سیرتِ النبیؐ اور سیرتِ صحابہؓ و صحابیاتؓ کے واقعات بچپن ہی سے سننے کا موقع ملتا رہا۔ یہ میرے انتہائی پسندیدہ موضوعات تھے۔ ان کی کشش وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلسل بڑھتی چلی گئی۔ پھر مطالعے کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر اپنے تعلیمی اداروں اور آبائی مسجد میں گفتگو کرنے کی ترغیب و تشجیع بھی اوائلِ عمری ہی سے بزرگان اور اساتذہ نے اس قدر دی کہ یہ موضوع میری زندگی کا ایک لازمی حصہ بن گیا۔ اس موضوع پر زبانی اظہارِ خیال کے ساتھ تحریری میدان میں اترنے کا شوق بھی بزرگوں اور تحریکی قائدین نے ابھارا۔ یوں مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا، اکابرین جس کی اصلاح کرتے رہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نِعْمَتِہِ وَ مَنِّہِ۔

ہم نے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادی پہلو پر باقاعدہ تصنیف و تالیف کا کام ۱۹۹۰ء میں شروع کیا تھا۔ اس سلسلے کی پہلی جلد رسولِ رحمتِ تلواروں کے سائے میں مئی ۱۹۹۱ء میں چھپی۔ پھر اس کے بعد دھیرے دھیرے یہ سلسلہ چلتا رہا۔ تحریکی مصروفیات اور ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے اس کام کو آگے بڑھانے میں خاصا وقت لگا۔ قارئین محترم اور مخلص دوستوں کا مسلسل تقاضا تھا کہ یہ سلسلہ مکمل کیا جائے۔ دوسری جلد جون ۱۹۹۲ء میں منظرِ عام پر

آئی۔ اس کے بعد پھر ایک طویل عرصے تک اس بابرکت سلسلے کو جاری رکھنا ممکن نہ ہو سکا۔ ایسی تحریکی، تنظیمی اور ذاتی مجبوریاں آڑے آتی رہیں جن کا تذکرہ سابقہ جلدوں کے دیباچوں میں عرضِ خدمت کیا گیا تھا۔ بہر حال اللہ کی توفیق سے تیسری جلد کی طباعت ۷۱ سال بعد ۲۰۱۱ء میں ممکن ہو سکی جب کہ چوتھی جلد بمشکل ۲۰۱۲ء کے آخر میں مکمل ہوئی اور ۲۰۱۳ء میں چھپی۔ اس کے بعد ایک جلد رہ گئی تھی، جس کی طباعت کا تقاضا پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔ الحمد للہ اب ہماری یہ کاوش پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔ اب یہ پانچویں اور آخری جلد طباعت کے لیے بھیجی جا رہی ہے، جو ان شاء اللہ عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

اس پاکیزہ سلسلے کی پہلی جلد کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ پہلے حصے میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا سفر، مدینہ میں اہل ایمان کے درمیان مواخاۃ کا قیام، میثاقِ مدینہ، قریشِ مکہ کی چیرہ دستیوں کے خلاف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف صحابہ کرام کی قیادت میں سریات کا بھیجنا اور پھر تفصیل کے ساتھ غزوہ بدر کے واقعات شامل کیے گئے۔ ان کے علاوہ غزوہٴ سویق کے ایک باب کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔ اسی طرح دوسرے حصے میں غزوہ احد اور اس کے متعلق تمام واقعات تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے۔ شہدائے بدر کے ناموں کی طرح شہدائے احد کے اسمائے گرامی کی فہرست بھی کافی تحقیق کے بعد مکمل کی گئی۔ مقتولین اور اسیرانِ بدر کے نام بھی جلد اول کے پہلے حصے میں دیے گئے اور تمام بدری صحابہؓ کے اسمائے معلیٰ کی مکمل فہرست کافی جستجو کے بعد درج کی گئی۔ اس طرح اردو میں اس موضوع پر یہ ایک ریفرنس کی حیثیت اختیار کر گئی۔ نَشْكُرُ اللّٰهَ وَنُحَمِّدُهُ عَلٰی ذٰلِكَ۔

دوسری جلد میں پہلے باب سے پانچویں باب تک جنگِ احد کے بعد کے حالات کا تذکرہ، سریہ بنو اسد، سریہ عبد اللہ بن انیسؓ بزمعونہ کا واقعہ، واقعہ رَجِيع (۴ھ) اور غزوہٴ ذات الرقاع اور پانچویں باب میں دو غزوات، غزوہٴ دومۃ الجندل اور غزوہٴ بدر ثانیہ کا ذکر ہے۔ چھٹے باب سے سولہویں باب تک غزوہٴ خندق کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح اور پھر اس پر قرآن کریم کا تبصرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد غزوہ بنو مصطلق، واقعہ اُفک اور اس کے بعد آخری باب مجاہدین کا معاشرہ ہے جس میں اسلامی نظام زندگی کے ہر پہلو پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

رسول رحمت تلواروں کے سائے میں کی تیسری جلد میں پہلا باب یہود مدینہ کے موضوع پر ہے۔ اس باب میں یہودیوں کی گھناؤنی تاریخ، بنی اسرائیل کی احسان فراموشیاں، مدینہ میں یہود مسلم تعلقات، یہود کا بدنما چہرہ جیسے حالات کا تذکرہ ہے۔ دوسرا باب غزوہ بنو قینقاع، تیسرا باب غزوہ بنو نضیر، چوتھا باب غزوہ بنو قریظہ اور پانچواں باب مختلف مشرک قبائل کے خلاف جنگوں پر مشتمل ہے۔ اس باب میں غزوہ بنو لحيان، سرایا محمد بن مسلمہ انصاری، سرایا زید بن حارثہ، سریہ عکاشہ بن محسن، سریہ دومتہ الجندل، سریہ فدک، سریہ ابو بکر صدیق، سریہ عمرو بن امیہ الضمری اور سریہ کرز بن جابر الفہری جیسے سریات کا ذکر ہے۔ چھٹے باب میں صلح حدیبیہ، ساتویں باب میں بادشاہوں کے نام خطوط، آٹھویں باب میں یہود خیبر اور غزوہ خیبر کا تذکرہ، نویں باب میں عمرۃ القضا، دسویں باب میں غزوہ موتہ اور گیارہویں اور آخری باب میں غزوہ ذات السلاسل شامل ہیں۔

چوتھی جلد کا آغاز فتح مکہ کے باب سے ہوتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد اگلے تین ابواب میں غزوہ حنین، غزوہ ثقیف اور وصولی زکوٰۃ اور چند سرایا کا ذکر ہے۔ پانچویں اور چھٹے ابواب میں غزوہ تبوک اور پھر قیام تبوک کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ اس کے بعد باب ہفتم میں اہم واقعات، جن میں کعب بن زہیر کا قبول اسلام، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی موت، حج بیت اللہ (حضرت ابو بکرؓ کی امارت میں)، خطبہ برأت ایک نظر میں اور سریہ نجران شامل ہیں۔

زیر نظر پانچویں جلد کے پہلے باب کا آغاز ۹ھ سے ہوتا ہے، جس کو تاریخ اسلام میں عام الوفود کا نام دیا گیا ہے۔ مختلف عرب قبائل کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ ان وفود میں بعض وفود ۹ھ سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کا تذکرہ بھی ان کے ساتھ ہی شامل کر دیا گیا ہے۔ دوسرا باب ۱۰ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اور آخری حج کا تذکرہ، خطبہ حجۃ الوداع اور حج کے مناسک پر مشتمل ہے۔

تیسرا باب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بارے میں ہے، یعنی ہجرت کا گیارہواں سال۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے واقعات کے علاوہ آپ کی تکفین و تدفین اور نماز جنازہ کا تذکرہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت دنیا، انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث، ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد، آپ کے غلام، خدام، کاتبین وحی اور پھر آخر میں آپ کے اُمماء کا تذکرہ ہے۔

باب چہارم لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہے۔ اس لشکر کی روانگی کا حکم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں فرمایا تھا۔ آپ کا تیار کردہ یہ آخری لشکر تھا۔ لیکن آپ کے انتقال کی وجہ سے یہ لشکر روانہ نہیں ہو سکا تھا۔ پھر خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو اس تاریخی مہم پر روانہ کیا تھا۔ اس باب میں اس لشکر کی روانگی اور کامیاب واپسی کا تذکرہ شامل ہے۔

پانچویں باب میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض قبائل مرتد اور باغی ہو گئے تھے اور بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے خلاف خلیفہ رسول نے خود بھی جہاد کیا اور مختلف قبائل کی طرف مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی لشکر دے کر بھیجا تھا۔ اس باب میں خاص طور پر مرتدین کے خلاف جہاد، ام زمل کی بغاوت اور اس کا انجام، بنو تمیم کا خروج، حضرت متمم بن نویرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ، مرتدین بحرین کا انجام، مرتدین مہرہ کا انجام، مرتدین یمن کی سرکوبی اور حضرت موت اور کندہ کے مرتدین کے حوالے سے ذکر ہے۔

آخری باب جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف جنگوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سب سے پہلے نمبر پر طلحہ بن خویلد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، لیکن بعد میں تائب ہو کر

مسلمان ہو گیا تھا۔ دوسرے نمبر پر اسود عنسی کا تذکرہ ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کو حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اس کے قتل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ میں خوش خبری سنائی تھی کہ اللہ کے ایک محبوب بندے نے اللہ کے ایک باغی کو جہنم رسید کر دیا ہے۔ اگلی بحث سجاح بنت حارث کے متعلق ہے۔ اس نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تھا، لیکن نباج کے مقام پر حضرت اوس بن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کو عبرت ناک شکست دی تھی۔ اس کے بعد مسیلمہ کذاب اور اس کے خلاف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا جہاد تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس حصے میں آخر الذکر مدعی نبوت ذوالتاج، جس کا اصل نام لقیط بن مالک تھا، کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ عمان میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں خلیفہ رسولؐ نے لشکر بھیجا، جس نے لقیط کے لشکر کو شکست فاش دی اور لقیط خود بھی اس جنگ میں واصل جہنم ہو گیا۔ اس جنگ میں بہت زیادہ مرتدین کا قتل ہوا تھا۔

اس پانچویں اور آخری جلد کی تکمیل پر ہم اللہ رب العزت کا اپنے دل کی گہرائیوں سے شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ اس کا خصوصی کرم ہے کہ یہ احقر گونا گوں مسائل و مشکلات کے باوجود یہ اہم اور مشکل کام مکمل کر سکا۔ اس کام کی تکمیل میں ادارہ معارف اسلامی کے تمام رفقا بالخصوص مولانا گل زاہد شیرپاؤ صاحب، محمد صدیق صاحب اور ظفر حجازی صاحب نے خصوصی تعاون کیا۔ ان کے علاوہ بے شمار احباب ملک و بیرون ملک سے مسلسل متوجہ کرتے رہے کہ یہ کام ادھورا نہ چھوڑا جائے بلکہ اولین فرصت میں اسے مکمل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ میں ان سب خیراندیش احباب کا بھی شکر گزار ہوں۔ ان کا اصرار اور دعائیں میرے لیے مہینز اور سہارا بنتی رہیں۔ میں سب سے زیادہ اپنے مربی اور استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمالک صاحب کا ممنون و شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہمیشہ میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کی تشجیح فرمائی اور مزید قدم آگے بڑھانے کی ترغیب دینے رہے۔ ان کی رہنمائی میرے لیے ایک بہت بڑا اثاثہ

ہے۔ فَجَزَاهُمْ اللَّهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

اب دل کے اندر ایک آرزو ہے کہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی حیات طیبہ پر مختصر انداز میں ایک ہی جلد میں سب اہم واقعات مرتب کر دوں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ آرزو پوری ہو سکے گی یا نہیں۔ احباب سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ اللہ کرے میری یہ کاوش جو مدنی دور کے بارے میں کی گئی ہے، رب العزت کی بارگاہ عالیہ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں قبول فرمائی جائے۔ یہی اصل کامیابی ہوگی۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

میں دل کی گہرائیوں سے ایک بار پھر محترم مولانا عبدالملک صاحب اور برادر عزیز حضرت مولانا حافظ ساجد انور صاحب کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ ان دونوں اہل علم نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر کتاب کے لیے 'تقدیم' اور 'حرفے چند' کے عنوان سے اپنی وقیع تحریریں عنایت فرمائیں، جو اس کتاب کی زینت ہیں۔ عزیزم حافظ ساجد انور صاحب نے ایک اہم موضوع پر کام کرنے کی ترغیب دی ہے۔ میری رائے میں اب حافظ ساجد انور صاحب کا اپنا فرض ہے کہ وہ اس جوانی کے عالم میں اس اہم کام کو کر دیں۔ ہم لوگوں میں اب اتنی ہمت اور فرصت کہاں کہ کوئی نیا علمی منصوبہ مکمل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے اور زندگی کے آخری لمحے تک راہِ حق پہ استقامت سے چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

حافظ محمد ادریس

تاریخ: ۲۷ ستمبر ۲۰۱۵ء

نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان

بمطابق ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور



باب اول

عام الوفود

دخولِ اسلام، فوج در فوج

حق کے وفد اہل باطل کی جانب!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو آپ خود دعوتی وفد کی صورت میں مختلف افراد و قبائل کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ عرب کا سارا معاشرہ شرک و بت پرستی اور جہالت و گمراہی میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ کی پاکیزہ صدا دلوں پر دستک تو دیتی تھی مگر دلوں پر کفر و شرک کا جو زنگ مزمن مرض کی حیثیت اختیار کر چکا تھا، اس کی وجہ سے یہ لوگ آپ کی آواز سننے کے لیے کم ہی آمادگی ظاہر کرتے تھے۔ اس کے باوجود سنگریزوں کے درمیان کہیں نہ کہیں کوئی موتی اور ہیرا اللہ کے مقرر کردہ نبی برحق اور حقیقی جوہری کے ہاتھ آ ہی جاتا تھا۔ اکثر لوگ آپ کی شدید مخالفت اور مزاحمت کرتے بلکہ اس سے قبل یہ واقعہ گزشتہ جلدوں میں گزر چکا ہے کہ طائف کے لوگوں نے آپ کے ساتھ جو ظلم و ستم ڈھایا وہ آپ کو زندگی بھر یاد رہا۔ اس دعوتی و تبلیغی وفد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے جانشین صحابی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اسی طرح کئی وفد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے واقعات ملتے ہیں۔

- اسلام جزیرہ نما کی غالب قوت

۱۳ سالہ مکی زندگی کے بعد جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دعوت اسلامی کا ماحول یکسر بدل گیا۔ اب آپ ایک چھوٹی سی ریاست کے سربراہ بھی تھے اور دعوت حق کے علم بردار بھی۔ اس زمانے میں بھی اگرچہ آپ نے دعوتی وفد کا اہتمام کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ خود آپ

کے پاس بھی لوگوں کے وفود آنے لگے۔ تاہم فتح مکہ کے بعد تو صورت حال مکمل طور پر بدل گئی۔ مکہ ہی پورے عرب کا مرکزی شہر (ام القریٰ) تھا اور قریش کو بحیثیت مجموعی تمام عرب کے قبائل میں امامت و قیادت کا حق دار سمجھا جاتا تھا۔ جب قریش حتمی شکست سے دوچار ہوئے تو تمام قبائل بخوبی سمجھ گئے کہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل طور پر غلبہ حاصل کر چکے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ جب عرب کی سب سے بڑی قوت سرنگوں ہو گئی ہے تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ لڑنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۲۶، طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، المغازی للواقدي،)

قرآن کی بشارت

قرآن مجید میں بھی اس جانب اشارہ فرمایا گیا ہے: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۖ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ۗ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (النصر ۱۱۰: ۱-۳) جب اللہ کی مدد آ جائے اور فتح نصیب ہو جائے اور (اے نبی) تم دیکھ لو کہ لوگ فوراً ہر فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت صحیح بخاری میں منقول ہے کہ عرب کے عام قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کی کشمکش کے دوران آپس میں کہتے تھے کہ اس کو اور اس کی قوم کو آپس میں قوت آزمائی کرنے دو۔ اگر وہ ان پر غالب آ گیا تو پھر سمجھ لینا کہ وہ اللہ کا سچا نبی ہے۔ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے بقول جب بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ملی تو میری قوم کے لوگوں نے اپنے تذبذب کا اظہار کیا۔ میں نے اپنی قوم سے کہا میں تو اسلام قبول کر چکا ہوں تم بھی اسلام لے آؤ۔ واللہ! میں اللہ کے سچے نبی کے پاس سے آیا ہوں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ نمازیں ادا کرو اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے اذان پڑھا کرو اور تم میں سے جو سب سے

زیادہ قرآن جانتا ہو، وہ امامت کرائے۔ (البداية والنهاية، ایضاً، صحیح بخاری، حدیث ۴۳۰۲، ج ۵، ص ۱۵۰-۱۵۱، ح)

سابقوں الاولون کے درجات

فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ اب ہجرت نہیں ہے کیوں کہ سارا جزیرہ نمائے عرب دارالاسلام بن چکا ہے۔ البتہ جہاد اور اس کی نیت قیامت تک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ لَا يَسْتَوِيٰ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتَل ۗ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدِ وَ قَتَلُوْا ۗ وَ كَلَّا وَعَد اللّٰهُ الْحُسْفٰى ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (الحديد ۵: ۱۰)

آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین اور آسمان کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی بھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

جب دو نظریوں کے درمیان کشمکش کا آغاز ہوتا ہے تو نئے تصورات اور دعوت کو لوگ حیرت سے دیکھتے ہیں۔ جما جمایا نظام اپنی قیادت و سیادت چھوڑنے کے لیے کبھی آمادہ نہیں ہوتا، نہ ہی اس کے کرتا دھرتا نئے نظریے اور اس کے حامیوں کو کبھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرتے ہیں۔ ایسے میں جدید نظریہ بہت کم لوگوں کو اپنی طرف مائل کر پاتا ہے۔ اس مشکل وقت میں جب اس نظریے کا ساتھ دینا جان جو کھوں کا کام ہوتا ہے، جو سلیم الفطرت اور باہمت افراد آگے بڑھ کر لبیک کہتے ہیں، وہی اس نظریے کا اصل جوہر اور قیمتی سرمایہ قرار پاتے ہیں۔ وہ ہر طرح کی قربانی دیتے ہیں، ہر آزمائش کو جھیلتے اور اپنے نظریے کے لیے سب کچھ فدا کر دینے کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جوں جوں تعداد بڑھتی، قوت میں اضافہ ہوتا اور منزل کے آثار نمایاں ہوتے چلے جاتے ہیں، نئے لوگ اور بسا اوقات راستہ روکنے والے عناصر بھی حامی بننے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ جو بھی اخلاص کے ساتھ آئے، وہ یقیناً قابل قدر ہوتا ہے اور ہر ایک کا اجر و انعام بھی محفوظ ہوتا ہے مگر بارش کے پہلے قطرے، بہار کے پہلے پھول، بنیاد کے پہلے پتھر اور قربانی و ایثار کے نادر مجسمے اپنی قدر و قیمت میں انمول ہوتے ہیں۔ بعد میں آنے والے اور آسانی کے وقت لبیک کہنے والے ان کے برابر کہاں ہو سکتے ہیں، جو قدم قدم قیامت اور سوادِ کوئے جاناں کے دور میں کاروانِ عشق و وفا کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں! یہی تو پہاڑی کے چراغ اور زمین کا نمک ہوتے ہیں۔

وفود کا سال

فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے لوگوں کی فضیلت تو آیت مندرجہ بالا سے بالکل واضح ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب مخلص اہل ایمان کے ساتھ نیکی و اجر کا وعدہ کیا ہے۔ مکہ فتح ہو گیا تو کیفیت یہ ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پورے عرب اور گرد و نواح کے خطوں سے چھوٹے اور بڑے وفود کی مسلسل آمد شروع ہو گئی جو آپ کی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہی۔ ان وفود کا تفصیلاً تذکرہ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس سال کو اسی لیے ”عام الوفود“ کہا جاتا ہے کہ اس کے دوران مدینہ منورہ میں ہر روز کئی وفود کی میزبانی کا شرف اہل مدینہ کو حاصل ہوتا رہا۔ یہ وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو بعض اوقات فوراً اپنی وفاداری اور قبول اسلام کا اعلان کرتے اور بعض اوقات بحث و تمحیص اور سوال و جواب کے بعد خود کو اسلام کے حوالے کرتے، جب کہ تاریخ میں بعض ایسے وفود کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی اور وفاداری کے معاہدے کیے مگر اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہنے کی اجازت چاہی۔ اگر ان کی طرف سے کوئی ناروا مطالبہ نہیں ہوتا تھا تو آپ ان کی اس خواہش کا احترام کرتے اور ان کو اپنا معاہدہ بنا لیتے۔ اگلے ابواب میں ہم چند اہم وفود کا تذکرہ نذر قارئین کریں گے۔



وفد بنومزینہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے والے وفد میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا وفد بنومزینہ کا تھا۔ یہ لوگ غزوہ خندق کے بعد رجب ۵ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ مورخ عراقی نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوم سیرت لکھی ہے اس میں ایک شعریوں ملتا ہے:

أَوَّلُ وَفْدٍ وَفَدَ الْمَدِينَةَ
سَنَةَ خَمْسٍ وَفَدَ مُزَيْنَةَ

یعنی سب سے پہلا وفد جو مدینہ میں آیا وہ ۵ھ میں مزینہ کا وفد تھا۔

اپنے گھر میں ہجرت کا ثواب

بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد چار سو گھڑسواروں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے وقت میں آئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی معرکوں میں فتوحات حاصل کر چکے تھے۔ تاہم اس وقت بھی مکہ فتح ہونے کے آثار بظاہر عام لوگوں کے نزدیک نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس وفد کے قائد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان لوگوں نے مدینہ میں قیام کا ارادہ ظاہر کیا تو مورخ ابن سعد کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْتُمْ مُهَاجِرُونَ حَيْثُ كُنْتُمْ فَارْجِعُوا إِلَى أَمْوَالِكُمْ فَارْجِعُوا إِلَى بِلَادِهِمْ۔ یعنی تم جہاں بھی مقیم ہو گے مہاجرین شمار ہو گے۔ [تمہارا درجہ وہی ہوگا جو مہاجرین کا ہے] پس اپنے مال کی طرف لوٹ جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے علاقے کی طرف واپس چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد،

ج ۲، ص ۲۹۱)

ارکانِ وفدِ نامور صحابہؓ

قبیلے کی کئی شاخیں تھیں۔ بعض شاخوں نے اس وفد میں شامل ہونے سے انکار بھی کیا تھا۔ بعد کے ادوار میں تاریخ اسلام میں بہت شہرت پانے والے صحابی اور سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بھی اس وفد میں شامل تھے۔ انہوں نے عراق اور ایران کی جنگوں میں بہت بہادری دکھائی اور معرکہ نہاوند میں تو ان کی بہادری کے بہت نادر اور عظیم الشان کارنامے مورخین نے بیان کیے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی کے مطابق اصفہان کا شہر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری ہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ۲۹۱، سیرۃ النبی حصہ دوم، ص ۲۹)

دیگر ارکان وفد میں بلال بن الحارث، ابواسماء، أسامہ، عبید اللہ بن بردہ، عبد اللہ بن درہ، بشر بن الحنفر کے نام بھی لکھے گئے ہیں۔ بعض مورخین نے ان کے علاوہ دکین بن سعید اور عمرو بن عوف کے نام بھی لکھے ہیں۔ وفد کے ایک اہم شخص حضرت خزاعی بن عبد النہم رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا یہ اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ حاضری سے پہلے ہی توحید اور اسلام کی محبت سے آشنا کر دیا تھا۔ مورخین نے یہ دل چسپ اور ایمان افروز واقعہ بیان کیا ہے، جس کے مطابق اس قبیلے کا ایک بت تھا جس کا نام بھی نہم تھا اور ان کے والد کا نام اسی بت کی نسبت سے عبد النہم رکھا گیا تھا۔ یہ خاندان بت کا متولی تھا۔

بت پرستی سے بت شکنی تک

جب مدینہ کی طرف قبیلے نے سفر کا ارادہ کیا تو حضرت خزاعی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو مسمار کر دیا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی خبر دی تو آپ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ حضرت خزاعی رضی اللہ عنہ پہلے تو اکیلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر عرض کیا کہ میرے اور ساتھی بھی آئے ہوئے ہیں، میں انھیں بلا کے لاتا ہوں۔ وہ جب آپ کی مجلس سے باہر نکلے تو اپنے ساتھیوں کو موجود نہ پایا، اس لیے واپس آنے میں تاخیر ہو گئی۔ اس دوران آپ نے حضرت حسان بن

ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خزاعی بن عبد انہم کے حق میں اشعار پڑھو، مگر اس کی شان میں کوئی کمی نہ آنے دینا، جس سے ہجو کا تاثر ملے۔ اس پر شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بڑے ایمان افروز اشعار پڑھے، جن میں سے چند ایک اشعار طبقات ابن سعد میں سے نذر قارئین ہیں:

أَلَا أَبْلَغُ خُزَاعِيًّا رَسُولًا
بَانَ الدَّمَّ يَغْسِلُهُ الْوَفَاءُ
وَأَنَّكَ خَيْرُ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو
وَأَسْنَاهَا إِذَا ذُكِرَ السَّنَاءُ
وَبَايَعْتَ الرَّسُولَ وَكَانَ خَيْرًا
إِلَى خَيْرٍ وَأَذَاكَ الشَّرَاءُ

میری طرف سے خزاعی کو کوئی قاصد یہ پیغام دے دے کہ ہر برے کام اور خصلت کی تلافی ہو جاتی ہے جب اس کے بعد کوئی نیکی کا کام کر لیا جائے۔

تو (اپنے جد اعلیٰ) عثمان بن عمرو کی ساری اولاد میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور جب بھی کبھی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے گا تو خوبیوں میں تو ان سب سے فائق ہوگا۔

تیرا یہ درجہ کتنا عظیم ہے کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی، اس خیر سے خیر کے کئی اور دروازے بھی کھل گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ کے رسول نے تجھے بڑی دولت

سے نوازا دیا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۹۱-۲۹۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابرکت کھجوریں

وفد بنی مزینہ کے اہم رکن حضرت نعمان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہا کرتے تھے۔ وہ اپنی سب سے پہلی حاضری کا تذکرہ کرتے ہوئے لوگوں کو بتاتے تھے کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم چار سو افراد تھے۔ واپس روانگی کے وقت ہمارا زاد سفر ختم ہو چکا تھا۔ جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بنو مزینہ کو زادِ سفر فراہم کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ کھجوریں تھیں لیکن ان کا خیال تھا کہ یہ کھجوریں اتنی نہیں ہیں کہ چار سو آدمیوں کو کفایت کر سکیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ بات کہی تو آپ نے فرمایا: جاؤ جتنی بھی کھجوریں ہیں ان میں تقسیم کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر گئے اور بالا خانے پر چڑھ کر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف بلایا۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کھجوروں کا ڈھیر میں نے دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ اونٹ جتنا بڑا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کھجوریں تقسیم کرنا شروع کیں اور باری باری تمام ارکان و فد کو ان کا حصہ دیا۔ سب سے آخر میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو ان کا حصہ ملا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ تقسیم کے باوجود کھجوروں کا ڈھیر اتنا ہی بڑا نظر آ رہا تھا جتنا تقسیم سے پہلے تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں اسناد کے ساتھ یہ حدیث لکھی ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شامل کیا ہے:

عَنْ نُعْمَانَ بْنِ مُقَرَّنٍ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَرْبَعِ مِائَةٍ مِنْ مُزَيْنَةَ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَمْرِهِ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَنَا طَعَامَ نَزْوَدُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ زَوْدَهُمْ فَقَالَ مَا عِنْدِي إِلَّا فَاضِلَةٌ مِنْ تَمْرٍ وَمَا أَرَاهَا تُغْنِي عَنْهُمْ شَيْئًا فَقَالَ انْطَلِقْ فزَوْدَهُمْ فَانْطَلَقَ بِنَا إِلَى عُلْيَةِ لَهُ فَإِذَا فِيهَا تَمْرٌ مِثْلُ الْبَكْرِ الْأُورِقِ فَقَالَ خُذُوا فَآخِذَ الْقَوْمِ حَاجَتَهُمْ قَالَ وَكُنْتُ أَنَا فِي آخِرِ الْقَوْمِ قَالَ فَالْتَفَتُّ وَمَا أَفْقِدُ مَوْضِعَ تَمْرَةٍ وَقَدْ احْتَمَلَ مِنْهُ أَرْبَعُ مِائَةِ رَجُلٍ. حضرت نعمان بن مقرن سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کے ہم چار سو افراد حاضر ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو احکام دینے تھے سو دے دیے۔ پھر کچھ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے، جو ہم زادِ راہ کے طور پر استعمال کر سکیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ انھیں زاہدِ راہ دے دو، انھوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو بیچی کھچی تھوڑی سی کھجوریں ہیں اور میرا خیال نہیں ہے کہ وہ انھیں کچھ کفایت کر سکیں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم جا کر انھیں وہی دے دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں لے کر اپنے ایک بالاخانے کی طرف چل پڑے، جہاں خاکستری اونٹ کے برابر اسی رنگ کی کچھ کھجوریں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اٹھا لو۔ چنانچہ سب لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں اٹھانے لگے، میں سب سے آخر میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں سے ایک کھجور کی جگہ بھی خالی نہیں ہوئی تھی، حالانکہ وہاں سے چار سو آدمیوں نے کھجوریں اٹھائی تھیں۔ (مسند احمد بن حنبل، اردو ترجمہ، ج ۴، ص ۹۳۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)



وفدِ جہینہ

دو خوش بخت مسافر

مورخ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے کچھ عرصہ بعد قبیلہ بنو جہینہ کے دو افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام عبدالعزیٰ بن بدر بن زید بن معاویہ الجہنی تھا۔ دوسرا اس کا ماں جایا بھائی، جو اس کا چچا زاد بھی تھا ابوروعہ تھا۔ عبدالعزیٰ نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اپنا تعارف کرایا کہ میں عبدالعزیٰ بن بدر جہنی ہوں۔ آپ نے فوراً فرمایا ”أَنْتَ لَسْتَ عَبْدُ الْعُزَّى بَلْ أَنْتَ عَبْدُ اللَّهِ. تم عبدالعزیٰ نہیں بلکہ عبد اللہ ہو۔ ابوروعہ سے آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ہر دشمن تم سے خوف کھائے گا۔ ابوروعہ کا معنی رعب داب والا اور خوف طاری کرنے والا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: **الْمُؤْمِنُ آئِفٌ مَّأْلُوفٌ وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ، وَخَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ**۔ یعنی مومن محبت کرتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے اس کو محبوب سمجھیں۔ انسانوں میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو انسانیت کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔ آپ کا اپنا اسوۂ حسنہ اور سنت مطہرہ اس ارشاد کا بہترین عملی مظہر تھا۔ آپ پہلی ملاقات ہی میں اپنے ملنے والوں سے بے تکلفی اور محبت سے پیش آتے اور ان کے دل جیت لیتے تھے۔ آپ سے مل کر ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ وہ ایک عظیم شخصیت اور رؤف و رحیم رہنما سے ہم کلام ہے۔ (مسند الشہاب، المعجم الاوسط للطبرانی، عن جابر بن عبد اللہ)

ان دونوں بھائیوں سے آپ نے پوچھا: من انتم؟ تم لوگوں کا مزید تعارف کیا ہے؟ تو

انہوں نے عرض کیا کہ ہم بنو جہینہ کی شاخ بنو غنیان سے تعلق رکھتے ہیں۔ غنیان کا معنی سرکشی و بغاوت ہوتا ہے اس لیے آپؐ نے فوراً فرمایا: انتم بنو رشدان تم بنو غنیان نہیں ہو بلکہ بنو رشدان (رشد و ہدایت پانے والے) ہو۔ انہوں نے اپنی وادی کا نام بتایا غویٰ یعنی گمراہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ اس وادی کا نام وادی غویٰ نہیں وادی وھدیٰ ہے۔ پھر ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے علاقے میں جو دو پہاڑ ہیں اشعر اور اجر، وہ بہت مبارک پہاڑ ہیں۔ گویا کہ زمین پر جنت نظیر ہیں۔ ان پر کبھی کوئی فتنہ غالب نہ آئے گا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳۳)

اسلام کی انقلابی دعوت اور اس کے اثرات

کچھ عرصہ یہ حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقیم رہے اور پورے شوق سے بنیادی اسلامی تعلیمات حاصل کیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان پر بھی اسلام کی حقیقت واضح کریں اور انہیں ایمان کی دعوت دیں۔ حضرت عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کرنے والوں میں خاص طور پر حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ کا نام قابل ذکر ہے۔ انھی کو بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نمائندہ بنا کر ان کے قبیلے کی طرف بھیجا۔ یہ اپنے قبیلے میں گئے، بڑے اخلاص کے ساتھ انہوں نے اسلام کی تبلیغ کی۔

بد نصیب بوڑھا

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پہلے بھی اپنے اخلاق و عادات کی وجہ سے محترم شخصیت کے مالک تھے، اب اسلام نے ان کی زندگی کو چار چاند لگا دیے تھے۔ وہ دردِ دل کے ساتھ پر تاثیر انداز میں اسلام کی دعوت عوام و خواص کے سامنے پیش کرتے تھے۔ ان کی دعوت سے قبیلے کے تمام خواتین و مرد اسلام میں داخل ہو گئے، سوائے ایک شخص کے۔ وہ اس قدر اسلام دشمن تھا کہ تنہا رہ جانے کے باوجود اس نے اسلام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ چاہتے تو اپنی قوت کے بل بوتے پر اسے سزا دیتے، مگر انہوں نے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کے قرآنی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس کے باوجود اس

کی چیرہ دستیاں جاری رہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بددعا کی تو وہ منہ کے بل گرا اور اس کی قوت گویائی ختم ہو گئی اور بینائی سے بھی محروم ہو گیا۔ اس طرح اس نے باقی ماندہ زندگی محتاجی میں گزاری مگر پھر بھی اسلام قبول نہیں کیا۔
(طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳۴)

سعادت و خوش بختی

ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ فتح مکہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو جہینہ کا جھنڈا حضرت عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ فتح مکہ کے بعد یہ لوگ مدینہ میں آباد ہو گئے تھے اور ان کے محلے میں مسجد بنانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زمین وقف کی تھی۔ حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دور جاہلیت میں اپنے قبیلے میں بڑا مذہبی آدمی سمجھا جاتا تھا کیونکہ میں ہی قبیلے کے بت کا متولی و مجاور تھا۔ جب عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ کی زبانی اسلام کی دعوت مجھ تک پہنچی اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سنا تو میں نے اس بت کو توڑ ڈالا اور بت خانہ مسمار کر دیا۔ پھر میں مدینہ کی طرف چل پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا، کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جو کچھ بھی حلال اور حرام لے کر آئے ہیں میں اس حوالے سے سب کے حلال اور حرام ہونے پر ایمان لاتا ہوں۔ سبحان اللہ کتنے سعادت مند اور خوش نصیب تھے!

بت شکنی اور اظہارِ تشکر

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بت توڑا تو یہ اشعار میری زبان پر تھے:

شَهِدْتُ بِأَنَّ اللَّهَ حَقٌّ وَأَنَّيْ
لَا إِلَهَ إِلَّا الْحَجَارِ أَوَّلُ تَارِكِ
وَشَمَرْتُ عَنْ سَاقِي الْإِزَارِ مَهَاجِرًا

الیک اجوبُ الوعثُ بعد الدکاک
 لأصحب خیر الناس نفساً ووالداً
 رسولٌ ملیک الناس فوق الحبائک

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک ہی الہِ حقیقی ہے اور میں پتھر کے بتوں کو سب سے پہلے ترک کرنے والا ہوں۔

[اے اللہ کے رسول!] میں نے عزمِ صمیم کے ساتھ زحمتِ سفر باندھ لیا ہے اور آپ کی طرف قدم بڑھا رہا ہوں، ہموار زمینوں کے بعد دشوار گزار گھاٹیاں بھی (پورے شوق کے ساتھ) عبور کروں گا۔

میں ایسی شخصیت کا ساتھی بننے ان کی طرف جا رہا ہوں جو خود بھی سب انسانوں سے افضل ہیں اور جن کے آباؤ اجداد بھی عالی نسب تھے اور وہ اس بادشاہِ حقیقی کی طرف سے بھیجا گیا ہے جو آسمانوں کے اوپر سے مخلوق پر حکومت کرتا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ص ۳۳۳-۳۳۴)



وفد بلجیم (ہجیم)

مدینہ حاضری

بلجیم کو مورخین نے بن کے ساتھ بھی لکھا اور صرف ہجیم بھی لکھا ہے۔ یہ قبیلہ صحرا اور جنگل میں قیام پذیر تھا۔ اس وفد کا تذکرہ اُسد الغابۃ میں ملتا ہے۔ امام بخاری نے بھی اس قبیلے کے سردار جابر بن سلیم کا تذکرہ کیا ہے۔ بعد میں جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی آمد کا سال معلوم نہیں، مگر ہجرت نبوی کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے کسی وقت یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ قبیلے کے سردار جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو جری تھی۔ وہ خود آنحضرت کی خدمت میں اپنی آمد کا تذکرہ یوں بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ ہم نذر قارئین کر رہے ہیں:

جاہلی شان و شوکت

میں اپنے قبیلے کی ایک جماعت کے ساتھ مدینے میں آیا۔ اپنے جاہلی رواج کے مطابق میں نے ایک قیمتی قطری چادر تہبند کے طور پر باندھ رکھی تھی، جس کے کنارے زمین پر لٹک رہے تھے اور دوسری قیمتی چادر میں نے اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھی۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو پہچان نہ سکا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ اللہ کے رسول کون سے ہیں؟ تو اس نے آپ کی طرف اشارہ کر کے مجھے بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر میں نے کہا: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے دوبارہ یہی الفاظ دہرائے۔

اس مرتبہ میرے اس سلام پر آپ نے فرمایا عَلَيْكَ السَّلَامُ نہ کہا کرو، یہ تو مردوں کا سلام ہے۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ کہا کرو۔ چنانچہ میں نے السَّلَامُ عَلَيْكَ کہا تو آپ نے جواب دیا وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ: میں نے دوبارہ کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں اس اللہ وحدہ لا شریک لہ کا رسول ہوں کہ جب تم کسی مصیبت اور تکلیف میں اسے پکارو تو وہ تمہاری پکار کا جواب دے اور تمہاری مصیبتوں کو ٹال دے۔ اگر تم خشک سالی اور قحط میں مبتلا ہو جاؤ اور اس سے بارانِ رحمت کی دعا مانگو تو تمہارے علاقے کو سرسبز و شاداب کر دے۔ اگر تم آبادیوں سے دور کسی صحرا اور جنگل میں اپنی سواری کا جانور گم کر بیٹھو اور بے بسی کے عالم میں اسے پکارو تو وہ تمہاری گم شدہ سواری تمہارے پاس پہنچا دے۔

جامع نصیحت

ابو جری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر ان باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ کی یہ نصیحت سنن ابو داؤد میں ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

یعنی آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے: ”کبھی کسی شخص کو گالی نہ دینا، کسی نیک کام کو کم تر نہ جاننا، اگرچہ کسی پیاسے کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دینے یا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے جیسی نیکی ہو۔ اور سنو! اپنا تہبند نیچے لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کا تکبر پسند نہیں کرتا۔ اپنے ازار کو ٹخنوں سے اوپر کر لیا کرو، اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور اسے تمہارا جو عیب معلوم ہے، اس پر تمہیں عار دلائے تو جواب میں تم اسے مت گالی دو اور اس کے اس عیب پر اس کو مت شرم دلاؤ جو تمہارے علم میں ہے۔ یقین رکھو کہ اس طرح اس کی زبان درازی کا پورا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔“

أسد الغابة میں بھی یہ واقعہ کم و بیش اسی طرح بیان ہوا ہے۔ (سنن ابو داؤد، ج، ۴، ص ۵۶،

أسد الغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۱، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۳۳۵)

وفد بنی قیس

ملاقات سے قبل محبتِ اسلام

بنو قیس بن ثعلبہ ایک قبیلہ تھا جو زیادہ معروف نہیں ہے۔ اس قبیلے کے ایک شخص جن کا نام ان کے جد امجد کے نام پر قیس تھا صحابہ میں شامل ہیں۔ پورا نام قیس بن خرشہ قیسی ہے۔ یہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ بالکل نو عمری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اپنے قبیلے سے چلے اور مدینہ میں خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ سنا تھا اس سے غائبانہ طور پر دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو چکی تھی۔ آپ سے ملاقات ہوتے ہی آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے فرمایا: اے قیس! کچھ زمانہ گزرنے کے بعد حالات بدل جائیں گے۔ تم لوگوں کو ایسے حاکموں سے سابقہ پیش آئے گا جن کے سامنے تم کلمہ حق نہ کہہ سکو گے۔

الصِّدْقُ يُنَجِّي

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ ہمیشہ سچ کہوں گا۔ میں ہر حال میں اس عہد کو پورا کروں گا۔ یہ جواب سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر سن لو کہ ان شاء اللہ تم کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر یقین محکم حاصل ہو جائے اور انسان حق بات پر قائم رہے، اس کا برملا اور موقع و محل کے مطابق اظہار کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے خصوصی طور پر ہر شر کے مقابلے پر تحفظ فراہم ہو جاتا ہے۔ یہ کام بڑا مشکل ہے، مگر

جس کے لیے اللہ آسان فرمادے، اس کے لیے آسان بھی ہو جاتا ہے۔

مشکل منازل

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ مشکل منزلیں بھی آئیں اور انہوں نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا۔ اللہ کے نبی کا وعدہ بھی حرف بحرف سچا ثابت ہوا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور پھر یزید بن معاویہ کا دور بھی دیکھا۔ زیاد اور عبید اللہ بن زیاد دونوں ظالم گورنر تھے۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ ان دونوں کو ان کے مظالم پر برا بھلا کہتے تھے اور ان کے تمام غلط کاموں پر کھل کر تنقید کرتے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے انہیں بلا بھیجا۔ جب اس کے دربار میں گئے تو اس نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھتے ہو۔ انہوں نے کہا: خدا کی قسم ہرگز نہیں، پھر فرمایا اگر تو چاہے تو میں تجھے بتا سکتا ہوں کہ کون اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھتا ہے۔

جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق

اس نے کہا بتاؤ تو آپ نے فرمایا: جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈال دے اور اپنی من مانی کرے۔ عبید اللہ نے کہا کہ ایسا کون ہے تو جواب میں فرمایا کہ تو اور تیرا باپ۔ یہ سننا تھا کہ عبید اللہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا، پھر اس نے کہا کہ تو یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ تجھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ انہوں نے فرمایا: ہاں میں ایسا ہی کہتا ہوں۔ عبید اللہ نے کہا ابھی تجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ تو اپنے قول میں جھوٹا ہے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ جلا د کو بلاؤ۔ انہوں نے فرمایا جسے چاہو بلاؤ، میں حق کا انکار نہ کروں گا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ عین اس لمحے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آ گیا وہ زمین پر بیٹھ گئے اور ان کی روح ان کے بدن سے پرواز کر گئی۔ رضی اللہ عنہ۔

ایک دل چسپ مکالمہ

ابن الاثیر نے حضرت قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ اور یہودیت سے مسلمان ہونے والے صحابی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ دونوں کا ایک دل چسپ واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دونوں کسی

جانب ایک ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس علاقے میں پہنچے جہاں قریب ہی وہ مقام ہے جسے صفین کہا جاتا ہے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر کے لیے رک گئے اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فرمایا: یہی وہ مقام ہے جہاں مسلمانوں کا خون اس قدر بہے گا کہ زمین کے کسی اور حصے میں اتنا نہ بہایا گیا ہوگا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو یہ بات سن کر غصہ آیا اور انھوں نے کہا: اے ابو اسحاق! غیب کی باتیں اللہ کے سوا کسی کے علم میں نہیں، تم کیسے یہ بات کہہ رہے ہو؟ حضرت کعب نے جواب دیا: دراصل تورات جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی بہت سی خبروں سے مالا مال ہے۔ زمین کے چپے چپے کا حال اللہ نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا تھا۔ اسی کی روشنی میں، میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔

(أسد الغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۷۵۹-۷۶۰)

أسد الغابة میں ابن الاثیر نے یہ واقعہ تو لکھا ہے مگر اکثر محقق علماء و ائمہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اسرائیلی روایات کو قبول کرتے ہوئے بڑے محتاط ہو جاتے ہیں۔ ہماری بھی یہی رائے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!



وفد بنو تمیم کی مدینہ آمد

عرب کے قبائل اور ان کی عادات

عرب کے طاقت ور قبیلوں میں بنو تمیم، بنو سعد، بنو اسد، بنو حنیفہ، بنو کنندہ، بنو ہمدان، بنو ازد اور بنو طے کے قبائل خاص طور پر معروف ہیں۔ ان کے علاوہ سلاطین حمیر کا عرب علاقوں میں بڑا دبدبہ رہا تھا۔ انھوں نے یمن اور حضرموت پر طویل مدت تک حکومت کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی عرب کے مختلف علاقوں میں بہت سے چھوٹے بڑے قبائل آباد تھے، جن کی تفصیلات تاریخ میں موجود ہیں۔ ہم اس فصل میں قبیلہ بنو تمیم کا ذکر کر رہے ہیں جو بڑی شان و شوکت کے ساتھ مدینہ میں وارد ہوا تھا۔ اس بدوی صحرائی قبیلے کی خاصیت یہ تھی کہ یہ جنگجو بھی تھے، خطیبانہ فصاحت و بلاغت میں بھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور شعر و شاعری کے میدان میں بھی ان کا سکہ چلتا تھا۔ اس کے ساتھ عمومی طور پر اس قبیلے میں مال و دولت کی ہوس اور دنیا داری کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کے کئی لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، مگر اکثریت اپنے جاہلی، عربی تفاخر کے نشے میں مبتلا تھی۔ ان لوگوں کی مدینہ آمد اس لحاظ سے بھی بہت اہم ہے کہ ان کی آمد پر قرآن نے بھی سورۃ الحجرات میں تبصرہ کیا ہے۔

دولت کالاچ

اس قبیلے کے بڑے بڑے روسا اقرع بن حابس، زبرقان بن بدر، عمرو بن الہتم اور نعیم بن یزید بڑے اہتمام سے مدینہ آئے۔ نعیم بن یزید کا نام طبقات ابن سعد میں نعیم بن یزید لکھا ہے۔ ان سرداروں کے ساتھ ایک اور سردار بھی شامل تھا جو اس سے قبل کئی مرتبہ مال و دولت کے کالاچ

میں مدینہ پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ جنگ خندق میں بھی وہ قریش کے ساتھ محاصرے میں شریک تھا۔ یہ تھا عیینہ بن حصن فزاری۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، قسم ثانی، ص ۴۰)۔ اس کی زندگی میں بڑے نشیب و فراز ملتے ہیں۔ اس کا تذکرہ اگلے ابواب میں آتا رہے گا۔ امام ابن کثیر نے البدایة والنہایة میں اوپر بیان کردہ ارکان وفد کے علاوہ کچھ مزید نام لکھے ہیں۔ ان میں حجاب بن یزید، قیس بن الحارث، قیس بن عاصم اور عطار دین حاجب بن زرارہ شامل ہیں۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۲، سیرة ابن ہشام، قسم الثانی، ص ۵۶۰)

ادب گاہ، نازک از عرش

جب یہ لوگ مدینہ منورہ میں پہنچے تو سیدھے مسجد نبوی کا رخ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت استراحت فرما رہے تھے۔ تربیت یافتہ لوگوں کو تو معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے کون سے مناسب اوقات ہیں اور اس میں کیا آداب ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔ البتہ یہ بدوی قبائل ان عادات سے نابلد تھے۔ انہوں نے مسجد میں پہنچتے ہی شور کی کیفیت پیدا کر دی اور با آواز بلند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر پکارنے لگے۔ مورخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: فَلَمَّا دَخَلُوا الْمَسْجِدَ نَادَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرَاءِ حُجْرَاتِهِ أَنْ أَخْرِجِ الْيَنَّا يَا مُحَمَّدُ، فَأَذَى ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صِيَاحِهِمْ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ۔ جب یہ لوگ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو بلند آواز سے پکارنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم ملاقات کے لیے آئے ہیں، باہر آئیے۔ ان کا شور سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچی، آپ بے آرام ہوئے، پھر بھی حجرے سے نکل کر ان کے پاس تشریف لائے۔ (البدایة والنہایة، ایضاً محولہ بالا، ص ۹۲)

قرآن مجید کی سورہ الحجرات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس موضوع کو اس کی تمام باریکیوں، نزاکتوں اور آداب کے ساتھ وحی ربانی کے ذریعے قیامت تک کے لیے ثبت کر دیا۔ اللہ اور اس

کے رسول کا مقام بھی واضح کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کے حدود بھی متعین کر دیے۔ جاہلی انداز میں آپ کو پکارنے پر وعید بھی سنائی اور اہل ایمان کو تاقیامت حرمت رسول کا درس بھی دیا۔ بارگاہِ نبوت میں ذرا سی بے ادبی انسان کے تمام اعمال کو غارت کر دیتی ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا!

احکام قرآنی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَبِيحٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالِكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلتَتَّقُوا ۗ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ (الحجرات ۱: ۳۹-۴۲)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو، اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول خدا کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اے نبی! جو لوگ تمہارے حجروں سے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

تمہیدی گفتگو

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر نکلے تو ان لوگوں نے گفتگو کا آغاز ہی یوں کیا: ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ اپنے قبیلے کے مفاخر بیان کریں۔ پس آپ ہمیں اس کی اجازت دیجیے۔ ہمارے شاعر اور ہمارے خطیب اپنی شاعری اور خطابت کے جوہر دکھائیں گے اور بتائیں گے کہ ہمارا قبیلہ کن عالی شان اوصاف کا مالک ہے۔“ ان کی بات سن کر آپ نے فرمایا اچھا تو تمہارا خطیب جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ کہے۔ پس قبیلے کا خطیب اور فصاحت و بلاغت کا شاہسوار عطار دبن حاجب کھڑا ہوا اور اس نے ایک دھواں دھار تقریر کی۔ چونکہ یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے آئے تھے، اس لیے اس نے بات کا آغاز اللہ کے ذکر ہی سے کیا: **الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهٗ عَلَيْنَا الْفَضْلُ وَالْمَنْ وَهُوَ اَهْلُهُ**۔ حمد و تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم پر فضل اور احسان کیا ہے اور حمد و تعریف کا وہی اہل و مستحق ہے۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۲، سیرة ابن ہشام، قسم الثانی، ص ۵۶۲)

قبائلی مفاخر

پھر اس نے کہنا شروع کیا کہ اس اللہ نے ہمیں قیادت و بادشاہت عطا فرمائی اور ہمیں مال و دولت کی فراوانی بخشی۔ ہم اپنے مال و دولت کو کارِ خیر میں صرف کرتے ہیں۔ ہمارا شعار ہے کہ معروف کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں اہلِ مشرق پر غلبہ عطا فرمایا۔ کیا ہم لوگوں کے قائد اور سردار نہیں ہیں، ہم سے زیادہ ساز و سامان کس کے پاس ہے اور ہم جیسی خوبیاں کس میں پائی جاتی ہیں؟ جو ہمارے ساتھ ان معاملات میں مقابلہ کرنا چاہے تو خوب سوچ لے اور پوری تیاری کر لے۔ ہم اگر اپنے فضائل بیان کرنے پہ آئیں تو کرتے ہی چلے جائیں۔ لیکن اللہ نے ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے اس کے بارے میں زیادہ باتیں کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ ہماری خطابت جیسی کوئی خطابت پیش کرے اور ہمارے اوصاف سے بہتر

کوئی اپنے اوصاف بیان کرے۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا۔ (ایضاً، ص ۹۲، سیرۃ ابن ہشام، قسم
الثانی، ص ۵۶۲-۵۶۳)

خطیب اسلام کا خطاب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی باتیں غور سے سنیں۔ ہر چند کہ
یہ قبیلہ اسلام کی طرف مائل ہو گیا تھا، مگر ابھی تک جاہلیت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔
وہ جاہلی تقاضیوں میں کسی کو اپنا ثانی نہ سمجھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی طرف
دیکھا اور انصاری صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ (جو بنو حارث بن خزرج میں سے
تھے) کو حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر بنو تمیم کے خطیب کا جواب دیں۔ انہوں نے بہت ایمان افروز،
جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ خَلَقَهُ، قَضَىٰ فِيهِنَّ أَمْرَهُ، وَوَسِعَ
كُرْسِيُّهُ وَعِلْمُهُ، وَلَمْ يَكُ شَيْءٌ قَطُّ إِلَّا مِنْ فَضْلِهِ، ثُمَّ كَانَ مِنْ قُدْرَتِهِ أَنْ
جَعَلَنَا مُلُوكًا، وَأَصْطَفَىٰ مِنْ خَيْرِ خَلْقِهِ، رَسُولًا، أَكْرَمَهُ نَسَبًا وَأَصْدَقَهُ
حَدِيثًا وَأَفْضَلَهُ حَسَبًا، فَأَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابًا، وَأَتَمَّنَهُ عَلَىٰ خَلْقِهِ فَكَانَ خَيْرَ اللَّهُ
مِنَ الْعَالَمِينَ، ثُمَّ دَعَا النَّاسَ إِلَى الْإِيمَانِ بِهِ، فَأَمَّنَ بِرَسُولِ اللَّهِ الْمُهَاجِرُونَ
مِنْ قَوْمِهِ وَذَوِي رَحْمِهِ، أَكْرَمُ النَّاسِ أَحْسَابًا، وَأَحْسَنُ النَّاسِ وُجُوهاً،
وَخَيْرُ النَّاسِ أَفْعَالًا، ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ الْخَلْقِ إِجَابَةً وَاسْتَجَابَ لِلَّهِ حِينَ دَعَاهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ، فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ وَوُزَرَاءُ رَسُولِهِ
نُقَاتِلُ النَّاسَ حَتَّى يُؤْمِنُوا، فَمَنْ أَمَّنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ مَنَعَ مَالَهُ وَدَمَهُ، وَمَنْ كَفَرَ
جَاهَدْنَاهُ فِي اللَّهِ أَبَدًا وَكَانَ قَتْلُهُ عَلَيْنَا يَسِيرًا أَقُولُ قَوْلِي هَذَا وَاسْتَغْفِرُ اللَّهَ
لِي وَلَكُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ.

حمد اور تعریف اس اللہ کی ہے جس کی عظیم تخلیق آسمانوں اور زمین کی صورت میں موجود

ہے۔ آسمان وزمین کے درمیان اس [وحدہ لاشریک] نے اپنے احکام جاری فرمائے ہیں۔ اس کی کرسی [اقتدار] اور اس کے عظیم علم کی وسعتیں زمین و آسمان کو محیط ہیں۔ دنیا میں کوئی چیز بھی اس کے فضل و کرم کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر اس قادر مطلق کا فیصلہ ہے کہ اس نے ہمیں صاحب اقتدار اور حاکم بنایا اور اپنی ساری مخلوق میں سے ہمیں اپنے انعامات و امانات کے لیے چن لیا اور اپنی مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ ہستی کو رسول بنایا۔ اس کا نسب سب انسانوں سے افضل اور اس کا قول سب سے سچا ہے۔ اس کے کارہائے نمایاں کا کوئی بدل نہیں۔

مہاجرین و انصار

پھر اللہ نے ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنی مخلوق کی قیادت [کی امانت] ان کے سپرد کی۔ سارے جہانوں میں وہ اللہ کی جملہ مخلوق سے افضل اور بہتر ہیں۔ پھر رب کریم نے تمام انسانوں کو حکم دیا کہ وہ ان پر ایمان لائیں۔ پس آپ کی قوم اور قریبی رشتہ داروں میں سے بہترین حسب و نسب والے اور از حد خوب صورت چہروں والے اور سب سے اچھے اعمال والے مہاجرین ان پر ایمان لائے۔ ان کے بعد تمام انسانوں میں سے سب سے پہلے اللہ کے رسول کی دعوت پر لبیک کہنے کا شرف ہمیں حاصل ہوا۔ آپ کے انصار و مددگار اور مشیر و وزیر ہونے کا اعزاز بھی ہم [اہل مدینہ] کو حاصل ہے۔

ہم لوگوں سے قتال کریں گے، اگر وہ اسلام کی راہ میں مزاحم ہوں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ پس جو بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے، اس کا مال و جان، ہر چیز محفوظ و مامون ہو جائے گی۔ جس نے کفر کا راستہ اپنایا، ہم ہمیشہ اس سے نبرد آزار ہیں گے اور ہر دم مقابل کا قتل ہمارے لیے آسان ہے۔

میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے، تم سب کے لیے اور تمام اہل ایمان مرد و خواتین کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ تم سب پر اللہ کی سلامتی ہو۔ (سیرۃ ابن

ہشام، قسم الثانی، ص ۵۶۲)

شاعر بنو تمیم کا پرزور کلام

اس کے بعد قبیلہ بنو تمیم کا مشہور شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور اس نے اپنے قبیلے کی مدح میں قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

نَحْنُ الْكِرَامُ فَلَاحِيُّ يُعَادِلُنَا
 مِنَّا الْمُلُوكُ وَفِينَا تُنْصَبُ الْبَيْعُ
 وَكَمْ قَسَرْنَا مِنَ الْأَحْيَاءِ كَلِمَهُمْ
 عِنْدَ النَّهَابِ وَفَضْلُ الْعِزِّ يُتَّبَعُ
 وَنَحْنُ ، يُطْعِمُ عِنْدَ الْقَحْطِ مُطْعِمُنَا
 مِنَ الشَّوَاءِ إِذَا لَمْ يُؤْنَسِ الْقَرْعُ
 بِمَا تَرَى النَّاسَ تَاتِينَا سَرَاتِهِمْ
 مِنْ كُلِّ هَوِيًّا ثُمَّ نَصْطَعُ
 فَنَنْحِرُ الْكُومَ عَبْطًا فِي أَرْوَمَتِنَا
 لِلنَّازِلِينَ إِذَا مَا أَنْزَلُوا شَبَعُوا
 فَمَا تَرَانَا إِلَى حَيِّ نَفَاخِرُهُمْ
 إِلَّا اسْتَفَادُوا وَكَانُوا الرَّأْسَ يُقْتَطَعُ
 فَمَنْ يُفَاخِرُنَا فِي ذَاكَ نَعْرِفُهُ
 فَيَرْجِعُ الْقَوْمُ وَالْأَخْبَارُ تُسْتَمَعُ
 إِنَّا أَبِينَا وَلَمْ يَأْبَى لَنَا أَحَدٌ
 إِنَّا كَذَلِكَ عِنْدَ الْفَخْرِ نَرْتَفِعُ

ہم شریف لوگ ہیں کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہیں ہے، ہم میں بادشاہ بھی ہوئے ہیں اور

[ہمارے درمیان] عبادت گاہیں بھی آباد ہیں۔

کتنے ہی قبیلوں کو ہم نے زیر کر لیا، جبکہ وہ ہمیں لوٹنے آئے تھے اور ہماری فتح قابل تقلید ہے۔

ہم وہ ہیں کہ ہمارے کھلانے والے قحط میں [لوگوں کو] کھلاتے ہیں اور وہ بھی بھنا ہوا گوشت، جبکہ [ان حالات میں دیگر] لوگ خارش زدہ جانور بھی نہیں پاتے۔

تم دیکھو گے لوگوں کو کہ ان کے سردار ہمارے پاس آتے ہیں، ہر علاقے سے، پھر ہم ان کی مہمان نوازی کا اہتمام کرتے ہیں۔

ہم اپنے گلے میں سے موٹے کوہان والے جوان اور صحت مند اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں جو لوگ قیام کرتے ہیں تو ہم ان کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں کہ وہ خوب سیر ہو جاتے ہیں۔

پس تم نہیں دیکھو گے کسی قبیلے کو جس کے مقابلے پر ہم تفاخر پر اتر آتے ہیں وہ [محتاج ہو کر] ہم ہی سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ کٹا ہوا سر بن کر رہ جاتے ہیں۔

پھر جو ہمارے مقابلے پر فخر جاتا ہے تو ہم اس کو پہچان لیتے ہیں [نشان زد کر لیتے ہیں] اور وہ وقت تو گزر جاتا ہے، مگر [ہم جیسے] عظیم لوگوں کے واقعات مجالس کی زینت بن جاتے ہیں [زبان زد عام ہوتے ہیں]۔

ہم تو کسی کی [بالادستی] نہیں مانتے البتہ ہماری بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، ہم اسی طرح فخر میں پلندہ بالا رہتے ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام، قسم الثانی، ص ۵۶۳)

مدح خوان رسولؐ

بلاشبہ شاعر بنو تمیم نے خوب شعر و شاعری پیش کی، مگر کہاں مدح خوان رسولؐ اور کہاں شاعر بنو تمیم۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مجلس میں دیکھا تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا۔ وہ اس وقت غیر حاضر تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو انھیں بلانے کے لیے بھیجا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَجَائِنِي رَسُولُهُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ إِنَّمَا دَعَانِي

لَأَجِيبَ شَاعِرَ بَنِي تَمِيمٍ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ آپ مجھے بلا رہے ہیں تاکہ میں بنو تمیم کے شاعر کا جواب پیش کروں۔ پس میں فوراً حاضری کے لیے چل پڑا اور میری زبان پر یہ اشعار اسی وقت جاری ہو گئے۔ (ہم یہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چار اشعار نذر قارئین کر رہے ہیں جو فی البدیہہ ان کی زبان پر آ گئے جب کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے):

مَنْعَنَا رَسُولَ اللَّهِ إِذْ حَلَّ وَسَطْنَا
عَلَى أَنْفِ رَاضٍ مِنْ مَعِدٍ وَرَاغِمٍ
مَنْعَاهُ لَمَّا حَلَّ بَيْنَ بِيوتِنَا
بِأَسْيَافِنَا مِنْ كُلِّ بَاغٍ وَظَالِمٍ
بَيْتِ حَرِيدٍ عِزَّةٍ وَثِرَاوَةٍ
بِجَابِيَةِ الْجَوْلَانِ وَسَطٍ لَأَعَاجِمٍ
هَلِ الْمَجْدُ إِلَّا السُّودْدُ الْعَوْدُ وَالنَّدَى
وَجَاهُ الْمُلُوكِ وَاحْتِمَالُ الْعِظَائِمِ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی، جب آپ ہمارے ہاں ٹھہرے، چاہے قبیلہ معد والے راضی ہوں یا ناراض۔

جب آپ ہمارے گھروں کے درمیان قیام فرما ہوئے تھے، اسی وقت ہم نے اپنی تلواروں کے ذریعے ہر سرکش اور ظالم کے مقابلے پر آپ کے دفاع کا حق ادا کیا۔

ایک الگ تھلگ مکان [غارِ ثور] میں بھی آپ کی عزت و ثروت قائم رہی اور جابیہ و جولان جیسی دور دراز بستیوں میں [عربوں ہی نہیں] عجمیوں کے درمیان بھی آپ کا یہ مقام مسلم ہے۔

اس سے زیادہ کیا شان و شوکت ہو سکتی ہے کہ آدمی کو سرداری اور قیادت کا مقام حاصل ہو،

اس کے باوجود اس کے اندر [عام لوگوں سے] گھل مل جانے اور سخاوت کی صفات ہوں،
اس کو بادشاہوں کا جاہ و جلال حاصل ہو پھر بھی وہ بڑی بڑی ذمہ داریوں کو خود اٹھائے۔

(البداية والنهاية، ص ۹۲، سیرة ابن ہشام، قسم الثانی، ص ۵۶۶)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا پرتا شیر کلام

جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو بنو تمیم کے شاعر نے وہی شعر دھرائے جو میرے آنے سے پہلے پیش کر چکا تھا۔ جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قُمْ يَا حَسَّانُ فَأَجِبِ الرَّجُلَ فِيمَا قَالَ۔ یعنی حسان اٹھو، بنو تمیم کے شاعر نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب دو۔ اس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اٹھارہ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ پڑھا، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

انَّ الذَّوَابَّ مِنْ فَهْرٍ وَإِخْوَتِهِمْ
قَدْ بَيَّنُّوا سُنَّةَ لِلنَّاسِ تَتَّبِعُ
يَرْضَى بِهِمْ كُلُّ مَنْ كَانَتْ سَرِيرَتُهُ
تَقْوَى إِلَهِهِ وَكُلَّ الْخَيْرِ يُضْطَنَعُ
قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوا ضَرُّوا عَدُوَّهُمْ
أَوْ حَاوَلُوا النَّفْعَ فِي أَشْيَاعِهِمْ نَفَعُوا
سَجِيَّةً تِلْكَ مِنْهُمْ غَيْرُ مُحَدَّثَةٍ
إِنَّ الْخَلَائِقَ فَأَعْلَمَ شَرُّهَا الْبِدْعُ
إِنْ كَانَ فِي النَّاسِ سَبَّاقُونَ بَعْدَهُمْ
فَكُلُّ سَبْقٍ لِأَدْنَى سَبْقِهِمْ تَبَعُ
لَا يَرْقَعُ النَّاسُ مَا أَوْهَتْ أَكْفُهُمْ
عِنْدَ الدِّفَاعِ وَلَا يُوهُونَ مَا رَقَعُوا

إِنْ سَابَقُوا النَّاسَ يَوْمًا فَازَ سَبَقُهُمْ
أَوْ وَازَنُوا أَهْلُ مَجْدٍ بِالنَّدَى مَتَعُوا
أَعْفَى ذِكْرَتْ فِي الْوَحْيِ عِفَّتُهُمْ
لَا يَطْمَعُونَ وَلَا يُرْدِيهِمْ طَمَعُ

فہر اور اس کے بھائیوں کی لمبی لمبی زلفوں نے لوگوں کو ایک ایسا طریقہ بتا دیا جس کی پیروی کی جاتی ہے۔

ان سے ہر وہ شخص خوش ہوتا ہے جس کا باطن خدا خونی سے سرشار ہو اور اس سے ہر بھلائی وقوع پذیر ہوتی ہو۔

یہ وہ لوگ ہیں جب جنگ کرتے ہیں تو دشمن کو نقصان پہنچاتے ہیں اور جب ان سے کوئی دوستی کرے تو وہ اپنے دوست کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

ان کی اس عظیم خصلت میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، جان لو کہ ان کے مد مقابل دوسرے لوگوں کی برائی یہ ہے کہ وہ بدعتوں میں پڑ جاتے ہیں۔

اگر یہ لوگوں کے ساتھ آگے بڑھنے میں مقابلہ کریں تو یہ بڑے بڑے درجوں والوں سے آگے بڑھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ہر سبقت حاصل کرنے والا ان کی ادنیٰ سبقت سے بھی فروتر ہوتا ہے۔

جس کپڑے کو یہ پھاڑ دیں، اسے لوگ دوبارہ نہیں جوڑ سکتے اور جسے اپنے دفاع کے وقت یہ جوڑ دیں، اسے ان کے دشمن پھاڑ نہیں سکتے۔

کسی بھی میدان میں کوئی ان کے مد مقابل آجائے، کامیابی انھی کے قدم چومتی ہے۔ سخاوت و فیاضی کا مقابلہ ہو تو اس میں عزت و شان انھی کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

یہ ایسے باعفت لوگ ہیں کہ وحی ربانی نے بھی ان کی عفت کی گواہی دی ہے۔ ان کی شانِ استغنا ایسی ہے کہ نہ کسی لالچ میں مبتلا ہوتے ہیں نہ حرص و طمع ان کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن

حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۲۷-۹۲۸)

اعترافِ حقیقت اور قبولِ اسلام

مورخین نے دونوں شعرا کے مزید اشعار بھی لکھے ہیں مگر اختصار کی وجہ سے ہم ان پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ مورخ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: جب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا اپنا قصیدہ پورا کر چکے تو سردار قوم اقرع بن حابس بے ساختہ کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: میرے باپ کی قسم! آپ کا خطیب ہمارے خطیب کے مقابلے میں زیادہ بڑا خطیب ہے اور آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑا شاعر ہے اور ان کی آوازیں بھی ہم سے بلند و خوش تر ہیں۔

جب یہ لوگ اس مقابلے سے فارغ ہو گئے اور ان کے سردار نے اسلام کے خطیب و شاعر کی برتری تسلیم کر لی تو پورے قبیلے نے یکسو ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قبولِ اسلام سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ آپ تو کسی ایک فرد کے اسلام میں داخل ہونے کو بھی دنیا مافیہا کی ہر دولت سے بڑھ کر سمجھتے تھے۔ یہ تو ایک موثر قبیلہ تھا جس کا قبولِ اسلام سرزمینِ عرب میں اسلام کے لیے بڑی قوت کا باعث ثابت ہو سکتا تھا۔

عطیاتِ نبویؐ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے وفد کو بڑی فراخ دلی کے ساتھ انعام و اکرام و عطیات سے نوازا۔ اس موقع پر مورخین نے ایک دل چسپ واقعہ بھی لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وفد کا ایک نو عمر رکن عمرو بن الاہتم وفد کی قیام گاہوں میں سامان کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑا گیا تھا۔ جاہلیت کے دور سے قبیلے کے موثر سردار قیس بن عاصم کو اس نوجوان سے کدورت تھی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قیام گاہوں میں ایک نو عمر آدمی کو ہم نے چھوڑا ہے، اسے آپ تھوڑا سا حصہ دے دیجیے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں میں اسے بھی دوسرے لوگوں کے برابر ہی حصہ دوں گا۔ عمرو بن الاہتم کو پتا چلا تو اس نے قیس کی ہجو میں سخت اشعار لکھے اور ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دل کھول کر تعریف کی۔ سیرت ابن ہشام کی یہ روایت

درست محسوس ہوتی ہے۔ اس کے برعکس امام ابن کثیرؒ نے یہ لکھا ہے کہ عمرو بن اہتم کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمسنی کی وجہ سے پانچ اوقیہ عطا فرمائے، جبکہ باقی سب لوگوں کو بارہ بارہ اوقیہ دیے گئے۔ ہماری رائے ہے کہ یہاں امام ابن کثیرؒ سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ سے ابن ہشام کی روایت قریب تر ہے۔ (البداية والنهاية، ص ۹۲۹، سیرة ابن ہشام، قسم الثانی، ص ۵۹۷)۔

بنو تمیم کے فضائل و مناقب کے بارے میں حدیث

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زہیر بن حرب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بنو تمیم کے کچھ فضائل بیان کیے گئے ہیں جس کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بنو تمیم کے ساتھ محبت ہے کیونکہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے (مختلف مواقع پر) تین باتیں سنی ہیں۔ آپ نے فرمایا: بنو تمیم میری امت کے وہ لوگ ہیں جو دجال کے مقابلے میں سب سے زیادہ سخت ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بنو تمیم سے تعلق رکھنے والی ایک قیدی عورت تھی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اسے آزاد کر دو یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔ تیسری بات یہ کہ جب بنو تمیم نے اپنے صدقات مدینہ میں بھیجے تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ میری (اپنی) قوم کے صدقات ہیں۔ امام مسلم نے حضرت زہیر بن حرب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۶)



وفدِ بنی عامر

شیطانی ارادے

امام ابن کثیر نے البدایة والنہایة میں مورخ ابن اسحاق کے حوالے سے اس وفد کی مدینہ آمد کا تذکرہ تفصیلاً کیا ہے جو صفحہ ۹۳۶ سے لے کر ۹۳۸ء تک پھیلا ہوا ہے۔ ہم اسی کا اختصار یہاں پیش کر رہے ہیں۔ اس وفد میں یوں تو کچھ اور لوگ بھی تھے مگر اس قبیلے کے تین سرداروں کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں عامر بن طفیل، اربد بن مقیس اور جبار بن سلمیٰ بن مالک کے نام پائے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں معروف تھا: هُوَ الْآءِ الثَّلَاثَةُ رُؤَسَاءُ الْقَوْمِ وَشَيَاطِينِهِمْ۔ یہ تینوں اپنی قوم کے سردار ہیں اور بڑے شیطان ہیں۔ امام ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ عامر بن طفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاس آیا۔ اس کے ذہن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ پہلے سے موجود تھا۔ اس کی قوم میں سے کئی لوگوں نے اسے نصیحت کی کہ اے عامر سب لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو بھی مسلمان ہو جا۔ یہ سن کر اس نے غصے سے کہا: خدا کی قسم میں نے قسم کھائی ہے کہ میں سارے عرب کے لوگوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر دوں اور میرا یہ زندگی بھر کا مشن ہے۔ فَكَيْفَ اَنَا اتَّبِعُ عُقْبَى هَذَا الْفَتَا مِنْ قُرَيْشٍ؟ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ میں آخر قریش کے اس نوجوان کی کیسے اتباع کر لوں۔

پھر اس نے اپنا برا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ میں اس آدمی کے پاس جا رہا ہوں، تم خیال رکھنا کہ میں اسے چکنی چڑی باتوں میں یوں محو کر لوں گا کہ وہ بالکل ہر چیز سے غافل ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں تم وقت ضائع کیے بغیر اس پر تلوار چلا دینا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کے بعد اس بد بخت نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ساتھ دوستی کر لو۔

آپ نے فرمایا: لَا وَاللَّهِ حَتَّى تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَحْدَهُ۔ خدا کی قسم اس وقت تک دوستی نہیں ہو سکتی جب تک تم اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان نہ لے آؤ۔ اس نے پھر بھی اصرار کر کے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ سے دوستی کر لیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا۔ یہ بار بار اپنی بات دہراتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے وہی جواب دیتے رہے۔ اس دوران اس نے اربد بن مقیس کی طرف دیکھا تو سمجھ گیا کہ اسے تو کچھ سوجھ ہی نہیں رہا۔ عامر بن طفیل نے اسے یہ ذمہ داری سوچی تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار سے وار کرے گا۔ اربد سے مایوس ہو کر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکی دی۔ خدا کی قسم سن لیجیے! میں آپ کے خلاف پیادوں اور سواروں سے وادیاں اور پہاڑ بھردوں گا۔ آپ بھلا ایسی دھمکیوں سے کہاں ڈرنے والے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی اطمینان سے کہا: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ عَامِرَ بِنِ طَفِيْلِ، اے اللہ عامر بن طفیل کی خباثت و شرارت کے مقابلے پر تو میرے لیے کفایت فرما۔ اس کے بعد یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے۔

معجزہ نبوی

عامر بن طفیل نے ہمیشہ دل میں یہ خیال کیا تھا کہ اربد بڑا بہادر اور تیز طرار جنگجو ہے۔ اس واقعہ کے بعد اس نے اربد کی طرف حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا: بخدا روئے زمین پر تجھ سے زیادہ میں اپنی جان کے بارے میں کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔ لیکن آج تمہاری بزدلی ثابت ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم اب میرے دل میں تمہارا کوئی خوف نہیں ہے۔ اربد نے جواب میں کہا: عامر تیرا باپ مرے، میرے بارے میں جلد بازی نہ کر، خدا کی قسم تو نے مجھے جو حکم دیا تھا میں نے اس پر عمل کرنے کا کئی بار ارادہ کیا، مگر ہر مرتبہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اس (نبی پاک) کے اور میرے درمیان تو کھڑا ہے۔ اگر میں تلوار مارتا ہوں تو تیرے اوپر ہی چلے گی۔ کیا میں تجھے تلوار مار دیتا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۶)۔

عبرت ناک انجام

یہ لوگ اپنے علاقے کی طرف واپس چلے مگر اپنے علاقے میں نہیں پہنچے تھے کہ عامر بن طفیل

کو طاعون کی بیماری نے آیا۔ اس وقت یہ لوگ بنی سلول کی ایک عورت کے ہاں مقیم تھے۔ یہیں اس کی موت واقع ہوئی۔ موت سے پہلے اس نے یہ الفاظ کہے: يَا بَنِي عَامِرٍ! اَغْدَةُ كَغَدَةِ الْبَكْرِ فِي بَيْتِ امْرَاةٍ بِنِ سَلُولٍ۔ اے بنی عامر کیا بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں اونٹ کے پاؤں جیسی گلٹی۔ ابن ہشام کہتے ہیں: اس کے بعد سے یہ مقولہ بن گیا۔ اس طرح کی موت کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے۔ کیا اونٹ کے پاؤں جیسی گلٹی اور سلول (عورت) کے گھر میں موت؟

قبولِ اسلام غیر مشروط

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے، جس میں آپ نے حضرت مولہ بن جمیل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَا عَامِرُ اسْلِمِ، اے عامر! اسلام قبول کر لو۔ جواب میں اس نے کہا: چلیے میں آپ کی بات مان لیتا ہوں اور مسلمان ہو جاتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ سارے کے سارے دیہات میرے قبضے میں ہوں گے اور شہروں پر آپ کا حکم چلے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مشکل حالات میں بھی کبھی کسی کو مشروط طور پر اسلام میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اسلام کا تو معنی ہی خود سپردگی اور غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم کرنا ہے۔ آپ نے اس کے اس مضحکہ خیز مطالبے پر پھر فرمایا: عامر مسلمان ہو جا۔ اس نے پھر اپنا وہی مطالبہ دہرایا۔

دھمکی اور اس کا جواب

جتنی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی اتنی ہی مرتبہ تکرار کے ساتھ اس نے اپنی وہی رٹ لگائے رکھی۔ جب آپ نے حتمی طور پر انکار فرمادیا تو وہ غصے میں یہ بکتا ہوا چلا گیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ساری زمین کو تیرے خلاف نوجوان گھوڑوں اور بے ریش جواں مردوں سے بھر دوں گا اور ہر کھجور کے درخت کے ساتھ میں لازماً گھوڑا باندھوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی جامع بات فرمائی: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي عَامِرًا وَاَهْدِ قَوْمَهُ۔ یعنی اے اللہ عامر کے مقابلے پر تو میرے لیے کافی ہو جا اور اس کی قوم کو ہدایت عطا کر دے۔ آپ

دیکھیے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضدی، اجڈ، خود غرض اور رعونت پسند کافر سردار کے بارے میں اللہ سے مدد طلب کرنے کے ساتھ اس کی قوم کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔ آپ تو پوری انسانیت کے لیے رحمت تھے۔ عامر کے حق میں آپ کے الفاظ ایک لحاظ سے بددعا ہے، مگر ساتھ ہی باقی ماندہ افراد قبیلہ کے لیے دردِ دل کے ساتھ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پانے کی دعا کی ہے۔ (دلائل النبوة للبیہقی، ۵/۳۲۱) اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس دشمنِ خدا کی موت کا وہی واقعہ لکھا ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں: **اللَّهُمَّ اكْفِنِي عَامِرًا وَاَهْدِ بَنِي عَامِرٍ**۔ یعنی اے اللہ تو عامر کے مقابلے پر میرے لیے کافی ہو جا اور قبیلہ بنو عامر کے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۶/۴۱۲)۔ اس دعا کا نتیجہ تھا کہ عامر تو اپنے انجام کو پہنچا اور بنو عامر اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

ذواللسانین

حضرت مولہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے ان کا نسب یوں بیان کیا ہے: مولہ بن کثیف الضبابی الکلابی العامری، یعنی یہ بنو عامر بن صعصعہ کے فرد تھے۔ یہ بیس سال کے تھے جب انھوں نے اسلام قبول کیا اور قبولِ اسلام کے بعد سو سال زندہ رہے۔ یعنی ایک سو بیس سال عمر پائی۔ ان کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے انھیں ذواللسانین کہا جاتا تھا۔ ان کے بیٹے عبدالعزیز نے ان سے عامر بن طفیل والا واقعہ روایت کیا۔

بنو عامر کا خوش نصیب گھرانہ

حضرت مولہ رضی اللہ عنہ کی پوتی ظمیا بنت عبدالعزیز اپنے باپ سے بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے اپنے باپ (حضرت مولہ) سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں بیس سال کی عمر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے میرے دائیں ہاتھ پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا دی۔ اس کے بعد مولہ اپنے اونٹ لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور صدقہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کا پیش تر وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں گزرا۔ عامر بن طفیل وہی شخص ہے جس کا تذکرہ واقعہ بر معونہ میں گزر چکا ہے، جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۷۰ میں سے ۶۹ صحابہ شہید ہو چکے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے ماموں حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو اسی بد بخت نے بر معونہ میں قتل کیا تھا۔ اس واقعہ میں صرف حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بچ گئے تھے، وہ بھی زخموں کے ڈھیر میں مقتول سمجھ کر چھوڑ دیے گئے تھے۔ انہی کی زبانی بر معونہ کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔

ایک اور گستاخ رسول کا انجام بد

عامر بن طفیل کا انجام تو اوپر گزر چکا ہے۔ اب اربد کے بارے میں سنئے۔ یہ جب واپس اپنی قوم کی طرف گیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا پیغام لے کر آیا ہے؟ اس نے کہا کوئی پیغام نہیں ہے، خدا کی قسم اس شخص [نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم] نے ہمیں ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی، جسے ہم نے قبول نہیں کیا۔ میری خواہش ہے کہ کاش وہ میرے سامنے آئے، میں اسے تیر مار کر قتل کر دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس بغض اور کینے کا اعلان کرنے کے بعد وہ اللہ کے غضب سے کیسے بچ سکتا تھا۔ ان الفاظ کے کہنے کے دو دن بعد ہی وہ اپنا اونٹ فروخت کرنے کے لیے بازار کی طرف گیا تو آسمان سے بجلی کڑکی اور وہ اپنے اونٹ سمیت جل کر راکھ ہو گیا۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ عرب کے مشہور و معروف شاعر لبید بن ربیعہ اور اربد بن قیس کی ماں ایک تھی۔ اس کی موت پر لبید کا لکھا ہوا مرثیہ بھی مورخین نے نقل کیا ہے:

مَا إِنْ تَعَدَى الْمَنُونُ مِنْ أَحَدٍ
لَا وَالِدٍ مُّشْفِقٍ وَلَا وَالدٍ
فَجَعَنِي الْبَرْقُ وَالصَّوَاعِقُ بِأَلٍ
فَارِسٍ يَوْمَ الْكَرِيهَةِ النَّجْدِ

يَعْفُوا عَلَى الْجُهْدِ وَالسُّؤَالِ كَمَا

يَنْبُتُ غَيْثُ الرَّبِيعِ ذُو الرَّصَدِ

موت کسی کو نہیں چھوڑتی، چاہے مشفق باپ ہو یا پیاری اولاد ہو۔

مجھے برق اور کڑک نے اس گھڑسوار کے بارے میں دکھ دیا جو خونریز جنگ کے موقع پر گھوڑے کی پیٹھ سے الگ نہیں ہوتا تھا۔

باوجود مشقت برداشت کرنے اور سوال کے پورا کرنے کے، وہ مٹ جاتا ہے، جیسا کہ موسم بہار کی بارش پر خود رو پودے اگتے ہیں (اور پھر مٹ جاتے ہیں)۔

قرآن کا ایمان افروز اندازِ بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے کہ سورہ الرعد کی یہ آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عامر اور اربد کے متعلق نازل ہوئی ہیں:

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْبِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَ مَا تَزَادُ ۗ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِإِقْدَارٍ ۝ عِلْمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةُ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَن أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَ مَن جَهَرَ بِهِ وَ مَن هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَ سَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝ لَهُ مُعَقَّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مَن خَلْفَهُ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۗ (الرعد ۱۳: ۸-۱۱)

اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے، جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ، اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو، اس ذاتِ بابرکات کے لیے یکساں ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے مقرر کیے ہوئے نگران لگے ہوئے ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ (البدایة و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد

الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۶-۹۳۸)

یہ آیات تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بندگانِ خدا کے متعلق ہیں۔ اس کے بعد کا حصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بدخواہوں [اور جملہ اسلام دشمنوں] کے بارے میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۗ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ ۚ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۖ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ ۗ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ ۗ وَهُوَ شَدِيدُ الْحِمَالِ ۗ (الرعد ۱۳: ۱۱-۱۳)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔ وہی ہے جو تمہارے سامنے بجلیاں چمکاتا ہے جنہیں دیکھ کر تمہیں اندیشے بھی لاحق ہوتے ہیں اور امیدیں بھی بندھتی ہیں۔ وہی ہے جو پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھاتا ہے، بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور (بسا اوقات) انہیں جس پر چاہتا ہے عین اس حالت میں گرا دیتا ہے جبکہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ فی الواقع اس کی چال بڑی زبردست ہے۔

امام قرطبی نے ان آیات کی تفسیر میں ساری تفصیل بیان فرمائی ہے۔ (تفسیر قرطبی،

مطبوعہ طہران، ج ۹، ۱۰، ص ۲۹۵-۲۹۸)



ضمام بن ثعلبہ، سفیر سعد بن بکر

سعد بن بکر کا سفیر

ابن اسحاق کے حوالے سے امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قبیلہ بنو سعد بن بکر کی طرف سے ضمام بن ثعلبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے قاصد اور نمائندے کے طور پر مدینہ آیا۔ جب وہ مسجد نبوی کے باہر پہنچا تو اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کا گھٹنا باندھ کر مسجد نبوی کے اندر داخل ہوا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ضمام دلیر، جفاکش اور گھنے بالوں والا آدمی تھا۔ مجلس کے پاس جب پہنچا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکا۔ اس نے سوال کیا: تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ اس پر اس نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تو آپ نے جواب دیا: ہاں فرمائیے۔ اس نے کہا: میں ایک سوال کرنے لگا ہوں اور پہلے ہی معذرت کر لوں کہ میرے سوال میں درستی ہو تو اسے محسوس نہ کیجیے۔

بے تکلف گفتگو

آپ نے فرمایا: تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ دے میں برا نہیں مانوں گا۔ اس پر اس نے کہا: میں آپ کو آپ کے معبود، آپ سے پہلے لوگوں کے معبود اور بعد میں آنے والے لوگوں کے معبود کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ نَعَمْ، ہاں بخدا ایسا ہی ہے۔

پھر اس نے وہی واسطہ دے کر پوچھا: کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں اس اکیلے (وحدہ) کی عبادت کی طرف بلائیں اور ہم کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ان تمام شریکوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: اللہم نعم۔ پھر اس نے مزید سوال اسی انداز میں کیے جس میں پانچ نمازوں کے بارے میں پوچھا، زکوٰۃ، روزوں، حج اور دیگر تمام فرائض و احکام کے بارے میں سوال پوچھے۔ آپ نے ہر ایک کا مثبت جواب دیا۔ اچھی طرح سے اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ضمام بن ثعلبہ نے بہت خوب صورت بات کہی۔ وہ واقعی عظیم انسان اور دانش مند عرب سردار تھا۔

قبولِ اسلام

اس نے کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَسَادِي هَذِهِ الْفَرَائِضَ، اجْتَنَبُ مَا نَهَيْتَنِي عَنْهُ، ثُمَّ لَا أُزِيدُ وَلَا أَنْقُصُ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيرِهِ رَاجِعًا۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں ان تمام فرائض کو ادا کروں گا جن کا حکم دیا گیا ہے اور ان تمام باتوں سے اجتناب کروں گا جن سے روکا گیا ہے۔ میں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا۔ یہ الفاظ کہہ کر اس نے الوداعی سلام کہا اور اپنے اونٹ کے پاس چلا گیا۔ اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنْ صَدَقَ ذَاتَ الْعَقِيصَتَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ اگر بالوں کی دو چوٹیوں والے نے سچ کہا ہے تو وہ اہل جنت میں سے ہے۔ ضمام بن ثعلبہ نے اپنے اونٹ کا گھٹنا کھولا، اس پر سوار ہوا اور چلا گیا۔ (مسند احمد، ج ۲۲۵۴)

کامیاب داعیِ حق

جب وہ اپنے قبیلے کے پاس آیا تو تمام لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس نے ان سے سب سے پہلی بات یہ کی کہ لات وعزى کی بربادی ہو۔ یہ سن کر لوگ حیران رہ گئے اور انہوں نے کہا: اے ضمام! ایسی بات مت کر۔ برص، جذام اور جنون کے خطرناک امراض سے بچ اور لات وعزى کی توہین مت کر۔ اس پر اس صاحبِ ایمان حضرت ضمام رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ہلاکت کا راستہ اپنانے

والو! یہ دونوں بت نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے دور میں اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل کی ہے۔ تم جس گمراہی میں پھنسے ہوئے ہو اس سے نکلنے کا راستہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ میں اللہ وحدہ لا شریک پر اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں۔ میں تمہارے پاس ان کی ہدایات میں سے وہ باتیں لے کر آیا ہوں کہ جس میں فرائض بھی ہیں اور ممنوع امور بھی ہیں۔ پھر اس نے پوری تعلیمات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنی تھیں من و عن بیان کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان میں اتنی تاثیر پیدا کر دی کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ وہاں پر موجود تمام مرد و خواتین اسلام میں داخل ہو گئے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

مسنون دعا

اللہ کے رسول نے ان بیماریوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کے لیے امت کو دعا سکھائی ہے جن کا تذکرہ سعد بن بکر کے لوگوں نے کیا تھا اور جن کا اختیار اپنے بتوں کی طرف منسوب کیا تھا۔ یہ دعا حدیث میں یوں منقول ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجَذَامِ وَسَيِّئِ الْاَسْقَامِ۔ یعنی اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں برص، جنون، جذام اور ہر طرح کی بدترین بیماریوں سے۔ (سنن ابوداؤد، ج ۱۵۵۴، سنن نسائی، ج ۲۷۰، اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۸۷-۸۸، البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۹-۹۴۰، سیرت بن ہشام، القسم الثانی، ص ۵۷۳-۵۷۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ کسی بھی قوم کا کوئی قاصد اور وفد ہم نے ایسا نہیں دیکھا جو ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ ہو۔ چونکہ فتح مکہ کے بعد عزیٰ کا بت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسمار کیا تھا اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی مدینہ آمدیا تو فتح مکہ سے قبل تھی یا ان کے علاقے میں ابھی تک ان بتوں کی پوجا کا سلسلہ جاری تھا۔ واللہ اعلم۔



وفد اشعریین

(۵۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ

قبیلہ اشعر کا تعلق سرزمین یمن سے تھا۔ یہ ایک بڑا قبیلہ تھا اور عربوں کے درمیان اسے بڑی عزت و توقیر بھی حاصل تھی۔ اس قبیلے کے لوگ ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ دور ہے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسی قبیلے کے فرد تھے۔ آپ کو میدان جہاد میں بھی کارنامے سرانجام دینے کا شرف حاصل ہے اور وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حافظ قرآن اور مفسر قرآن بھی تھے۔ ان کو اللہ نے جو لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔ اس کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمائی اور ان کی سریلی آواز کو لحن داؤدی کے مصداق قرار دیا۔ اس قبیلے کے ۵۳ افراد بحری جہاز کے ذریعے یمن سے حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ سوئے اتفاق سے باد مخالف نے جہاز کو جدہ کی بجائے حبشہ کے ساحل پر پہنچا دیا۔ ایک روایت کے مطابق حبشہ میں اس قبیلے کے لوگوں کی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سے ہوئی۔ اس زمانے میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی واپسی کے لیے رخصت سفر باندھ چکے تھے۔ چنانچہ یہ وفد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی روانہ ہوا اور خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (سیرت النبیؐ، شبلی نعمانی، حصہ دوم، ص ۳۲)

قابل تعریف لوگ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن اور اہل یمن کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ نے فرمایا: **الْإِيمَانُ مِنَ الْيَمَنِ**۔ یعنی اہل یمن کے اندر ایمان موجود ہے۔ صحیح بخاری میں بھی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے۔ امام مسلم کے مطابق اشعریوں کے وفد کی آمد پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً، وَالْيَمَنُ قُلُوبًا، الْاِيْمَانُ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخِيَلَاءُ فِيْ اَصْحَابِ الْاِبْلِ وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ۔ تمہارے ہاں یمن کے لوگ آئے ہیں جن کے اندر رقتِ قلب اور نرم دلی پائی جاتی ہے۔ ایمان یمن سے ہے اور حکمت بھی یمانی ہے۔ اونٹوں کے مالک فخر و تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں اور بکریوں والے سکینت و وقار کا مجسمہ ہوتے ہیں۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابة، صحيح بخارى، كتاب المغازي، باب قدوم الاشعريين بحواله: البداية والنهاية، امام ابن كثير، المجلد الاول، مطبوعه دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۴۴۹)

حقیقی محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے، جس میں قبیلہ اشعر کے وفد کی آمد اور ان کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ جوشِ ایمانی، مسرت اور فرطِ انبساط کے ساتھ شعر پڑھ رہے تھے:

غَدَا نَلْقَى الْاَجِبَةَ
مُحَمَّدًا وَ حِزْبَهُ

کل ہم اپنے قلبی دوستوں سے ملیں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔ یہی شعر زاد المعاد، ج ۲، ص ۳۲ پر بھی ہے۔ اس شعر کے اندر کس قدر اخلاص و محبت ہے۔ دراصل یہ لوگ عظیم صفات کے مالک تھے اور انتہائی شائستہ مزاج اور مہذب بھی! یہ وفد جب آپ کی خدمت میں آیا تو آپ سے انہوں نے کئی سوال کیے، جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ اپنے دین کے بارے میں آپ سے احکام سیکھیں۔ ہم ابتدا میں تخلیق کائنات کی تفصیلات بھی جاننا چاہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین و آسمان کو

پیدا کیا و كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ اور اس کا تخت پانی پر تھا۔ اللہ ہمیشہ سے موجود تھا، جب کہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، ج ۱، ص ۴۵۳)

تمیم اور اشعر کا موازنہ

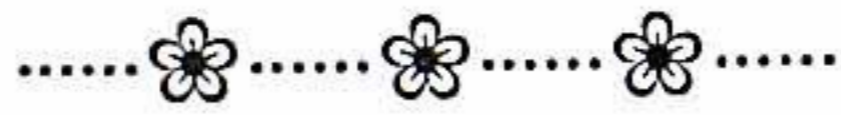
بنو تمیم کے لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے تو آپ نے فرمایا تھا کہ اے بنو تمیم تمہیں بشارت ہو۔ بنو تمیم مال و دولت کے حریص تھے تو انہوں نے کہا آپ نے ہمیں بشارت تو دے دی ہے مگر ہمیں کچھ مال و زر بھی تو عطا فرمائیے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ ظاہر ہے ایمان سے بڑھ کر اور کیا دولت ہو سکتی ہے اور اللہ کی رضا اور حصولِ جنت سے بڑا سرمایہ کیا ہو سکتا ہے۔ آپ نے یہی الفاظ بنو اشعر کے لوگوں سے یوں کہے: اَقْبِلُوا الْبُشْرَىٰ اِذْ لَمْ يُقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ۔ یعنی اے بنو اشعر بشارت قبول کرو جو بنو تمیم کے لوگ قبول نہ کر پائے۔ اہل یمن کے دلوں میں مال و دولت کا لالچ نہیں تھا، یہ مستغنی لوگ تھے۔ یہ الفاظ سن کر انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بشارت قبول کرتے ہیں۔ امام ابن کثیر نے البداية والنهاية میں یہ واقعہ لکھتے ہوئے کہا ہے کہ بنو تمیم سے اہل یمن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس پر یہ اشکال آتا ہے کہ بنو تمیم کا تذکرہ کیوں کیا گیا۔ اس کا جواب وہ خود ہی دیتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بنو تمیم پہلے آئے ہوں۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۴۴)

ایک توجیہ

ہمارے نزدیک یہ وضاحت اطمینان بخش نہیں ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ بنو تمیم کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلے بھی آیا کرتے تھے اور آپ کو بطور کرایے کے فوجی اپنی خدمات پیش کیا کرتے تھے۔ تاریخ میں یہ واقعات موجود ہیں کہ یہ قبائل آپ کے مقابلے پر قریش کے ساتھ مل کر غزوہ خندق میں آئے تھے اور بعد میں یہود کا مقابلہ کرنے کے لیے انہوں نے اپنی

خدماتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو دنیوی حرص اور لالچ کے مقابلے میں ایمان اور آخرت کی کامیابی کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے کسی موقع پر آپ نے بنو تمیم کے سرداروں سے یہ بات کی ہو۔ ایک دوسرا احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۸ھ میں آنے والے وفد میں اہل یمن کا کوئی اور وفد آیا ہو اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہو۔ اہل یمن کے بہت سے وفود وقتاً فوقتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

جس وفد کا تذکرہ ہم یہاں کر رہے ہیں وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر میں حاضری دی تھی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش تھے۔ اسی موقع پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: وَاللَّهُ مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَسْرٌ، أَبِقْدُومِ جَعْفَرٍ، أَوْ بِفَتْحِ خَيْبَرَ؟ یعنی بخدا (آج میں بہت خوش ہوں) اور میں نہیں کہہ سکتا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد میرے لیے زیادہ خوشی کا باعث ہے یا خیبر کی فتح؟



وفد بنی کلب

ایمان و تصدیق کا شرف

بنو کلب عربوں کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کے دو وفود کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے۔ دونوں وفد یکے بعد دیگرے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں وفود میں دو دو نمایندے شامل تھے۔ ان وفد میں آنے والے لوگوں کے ناموں میں سے پہلے وفد کے دو نام عاصم اور عبد عمر و تاریخ میں ملتے ہیں۔ اس وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے ان کے سوالوں کے جواب میں فرمایا: میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ پاکیزگی کی تعلیمات اور سچائی کا دین لے کر آیا ہوں۔ جس شخص نے مجھ سے منہ موڑا اور مجھ سے جنگ کی اس کے لیے خرابی اور مکمل تباہی ہے اور جو شخص مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق کی اللہ کے کام میں میرا مددگار بنا اور میرے ساتھ مل کر جہاد کیا اس کے لیے مکمل بھلائی اور کامیابی ہے۔ وفد کے دونوں ارکان شریف النفس اور سمجھ دار تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں غور سے سنیں اور بہ یک زبان کہا: اٰمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ بِاَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

عبد عمر نے اپنے اشعار میں اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا:

اَجِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذْ جَاءَ بِالْهُدٰى
وَأَصْبَحْتُ بَعْدَ الْجَحْدِ بِاللّٰهِ اَوْجَرًا
وَوَدَّعْتُ لَذَاتِ الْقَدَاحِ وَقَدْ اُرٰى

بِهَا سَدِ كَأُ عُمَرِي وَلَلَّهُوُ أُصُورَا
وَأَمْنُتُ بِاللَّهِ الْعَلِيُّ مَكَانُهُ
وَأَصْبَحْتُ لِلْأَوْثَانِ مَا عِشْتُ مُنْكَرَا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا جب وہ ہدایت کے ساتھ تشریف لائے اور اپنے اس ایمان کے اقرار اور کفر کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کا امیدوار بن گیا۔

اور میں نے ناؤ نوش (پیالہ و جام) کو ترک کر دیا حالانکہ وہ میری زندگی میں ایک لازمی حصہ رہا تھا۔ میں ہمیشہ لہو و لعب کی طرف مائل رہا (لیکن آج اس سب کچھ سے ہاتھ اٹھا رہا ہوں)۔

میں اس اللہ پر ایمان لایا ہوں جس کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ زندگی کے آخری سانس تک بتوں سے برأت کا اظہار کرتا رہوں گا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳۲)

دوسرا وفد

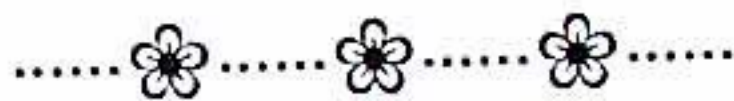
یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اخلاق اور مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوئے۔ اسی قبیلے کا دوسرا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں بھی دو آدمی ابن سعدانہ اور حارثہ بن قطن شامل تھے۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات حاصل کیں۔ ان کو رخصت کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک تحریری فرمان عطا فرمایا تھا جس کا مضمون یوں ہے:

وثیقہ نبویؐ

یہ تحریر دومتہ الجندل کے باشندوں اور ان کے گرد و نواح میں رہنے والے بنو کلب کے لوگوں کے لیے ہے۔ جو محمد رسول اللہ کی طرف سے حارثہ بن قطن کے ذریعے ان تک

پہنچائی جا رہی ہے۔ بارانی اور غیر آباد زمین اسلامی ریاست کی ہوگی اور تمھاری آباد زمینیں اور باغات تمھارے ہوں گے۔ کھجور کے درختوں والے تمام علاقے تمھارے پاس رہیں گے۔ چشموں [اور باران] سے سیراب ہونے والی زمین پر عشر اور مصنوعی طریقے سے کنوؤں کے ذریعے سیراب ہونے والی زمین پر نصف عشر ہوگا۔ مال مویشیوں پر ظلم نہ کیا کرنا۔ نماز کو اس کے اوقات پر قائم کرنا اور زکوٰۃ پوری کی پوری ادا کرنا۔ تمھارے لیے تمام زمینیں چراگاہ ہوں گی، وہاں سے گھاس کاٹنے کی بھی کوئی ممانعت نہیں ہوگی۔ اس معاہدے کی پابندی تم پر بھی لازم ہے اور ہم پر بھی تمھاری خیر خواہی اور وفا کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں میں سے جو لوگ بھی یہاں حاضر ہیں اس معاہدے کے گواہ ہیں۔

یہ وفد اس دستاویز کو لے کر اپنے قبیلے میں گیا اور لوگوں کے سامنے اسے پیش کیا۔ بنو کلب کے لوگوں نے اسے خوش دلی سے قبول کر لیا۔ (أسد الغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۱، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۴۵۴، طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۳۳۴-۳۳۵)



وفد بنوز بید

معقول تجویز

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی عمرو بن معدیکرب کے فتح ایران میں بڑے تذکرے ملتے ہیں۔ یہ بہت بہادر اور بلند قامت انسان تھے۔ اپنی سواری پر سوار ہوتے تو عموماً ان کے پاؤں زمین کے ساتھ ٹکرا رہے ہوتے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنوز بید سے تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ان تک پہنچی تو وہ اپنے قبیلے کے سردار قیس بن مکشوح المرادی کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے قیس! تم اپنی قوم کے سردار ہو اور ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ارض حجاز میں ایک شخص کا تذکرہ بہت ہو رہا ہے، جس کا تعلق قریش سے ہے۔ اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ میری تجویز ہے کہ تم ہمیں اپنے ساتھ لے کر اس سے ملاقات کے لیے چلو تا کہ ہم پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے۔ اگر وہ واقعی اللہ کا نبی ثابت ہو گیا تو پھر ہمیں اس کی اتباع کرنی چاہیے اور اگر اس کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہو تو بھی ہمیں علم ہو جائے گا۔ پھر ہم اس کی اتباع کرنے کی بجائے اسے اپنے پیچھے لگالیں گے۔

تکبر و نخوت

عمرو کی یہ بات معقول تھی مگر سردار قبیلہ عربوں کے عام رواج و روایات کے مطابق غرور میں مبتلا تھا۔ اس نے کہا تمہاری یہ تجویز ناقابل قبول ہے، تمہاری یہ رائے احمقانہ معلوم ہوتی ہے۔ عمرو ایک بہادر انسان تھا۔ اسے اس جواب سے افسوس تو ہوا، مگر وہ مایوس نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب انسان کی قسمت اس کا ساتھ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے حق کے راستے کھول دیتا ہے۔ عمرو بن معدیکرب نے فیصلہ کیا کہ وہ خود سفر کر کے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے۔ آپ سے ملاقات کی تو دل نے گواہی دی کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ پس وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ یہ خبر جب سردار قبیلہ کو پہنچی تو وہ سخت غصے میں آیا اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی واپسی پر انھیں دھمکی دی کہ تو نے میری اجازت کے بغیر یہ فیصلہ کر لیا ہے اور میری رائے کے خلاف تو قریشی نوجوان کا پیروکار بن گیا ہے۔ (تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا)۔

پرتا شیر اشعار

عمرو رضی اللہ عنہ ایک بہادر انسان تھے اور قبول اسلام نے تو انھیں اور بھی جری بنا دیا تھا۔ انہوں نے فی البدیہہ اشعار کہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تعریف کی:

أَمْرُكَ	يَوْمَ	ذِي	صَنْعَاءَ
أَمْرًا	بَادِيًا		رُشْدُهُ
أَمْرُنِكَ	بِاتِّقَاءِ		اللَّهِ
وَ	الْمَعْرُوفِ		تَتَعَدَّهُ
خَرَجْتَ	مِنَ	الْمُنَى	مِثْلَ
الْحَمِيرِ	غَرَّةَ		وَتُدُّهُ
فَلَوْ	لَأَقْبَيْتَنِي		لَلْقَيْتَ
لَيْثًا	فَوْقَهُ		لِبُدُّهُ
تَلَاقِي	شَيْئًا		شَنْنُ
الْبَرَّائِنُ	نَاشِرًا		كِنْدُهُ
ظُلُومُ	الشِّرْكِ		فِيْمَا
أَحْرَزْتُ	أَنْيَابَهُ		وَيَدُّهُ

میں نے ذو صنعا کے دن تمہیں خیر و بھلائی کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے تجھے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور نیکی کی راہ اپنانے کا مشورہ دیا تھا۔ تو آزمائش سے ڈر کر گدھے کی طرح

بھاگ گیا، جس کے کھونٹے نے اسے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہو۔ اگر تو میری بات مانتا تو ایسے نرم خوانسان [رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم] سے ملتا، جس کے اوپر نرم چادر ہے۔ تو ایک کھلے پنچوں والے شیر سے ملتا، جو کندہ کو منتشر کر دینے والا ہے، جو شرک کے اندھیروں کو اپنی بے مثال قوت سے شکست دینے والا ہے۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۲۶-۹۴۵)

فتنہ ارتداد

ان اشعار میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے خصائل بیان کیے ہیں، مگر اسی تفصیلی قصیدے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی و محبت کا تذکرہ بھی کیا ہے اور کفر و شرک کے مقابلے میں ان کی قوت و ہیبت کو بھی بیان فرمایا ہے۔ سردار قوم کو غصہ تو بہت آیا، مگر وہ کچھ کرنے سکا۔ اس کے بعد عمرو بن معدیکرب اپنی قوم بنوز بید کے درمیان ہی مقیم رہے۔ اب ان کے سردار فروہ بن مسیک تھے۔ بد قسمتی کی بات یہ ہوئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب فتنہ ارتداد پھیلا تو عمرو بن معدیکرب بھی اس کا شکار ہو گیا اور اسلام کا انکار کر کے مزد بن گیا۔ پھر قسمت نے یاوری کی اور اللہ نے دوبارہ دل کی آنکھیں کھول دیں اور جلد ہی پھر اسلام کی طرف پلٹ آیا اور اب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس قدر پختہ مسلمان ثابت ہوا کہ اس کی قسمت پر لوگ رشک کرتے ہیں۔ جنگ قادسیہ میں ان کی شہادت ہوئی۔ اس سے قبل نہاوند کے معرکے میں بھی بڑے کارنامے سرانجام دیے، جو یادگار ہیں۔

مورخین نے، بالخصوص ابن اسحاق نے، رائے دی ہے کہ عمرو بن معدیکرب کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ثابت نہیں، اس لیے وہ صحابہؓ کی صف میں شمار نہیں ہوتے۔ اس حوالے سے ان کی ایک نظم کا شعر بھی پیش کیا جاتا ہے:

انسی بالنبی موقنة نفسی

وان لم ار النبی عیانا

میرا قلب و ذہن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا ایمان و یقین رکھتا ہے، اگرچہ میں نے

اپنی آنکھوں سے ان کی زیارت نہیں کی۔

اس کے جواب میں امام ابن کثیر اور دیگر مورخین بالخصوص ابن عبدالبر، صاحب الاستیعاب کہتے ہیں کہ عمرو بن معدیکرب ۹ھ اور بعض کے نزدیک ۱۰ھ میں مدینہ آیا تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تھی۔ ہماری رائے بھی یہی ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا مذکورہ شعر اور نظم اس زمانے کی ہے جب وہ اپنے سردار کے حجاز جانے سے انکاری ہونے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بن دیکھے ایمان لے آئے تھے اور جو صفات مختلف وفود سے انہوں نے سن رکھی تھیں انہی کی روشنی میں انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں وہ قصیدہ لکھا۔ یہ شعر بھی اسی زمانے کے لگ بھگ ہوگا۔ بعد میں وہ وفد لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہوں گے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہوں گے۔ اسی لیے عام الوفود میں ان کا اور بنوزبید کے وفد کا تذکرہ ملتا ہے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۲۲۶)

مورخ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ، میں وفد زبید کا تذکرہ کیا ہے جس کے مطابق یہ لوگ مدینہ منورہ میں آئے اور یہ دس افراد تھے۔ ان کے قائد عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں آ کر ٹھہرے جنہوں نے ان کی بہت آؤ بھگت کی۔ پھر وہی ان کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر ان لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کئی دن مدینہ میں مقیم رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو انعامات سے بھی نوازا۔ پھر یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر خوش خوش اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، م بیروت، ص ۳۲۸)



جریر بن عبد اللہ الجبلی رضی اللہ عنہ

آنحضور ﷺ کی طرف سے تحسین

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی یمن کے قبیلہ بجیلہ سے تھا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث بھی نقل کی ہیں۔ خود اپنی آمد کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کا قصد کیا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا اور اپنے تھیلے کو کھول کر نیا جبہ پہنا۔ پھر میں مدینہ میں داخل ہوا۔ جب میں مسجد نبوی کے قریب پہنچا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ میری طرف متوجہ ہیں۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا تذکرہ فرمایا ہے، جواب میں اس نے کہا کہ ہاں اپنے خطبے کے دوران ہی آپ نے فرمایا تھا: یدخل علیکم من ہذا الباب من خیر ذی یمن الا ان علی وجہ مسحة ملک۔ اس دروازے سے اہل یمن میں سے ایک بہترین آدمی تمہارے پاس آئے گا مگر اس کے چہرے پر شاہانہ علامات ہیں۔ میں نے یہ سنا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے میرا ذکر خیر کیا ہے۔ (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۴۹)

قبول اسلام کا اعلان

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ نے فرمایا: جریر کس مقصد کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول

کرنے آیا ہوں۔ یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور آپ نے میرے اوپر چادر ڈال دی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: إِذَا آتَاكُمْ كَرِيمٌ قَوْمٌ فَأَكْرِمُواهُ۔ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت و اکرام کرو۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں، مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں آنے سے کبھی محروم نہیں رکھا۔ آپ نے جب بھی مجھے دیکھا ہے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ دیکھا ہے۔ ایک روایت میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا گھوڑ سوار نہیں ہوں، گھوڑے پر جب بھی بیٹھتا ہوں جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا: اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا۔ اے اللہ اسے (گھوڑے کی پیٹھ پر) مضبوطی و ثبات عطا فرما اور اسے ہادی و مہدی بنا دے۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۰)

بیعتِ رسول

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا حال بھی بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لیے مجھے کون سی شرائط پوری کرنی پڑیں گی؟ تو آپ نے فرمایا میں تجھے اپنی بیعت میں لیتا ہوں اس شرط پر کہ تو اللہ کی عبادت کرے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔ نماز قائم کرے گا، زکوٰۃ ادا کرے گا۔ ہر مسلم کی خیر خواہی کرے گا اور شرک سے بے زاری کا اظہار کرے گا۔ (سنن نسائی)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے وقت بنیادی ایمانیات اور ارکانِ اسلام کے ساتھ معاملات میں حسن اخلاق کی بھی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مختلف مواقع پر ان ہدایات میں کمی بیشی بھی نظر آتی ہے، مگر بنیادی تعلیمات ہر موقع پر بیعت کرنے والے مردوں اور

خواتین کے سامنے واضح کی جاتی تھیں۔ خواتین سے بیعت کے لیے قرآن مجید میں خصوصی ہدایات بھی نازل فرمائی گئیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ
وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ
وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ۝ (الممتحنة: ۶۰: ۱۲)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب مومن عورتیں ہجرت
کر کے تمہارے پاس آئیں (ان کے مومن ہونے کی) جانچ پڑتال کر لو اور ان کے
ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو
انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے
حلال۔ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر ان کو دیے تھے وہ انہیں پھیر دو۔ اور ان سے نکاح
کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو۔ اور تم خود بھی کافر
عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رو کے رہو۔ جو مہر تم نے اپنی کافر بیویوں کو دیے تھے وہ تم
واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیے تھے انہیں وہ واپس مانگ
لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

بت شکنی

قبیلہ بنو نضیم اور قبیلہ بجیلہ کے لوگوں نے یمن میں ایک عبادت خانہ بنا رکھا تھا جسے وہ خانہ
کعبہ کا مقابل سمجھتے تھے اور اس کا نام رکھا ہوا تھا الکعبۃ الیمانیہ۔ یہ لوگ بیت اللہ شریف کو کعبہ مکی اور
بیت المقدس کو کعبہ شامی کہتے تھے۔ اس عبادت گاہ کا نام ذوالخلصہ بت کے نام پر کعبۃ ذوالخلصہ
بھی مشہور تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم اس
بت خانے کو منہدم نہیں کر سکتے؟ تو انہوں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے

لیے دعا کیجیے میں اچھا گھوڑ سوار بن جاؤں۔ چنانچہ آپ نے ان کے حق میں وہ دعا کی جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے۔ پھر انھوں نے جا کر اس عمارت کو منہدم کر دیا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۰)

اس وفد کا تذکرہ اُسد الغابة میں بھی ملتا ہے اور طبقات ابن سعد میں بھی، مگر زیادہ تفصیل امام ابن کثیر نے دی ہے۔ البتہ ہم نے بہت زیادہ تفصیل سے ہٹ کر اختصار کے ساتھ ان واقعات کو یہاں نقل کر دیا ہے۔ (اُسد الغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۱، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۳۶۵-۳۶۷، طبقات ابن سعد، ج ۱، م بیروت، ص ۳۴۷-۳۴۸)



وفدِ حضر موت

محبت فاتحِ عالم

یمنی عربوں کے ایک اہم مقتدر قبیلے کا نام بنو حمیر ہے۔ یمن میں طویل عرصے تک ان کی بادشاہت قائم رہی۔ ان کے علاوہ بھی مختلف ادوار میں بادشاہوں کے کئی دیگر خاندان برسرِ اقتدار رہے، مگر ان میں سے بنو حمیر زیادہ معروف تھے۔ اسی طرح حضر موت کے سرداروں کو بھی بادشاہت کا درجہ حاصل تھا۔ یمن کے حضرمی خاندان کا جو وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا قائد ابو عمر وائل بن عبدالبر بن وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل الحضرمی تھا۔ اس کے باپ تک حضر موت میں اس خاندان کی حکومت رہی تھی۔ اس وفد کی آمد سے پہلے آپ نے صحابہ کرام کو خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا: یاتیکم بقیۃ ابناء الملوک، یعنی تمہارے پاس (یمن) کے بادشاہوں کی اولاد میں سے باقی ماندہ لوگ آ رہے ہیں۔ جب ابو عمر آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کا پر تپاک استقبال کیا۔ اس کے اعزاز میں آپ نے اپنی چادر بچھادی اور اس پر اپنے ساتھ اسے بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی: اللّٰهُمَّ بَارِكْ فِیْ وَاوِلِیْ وَاوِلِدِہِ وَاوِلِدِ وَاوِلِدِہِ۔ یعنی اے اللہ وائل کے خاندان، اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد کو برکت عطا فرما۔ (البداية والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۰)۔ یہ ہے داعیِ کامل اور ہادیِ اعظم کا اخلاق و کردار۔ اسی کو محبت فاتحِ عالم کہا جاتا ہے۔ آپ جہاں ذرا سا بھی خیر دیکھتے ان لوگوں کے دل جیت لینے کی سعی فرماتے اور اللہ آپ کو اس میں کامیابی سے نوازتا۔ جملہ اہل ایمان بالخصوص داعیانِ حق کے لیے اس واقعہ میں اسوۂ کامل ہے۔ وباللہ التوفیق!

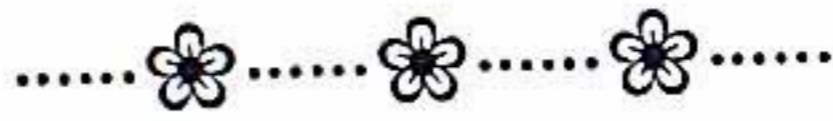
وفد کی حضر موت کو واپسی

کچھ دن یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقیم رہے پھر آپ نے ان کو حضر موت کی طرف روانہ فرمایا اور انھیں تین خط لکھ کر دیے۔ ان خطوط میں سے ایک مہاجر بن ابی امیہ کی طرف تھا۔ دوسرا خط دیگر سرداروں کے نام تھا اور تیسرے خط (وثیقے) میں ابو عمر کے نام یمن کی جاگیر لکھ کر دی تھی۔ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے نوجوان صحابی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو بھی اس وفد کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے پایادہ چلے تھے، جب کچھ سفر کے بعد انھوں نے وائل سے شدت تپش کی شکایت کی تو اس نے کہا میری اونٹنی کے سائے میں چلو۔ انھوں نے کہا کہ آپ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں تو وائل نے کہا: بادشاہوں سے ایسے مطالبے نہیں کیا کرتے۔ یہ سردار کافی لمبے عرصے تک زندہ رہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ان کے پاس آیا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ انھوں نے اسے اتنی عزت دی کہ اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور سفر کی وہ بات بھی یاد کرائی۔ اس پر اسے بڑی شرمندگی ہوئی اور اس نے کہا اے کاش! میں نے اس عظیم آدمی کو جس نے پیچھے سوار ہونے کا مطالبہ کیا تھا اپنے آگے بٹھایا ہوتا اور خود اس کے پیچھے بیٹھتا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۱)

ایک اشکال اور ہماری ناقص رائے

ہر چند کہ یہ واقعہ ابن کثیر کے علاوہ دیگر معروف مورخین نے مستند حوالوں سے نقل کیا ہے، مثلاً ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں اور ابن الاثیر الجزری نے اُسد الغابہ میں اسی روایت کو درج کیا ہے۔ (اُسد الغابہ فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۳، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء، ص ۳۳۱-۳۳۲، طبقات ابن سعد، ج ۱، م بیروت، ص ۳۳۹-۳۴۰)۔ اس کے باوجود رقم کو اس کی ثقاہت میں خاصا اشکال والتباس نظر آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب یہ وفد مدینہ میں آیا تو حالات تنگ دستی و عسرت اور مالی مشکلات والے نہ تھے کیوں کہ مکہ فتح ہو چکا

تھا۔ دوسرے اتنے لمبے سفر پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اپنے کسی ساتھی کو روانہ فرماتے تو اس کے لیے سواری کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قریش کے سب سے بڑے اور مال دار قبیلے بنو امیہ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ ممکن نہیں کہ ان کے پاس سواری کا انتظام نہ ہو۔ اس لیے اوپر بیان کردہ سوال اور جواب کی توجیہ مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دوران سفر ان کی سواری یمنی سردار کی سواری سے آگے نکل گئی ہو اور اس نے اس پر اعتراض کیا ہو کہ بادشاہوں سے سبقت کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وہ آپ کے پاس آیا ہو تو انہوں نے اپنی روایت کے مطابق اسے مکمل اعزاز و اکرام بخشا ہو، اس پر اس نے تبصرہ کیا ہو کہ اے کاش! میں (اس سفر میں) اس عظیم شخص کے آگے چلنے کی بجائے اس کے پیچھے چلتا۔ (عرب سرداروں اور بادشاہوں کے مزاج میں یہ چیز بہر حال موجود تھی کہ وہ اپنا مقام اور رعب و دبدبہ ہر حال میں قائم رکھنے کے آرزو مند ہوتے تھے۔ اسلامی تعلیم اور تربیت کے نتیجے میں ان عادات میں بتدریج تبدیلی رونما ہوتی چلی گئی۔) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ!



عبدالرحمن بن ابی عقیل کی آمد

دل کا انقلاب

عرب کے مشہور قبیلے بنو ثقیف کی ایک شاخ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جن کی قیادت عبدالرحمن بن ابی عقیل کر رہا تھا۔ وہ خود بیان کرتا ہے کہ میں ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی کے باہر ہم نے اپنے اونٹ بٹھا دیے۔ ہم مدینہ آ تو گئے تھے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہم جس شخص کے پاس آئے تھے، دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی آدمی ہمیں ناپسندیدہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ پھر جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بخدا دنیا بھر کے تمام انسانوں میں اس شخص سے زیادہ کوئی انسان ہمیں محبوب نہیں رہا تھا۔ ہم نے ان کو دیکھتے ہی ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے۔

ہم میں سے ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا سَأَلْتُ رَبَّكَ مُلْكًا كَمُلْكِ سُلَيْمَانَ. یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے رب سے بادشاہت کے لیے وہ دعا نہیں کی جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بے مثال بادشاہی کے لیے کی تھی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور پھر فرمایا:

یومِ حشر کی شفاعت

تمہیں کیا معلوم کہ شاید تمہارا ساتھی اللہ کے نزدیک سلیمان اور اس کی عظیم الشان سلطنت سے زیادہ افضل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اسے ایک خاص دعا عطا فرمائی۔ اللہ کے انبیاء میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی ضرورت اور پسند کے مطابق دعا کی، کسی نے [دین کی قوت و حشمت کی

خاطر [دنیا کے لیے، کسی نے نافرمان قوم کی تباہی کے لیے اور جو دعائیں بھی ان انبیاء نے مانگی اللہ نے قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ایک دعا کا اعزاز عطا فرمایا۔ میں نے اسے روزِ حشر کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ لشفاعة امتی یوم القیامة یعنی قیامت کے دن میں اس دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے استعمال کروں گا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۴، أسد الغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء، ص ۳۹۷-۳۹۸)

سبحان اللہ کتنا عظیم احسان ہے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امت پر جس کا حال آج یہ ہے کہ زبانی محبت کے دعوے تو کرتے ہیں، مگر اسوۂ رسول پر مکمل عمل در آمد سے روگردانی بلکہ بعض اوقات بغاوت کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے اور ہماری اصلاح کا راستہ کھول دے۔ ہم یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں، جس میں آپ کے عظیم مرتبے اور شان کا تذکرہ ہے، جب آپ کو مقام محمود پر سرفراز کیا جائے گا۔ امام بخاری نے یہ حدیث صحیح بخاری میں نقل کی ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَأَسَجَدَ لَكَ مَلَائِكَتُهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذُكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَجِيئُوا نُوحًا فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللَّهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذُكُرُ سُؤَالَ رَبِّهِ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ فَيَسْتَجِيئُوا فَيَقُولُ انْتُوا خَلِيلَ الرَّحْمَنِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ انْتُوا مُوسَى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَةَ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذُكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ

فَيَسْتَجِي مِنْ رَبِّهِ فَيَقُولُ اٰتُوا عِيْسَى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهُ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهُ
 فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اٰتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا
 تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَاْتُوْنِي فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اُسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّىْ فَيُوْذَن لِّىْ
 فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّىْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدْعُنِىْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُقَالُ اَرْفَعُ رَاْسَكَ
 وَسَلْ تُعْطَهُ وَقُلْ يُسْمَعُ وَاَشْفَعُ تُشْفَعُ فَاَرْفَعُ رَاْسِىْ فَاَحْمَدُهُ بِتَحْمِيْدِ يُعَلِّمْنِيْهِ
 ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحْدُ لِيْ حَدًّا فَاَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْذُ اِلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّىْ مِثْلَهُ ثُمَّ
 اَشْفَعُ فَيَحْدُ لِيْ حَدًّا فَاَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْذُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ
 اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ
 الْقُرْآنُ يَعْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى: خَالِدِيْنَ فِيْهَا۔ (صحيح بخارى، كتاب

تفسير القرآن، باب قول الله: وعلم آدم الاسماء كلها، ۶۲۰۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام
 مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے اور کہیں گے کہ کاش ہمارے رب کے سامنے کوئی
 ہماری شفاعت کرے۔ پس وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض
 کریں گے۔ آپ عالم بشریت کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا
 کیا، فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور ہر چیز کے اسم کا آپ کو علم عطا فرمایا۔ پس آپ
 اللہ سے ہماری شفاعت کریں کہ اس مقام سے ہمیں راحت عطا فرمائے۔ آدم علیہ السلام
 کہیں گے کہ میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔ وہ اپنی غلطی کا تذکرہ کریں گے اور زبان کھولنے
 سے شرمائیں گے۔ وہ لوگوں کو نوح علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے، جو (ان کے بعد) اہل
 زمین کی طرف اللہ کے پہلے رسول مبعوث کیے گئے۔ ان کے پاس لوگ آئیں گے تو وہ
 بھی معذرت کر دیں گے اور انھیں ابراہیم خلیل اللہ کی طرف بھیجیں گے۔ ابراہیم خلیل اللہ
 بھی معذرت کرتے ہوئے لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے، جن سے اللہ نے
 کلام فرمایا اور جنھیں تورات عطا فرمائی۔ جب لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو

وہ بھی معذرت کریں گے کہ ان سے ایک ناحق قتل ہو گیا تھا۔ وہ کہیں گے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کے کلمہ اور اس کی روح سے ملقب ہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی معذرت کریں گے اور کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے وہ محبوب بندے ہیں، جن کی اگلی اور پچھلی سب خطائیں اللہ نے معاف فرمادی ہیں۔ پس وہ میرے پاس آئیں گے۔ میں معذرت نہیں کروں گا۔ میں چل پڑوں گا اور اپنے رب سے اجازت مانگوں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی۔ مجھے جب اپنے رب کی زیارت کے بعد اجازت ہوگی تو میں سجدے میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا تو مجھ سے فرمائے گا۔ (اے محمد!) سر اٹھاؤ، مانگو تمہیں عطا کر دیا جائے گا، کہو تمہاری بات سنی جائے گی، شفاعت کرو اسے قبول کیا جائے گا۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی وہ حمد بیان کروں گا جو اس نے مجھے سکھائی ہے۔ پھر میں شفاعت کروں گا، ایک خاص حد تک مجھے لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کی اجازت ملے گی۔ جب یہ لوگ داخل ہو جائیں گے تو میں پھر اپنے رب کی طرف رجوع کر کے وہی عمل دہراؤں گا۔ اس پر بھی مجھے ایک حد تک اجازت ملے گی اور اس کے مطابق لوگ جنت میں چلے جائیں گے۔ تیسری بار پھر میں یہی عمل دہراؤں گا اور ہر مرتبہ ایک مخصوص تعداد کو جنت میں داخلہ دلاؤں گا۔ جب میں چوتھی مرتبہ اپنے رب کے سامنے جاؤں گا تو کہہ دیا جائے گا اب آگ میں وہی لوگ رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے وہاں روک رکھا ہے یعنی جن کے بارے میں قرآن میں دائمی جہنم واجب ہے یعنی اللہ کا فرمان: خَلِدِينَ فِيهَا۔ (ہمیشہ اس میں رہیں گے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات میں لفظ مقام محمود بھی ملتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جو اس حدیث میں بھی بیان ہوا ہے۔



بنو اسد

بنو اسد بن خزیمہ ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واقدی کے مطابق یہ دس افراد تھے۔ ان کی قیادت حضرمی بن عامر کر رہا تھا۔ ان میں ضرار بن ازور، وابصہ بن معبد، طلیحہ بن خویلد (جس نے بعد میں نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا، لیکن جلد ہی اس سے تائب ہوا اور پھر اسلام میں داخل ہوا اور بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا)، نقادہ بن عبد اللہ بن خلف، نقادہ بن القایف، سلمہ بن حبیش وغیرہ شامل تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۹۳-۲۹۲)

ہدایت، اللہ کا احسان ہے

ان لوگوں کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دعوتی وفد نہیں گیا تھا۔ ان لوگوں نے مدینہ میں آ کر یہ کہا کہ ہم تو خود آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے تو نہ ہماری طرف کوئی فوج بھیجی اور نہ ہی دعوتی وفد۔ گویا یہ اپنی آمد اور اسلام کی طرف مائل ہونے کو بطور احسان جتلا رہے تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کچھ نہیں فرمایا: مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا جواب دیا: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُلْ لَا تَمُنُّوْا عَلٰۤى اِسْلَامِكُمْۙ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلٰۤىكُمْۙ اِنَّ هُدٰىكُمْۙ لِلّٰىمٰنِۙ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَۙ** (الحجرات ۳۹: ۱۷)۔ یہ لوگ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان سے کہو اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی، اگر تم واقعی اپنے (دعوائے ایمان میں) سچے ہو۔

بہترین ناقہ بطور ہدیہ

اس قبیلے کی مختلف شاخوں میں سے ایک کا نام بنو الزبیر تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: انتم بنور شدہ ہو یعنی ہدایت یافتہ لوگوں کی اولاد ہو۔ یہ لوگ اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ اس وفد میں سے ایک فرد حضرت نقادہ بن عبد اللہ بن خلف رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تم لوگ اونٹوں کے مالک اور ان کی اچھائیوں سے واقف ہو۔ کیا تم مجھے کوئی ایسی اونٹنی ہدیہ دے سکتے ہو جو سواری کے لیے بھی بہترین ہو اور دودھ بھی بہت دیتی ہو، مگر اس کے ساتھ اس کا بچہ نہ ہو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کرتا ہوں۔ تلاش بسیار کے بعد بھی ایسی اونٹنی نہ ملی، مگر اس کے ایک چچا زاد بھائی کے پاس ایسی اونٹنی تھی۔ جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اس کے سامنے پیش کی تو اس نے اپنی اونٹنی بلا جھجک پیش کر دی۔

برکت کی دعا

یہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اونٹنی لے کر آئے تو آپ نے کہا اس کا دودھ نکالو اور انھوں نے ایک برتن میں دودھ نکالا۔ آپ نے خود بھی پیا اور جو بچا ہوا تھا وہ ان کو دیا۔ آپ نے اونٹنی واپس کرتے ہوئے فرمایا: **اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهَا وَفِي مَنْ مَنَحَهَا**۔ اے اللہ اس اونٹنی میں برکت دے اور جس نے یہ اونٹنی عطا کی اسے بھی برکت سے مالا مال فرما۔ اس پر حضرت نقادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ وفیمن جاء بہا تو آپ نے فرمایا: وفیمن جاء بہا۔ یعنی انھوں نے عرض کیا تھا کہ جو اس کو لے کر آیا ہے اس کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائیے تو آپ نے ان کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائی۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۵)

نفع بخش تجارت

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اور ان کی بہن خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بڑے جہادی مترکوں میں حصہ لیا اور بہادری کے کارنامے تاریخ میں ثبت کیے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے بہت مال دار تھے۔ ان کے پاس ایک ہزار اونٹ تھے۔ قبول

اسلام کے بعد انھوں نے اپنا پیش تر مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے عام عربوں کی طرح وہ شراب نوشی میں بھی مبتلا تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے فرمایا:

تَرَكَتُ الْخُمُورَ وَضُرِبَ الْقِدَاحُ
وَاللَّهُوُ تَعَلَّلَهُ وَانْتَهَالًا
وَكَزِي الْمُجْبِرِ فِي غَمْرِهِ
وَجُهْدِي عَلَى الْمُسْلِمِينَ قِتَالًا
فِيَارَبِّ لَا تَغْنَبْنِي صَفْقَتِي
فَقَدْ بَعْتُ أَهْلِي وَمَالِي بَدَالًا

میں نے بادہ نوشی ترک کر دی ہے اور ظروفِ ناؤ نوش و بادہ توڑ ڈالے ہیں۔
میں اس ذات کا مطیع فرمان ہو گیا ہوں جو بہت بلند شان والی ہے۔ اس کی عظمت کی کوئی
انتہا نہیں۔

میں نے اپنا پورا زور [دورِ جاہلیت میں] اہل اسلام سے جنگ و جدال میں لگا دیا تھا۔
اے میرے رب! اب میں نے تیری راہ میں اپنی جان، مال اور تمام اہل و عیال کو
فروخت کر دیا ہے۔ پس اے میرے مالک! میری اس تجارت کو کبھی گھائے میں مبتلا نہ
کرنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ضرار کے اشعار سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: لَقَدْ رَبِحْتُ
تِبْجَارَتُكَ۔ یعنی تیری تجارت نفع بخش ہے، اس میں گھائے کا کوئی خطرہ نہیں۔ (طبقات ابن
سعد، ج ۱، ص ۲۹۲، ۲۹۳، اُسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۸۴)۔



وفدِ جذام

حزبِ اللہ

غزوہ خیبر سے قبل بنو جذام کے ایک شخص رفاع بن زید بن عمیر الجذامی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے آپ کی خدمت میں ہدیہ ایک غلام پیش کیا اور خوش دلی سے اسلام قبول کر لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رفاع بن زید کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون ابن سعد نے یوں بیان کیا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لِرِفَاعَةَ بِنِ زَيْدٍ اِلٰى قَوْمِهِ وَمَنْ دَخَلَ مَعَهُمْ يَدْعُوهُمْ اِلٰى اللّٰهِ فَمَنْ اَقْبَلَ فَفِيْ حِزْبِ اللّٰهِ وَمَنْ اَبٰى فَلَهُ اَمَانٌ شَهْرَيْنِ۔ اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ مکتوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے رفاع بن زید کو دیا گیا ہے، جسے وہ اپنی قوم تک پہنچائیں گے۔ یہ خط ان سب لوگوں کے لیے بھی ہے جو اسلام میں داخل ہوئے اور [دوسرے لوگوں کو] اللہ کی طرف دعوت دی۔ جو اس دعوت کو قبول کر لے وہ حزب اللہ کا حصہ بن جائے گا اور جو انکار کرے اس کے لیے دو ماہ کی امان اور مہلت ہے۔ اس دوران وہ فیصلہ کر لے کہ اسے کون سا راستہ اپنانا ہے۔

حضرت رفاع رضی اللہ عنہ یہ مکتوب گرامی لے کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان کی قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۵۴)

ایک عظیم سردار، قابل فخر مومن

ابن سعد نے ابن قیس بن نائل جذامی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بنو جذام کے ایک سردار۔

فروہ بن عمرو بن نافرہ بہت مشہور تھے۔ سلطنتِ روم کی طرف سے شام کے ایک علاقے میں انھیں عامل مقرر کیا گیا تھا۔ وہ معان میں رہتے تھے اور گردونواح کے عرب قبائل پر ان کی حکومت تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھ کر یہ بھی مسلمان ہو گئے، جب ان کے قبولِ اسلام کی خبر روم پہنچی تو انھیں روم بلایا گیا۔ قیصر کے دربار میں پہنچے، وہاں انھیں گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا، مگر وہ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے۔ پھر فیصلہ ہوا کہ ان کی گردن اڑادی جائے، مگر وہ ذرہ برابر بھی نہ ڈگمگائے۔ بہر حال انھیں پھانسی کے ذریعے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ اس موقع پر انھوں نے جو اشعار کہے ان میں سے ایک شعر ابن سعد نے لکھا ہے:

أَبْلَغُ سِرَاةَ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنْبِيٍّ
سَلَّمَ لِرَبِّيَ أَعْظَمِيٍّ وَمَقَامِيٍّ

قائدِ مسلمین اور جملہ مومنین کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں اسلام پر قائم ہوں اور اپنا سب کچھ، جان اور جسم کی ہر ہڈی اپنے رب کے سپرد (بڑے اطمینان سے) کرنے والا ہوں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۵۵)۔

زندوں خانے میں اشعار

امام ابن کثیر نے پوری نظم نقل فرمائی ہے، جو حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے زندوں خانے میں فی البدیہہ کہی، اس کے کچھ اشعار ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

طَرَفَتُ سَلِيمِي مَوْهِنَا اصْحَابِي
وَالرُّومَ بَيْنَ الْبَابِ وَالْقُرْوَانَ
صَدَّ الْخِيَالُ وَسَانَهُ مَا قَدْ رَأَى
وَهَمَمْتُ أَنْ اغْفِي وَقَدْ ابْكَانِي
لَا تَكْجَانُ الْعَيْنُ بَعْدِي إِثْمَدًا
سَلَمِي زِلَا تَدِينِ لِلْإِنْسَانِ

وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَبَا كُبَيْشَةَ أَنِّي
 وَسُطَّ الْأَعْزَةَ لَا يُحْصَى نِسَانِي
 فَلئن هَلَكْتَ لَتَفْقِدَنَّ أَخَاكُمْ
 وَلئن بَقِيَتْ لِيَعْرِفَنَّ مَكَانِي
 وَلَقَدْ جَمَعْتَ أَجَلَ مَا جَمَعَ الْفَتَى
 مِنْ جُودَةٍ وَشَجَاعَةٍ وَبَيَانٍ

رات کے کسی لمحے سلیمکی نے میرے دوستوں سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور پھر میرے
 زنداں خانے کے دروازے پر دستک دی۔ اس وقت رومی دروازے کے باہر اپنے
 جانوروں اور کتوں کے پانی پلانے کے مخصوص برتنوں کے درمیان گھوم رہے تھے۔

اپنی محبوبہ (بیوی) کی اس خیالی تصویر نے میری نیند اڑا دی۔ میں کچھ دیر کے لیے نیند کی
 آغوش میں جانا چاہتا تھا، مگر اس کے غم نے مجھے غم زدہ کر دیا۔

اے سلیمکی میری شہادت کے بعد اپنی آنکھوں میں کبھی سرمہ نہ لگانا اور نہ کسی انسان کے
 لیے بناؤ سنگھار کرنا۔

اے ابو کبیشہ! تو میرے بارے میں خوب جانتا ہے کہ بڑے بڑوں کا رعب و دبدبہ اور سختی
 بھی میری زبانِ حق کو بند نہیں کر سکتی۔

اگر میں ہلاک ہو گیا تو تم اپنے (بہادر و مخلص) بھائی کو کہیں نہ پاسکو گے۔ اور اگر میری
 زندگی باقی رہی تو تمہیں یقیناً میرے مقام و مرتبے کا علم ہو جائے گا۔

ایک جواں مرد اپنے اندر شجاعت و بہادری، فصاحت و بلاغت اور سخاوت، قیاضی کے جو
 جو ہر جمع کر سکتا ہے (الحمد للہ) اس سے کہیں بڑھ کر یہ سب جوہر میرے اندر موجود ہیں۔

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوئے۔ انھیں

پھانسی لگا دیا گیا، مگر انھوں نے جھکنے سے انکار کر دیا۔ سلیمکی عرب شعرا کے عام قاعدے کے مطابق

تشبیہ ہے، مگر ان کے اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض فرضی نام اور استعارہ نہیں بلکہ یہ ان کی زوجہ محترمہ کا نام ہے، تاہم عربوں کے معروف شاعرانہ انداز کے مطابق یہ تشبیہ کہلاتا ہے۔ شاعر نے اس کے لیے صیغہ مذکر استعمال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں میاں بیوی کے درجات بلند فرمائے۔ رَحِمَهَا اللَّهُ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ۔ علامہ ابن کثیر کے نزدیک حضرت فروہ رضی اللہ عنہا کو فلسطین میں ایک چشمے کے قریب پھانسی لگایا گیا، جس کا نام عفری تھا۔ بعض روایات کے مطابق پھانسی لگانے سے پہلے انھیں تلوار سے قتل کیا گیا، پھر ان کے جسدِ خاکی کو بعد از شہادت پھانسی پہ لٹکا دیا گیا۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۵۵-۹۵۳، سیرة ابن ہشام، القسم الثاني، ص ۵۹۱-۵۹۲)۔

استقامتِ مومنانہ اور قیصر کا خوف

حضرت فروہ بن عمرو الجذامی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں سورہ توبہ کے دیباچے میں کیا ہے، جس میں ان کی ثابت قدمی اور شہادت کا حوالہ دے کر وہ کہتے ہیں: ”جب حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے قیصر نے کہا کہ یا ترک اسلام کرو جس کے نتیجے میں تم کو نہ صرف رہا کیا جائے گا بلکہ تمہیں اپنے عہدے پر بھی بحال کیا جائے گا یا اسلام جس کے نتیجے میں تمہیں سزائے موت دی جائے گی۔ انھوں نے ٹھنڈے دل سے اسلام کو چن لیا اور راہِ حق میں جان دے دی۔ یہی واقعات تھے جنہوں نے قیصر کو اس ”خطرے“ کی حقیقی اہمیت محسوس کرائی جو عرب سے اٹھ کر اس کی سلطنت کی طرف بڑھ رہا تھا۔“ (تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۱۶۹)



بنی فزارہ کا وفد

قحط کی شکایت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں بنی فزارہ کا وفد حاضر ہوا۔ یہ دس سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا۔ اس وفد میں خارجہ بن حصن، حارث بن قیس بن حصن شامل تھے جو چچا بھتیجا تھے۔ حارث وفد کا سب سے چھوٹا رکن تھا۔ یہ جن سوار یوں پر سوا ہوا ہو کر آئے وہ بہت لاغر تھیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہی اپنے اسلام اور ایمان کا تذکرہ کیا۔ آپ نے محبت و اپنائیت سے ان کے قبیلے اور علاقے کے متعلق سوال کیا تو ارکان وفد میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت شدید قحط نے ہمیں آلیا، بارشیں رک گئیں، کھیت و باغات خشک ہو گئے ہیں، مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور ہمارا پورا قبیلہ اور ہمارے اہل و عیال تباہی کی زد میں ہیں، پس ہمارے لیے دعا کیجیے (فَاذْعُ اللَّهُ لَنَا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اپنی حالت بھی دیکھی تھی اور ان کی سوار یوں پر بھی نظر پڑی تھی، جو قحط کی وجہ سے کمزور اور نڈھال تھیں۔ پس آپ اسی وقت منبر پر تشریف لے گئے اور یہ دعا فرمائی:

دعا کے رسول

اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبِهَائِمَكَ وَأَنْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بِلْدَكَ الْمَيِّتَ،
اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيئًا مَرِيئًا طَبَقًا وَاسِعًا عَاجِلًا غَيْرَ اجَلٍ نَافِعًا غَيْرَ
ضَارٍّ، اللَّهُمَّ اسْقِنَا سُقْيَا رَحْمَةٍ وَلَا سُقْيَا عَذَابٍ، وَلَا حَذْمٍ، وَلَا غَرَقٍ، وَلَا
مُحَقِّقٍ، اللَّهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَأَنْصُرْنَا عَلَى الْأَعْدَاءِ۔ اے اللہ اپنے بندوں اور اپنے

چوپائیوں کو سیراب فرمادیجیے، اپنی رحمت کو عام کر دیجیے، اپنے مردہ ملک کو زندگی عطا فرمادیجیے۔ اے اللہ! ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب فرمادے، ایسی بارش جو ہمہ گیر اور وسیع ہو، خوش گو اور تازگی بخشنے والی ہو، جو جلدی نازل ہو، تاخیر سے نہ آئے، جو بارانِ رحمت بن کر نفع دے اور کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ اے اللہ! ہمیں وہ بارانِ رحمت عطا فرما جو باعث عذاب نہ ہو، نہ درود یوار گرانے والی ہو، نہ ڈبودینے والی ہو اور نہ تباہی پھیلانے والی ہو۔ اے اللہ! ہمیں بارش سے خوب سیراب کر دے اور دشمنوں کے مقابلے میں نصرت و فتح عطا فرما۔

(سنن ابوداؤد، حدیث ۵۹۴۵، براویت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ)

مورخین و محدثین بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً بارش بر سادی اور چھ دنوں تک لوگوں کو آسمان نظر نہ آیا۔ ظاہر ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دعا قبولیت کا درجہ پایا کرتی تھی۔ جب بارش ضرورت سے زیادہ ہونے لگی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ سے دعا کی:

اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ عَلَى الْأَكَامِ وَالظَّرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ
وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔ یعنی اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش کو لے جا، ہم سے اسے روک
دے، ٹیلوں اور پہاڑوں، پتھروں اور چٹانوں، وادیوں کے نشیب و فراز اور جنگلات میں
اسے منتقل کر دے۔ (متفق علیہ)

یہ دعا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کی ہی تھی کہ مدینہ منورہ اور گردونواح کے علاقے سے
بادل پھٹ کر یوں غائب ہوئے جس طرح پرانا کپڑا پھٹ جاتا ہے۔ یعنی آسمان بالکل صاف
ہو گیا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى
۲۰۰۵ء، ص ۹۵۶، أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۵۹۰-۵۹۱)

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ جلد اول کے صفحہ ۲۹۷ پر اس وفد کی آمد کا واقعہ لکھا ہے۔



وفد آزاد

بندۂ مومن کا اپنے بھائیوں کے لیے اکرام

صرد بن عبد اللہ الازدی رضی اللہ عنہ سترہ افراد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راستے میں یہ عظیم صحابی فرودہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے۔ [جن کی شہادت کا ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے]۔ حضرت فرودہ رضی اللہ عنہ نے ان کا بہت پر تپاک انداز میں استقبال و اکرام کیا اور اپنے پاس دس دن تک ان کو مہمان ٹھہرایا۔ پھر یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ان میں سے سب سے افضل رکن صرد بن عبد اللہ الازدی کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے انہیں اسلام پر عمل کرنے کی تعلیم و ہدایات دی جائیں اور قرب و جواب کے مشرک اور کافر قبائل (اگر اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ رہیں) تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے۔

جنگی حکمت عملی

جرش کے لوگوں نے اسلام کی مخالفت پر کمر ہمت باندھ رکھی تھی۔ حضرت صرد رضی اللہ عنہ نے ان پر چڑھائی کی اور طویل محاصرے کے بعد جنگی حکمت عملی کے تحت محاصرہ اٹھا کر پہاڑ کے دامن کی طرف چلے گئے۔ اہل جرش نے اسے اپنی فتح اور مسلمانوں کی ہزیمت و پسپائی سمجھا اور بے خوف ہو گئے۔ جب یہ لوگ قلعے سے باہر نکل کر کھلے میدان میں آئے تو حضرت صرد رضی اللہ عنہ نے ان پر زوردار حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں یہ شکست سے دوچار ہو گئے۔ پھر اہل جرش اسلام میں کیسے داخل ہوئے اس کا تذکرہ وفد جرش کے احوال میں آگے آرہا ہے۔ (طبقات ابن سعد،

۳۳۷-۳۳۸، البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت،
الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۴

دعویٰ اور اس کی حقیقت

علامہ ابن کثیر نے ابو نعیم کی کتاب معرفة الصحابة کے حوالے سے قبیلہ ازد کے ایک دوسرے وفد کی آمد کا تذکرہ بھی کیا ہے، جس میں حضرت علقمہ بن مرشد بن سوید رضی اللہ عنہ نے اپنے دادا سوید بن حارث کے حوالے سے بیان کیا ہے میں اپنی قوم کا ساتواں آدمی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ ہم آپ سے ملے اور آپ سے گفتگو کی تو آپ ہمارے ناک نقشے اور لباس کو دیکھ کر تعجب سے پوچھنے لگے: تم کون لوگ ہو، ہم نے جواب دیا: مومنون۔ اس پر آپ نے مسکرا کر کہا: ان لكل قول حقيقة، فما حقيقة قولكم وایمانکم یعنی ہر قول اور دعویٰ کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے اس قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ سوید کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: پندرہ خصائل ہماری حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ آپ کے قاصدوں نے ان میں سے پانچ ہمیں وہ بتائے جن پر ایمان لانا ضروری تھا، ہم ایمان لے آئے اور پانچ پر ہمیں عمل کرنے کا حکم دیا، جو ہم نے تسلیم کر لیا ہے اور پانچ پر ہم جاہلیت کے زمانے سے کاربند تھے، جن پر ہم اب تک قائم ہیں۔ ہاں ان آخری پانچ میں سے اگر آپ کسی کو ناپسند کریں تو ہم ترک کر دیں گے۔

پانچ پانچ خصائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی پانچ باتیں کون سی ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ آپ کے حکم کے مطابق ہم ایمان رکھتے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ پر، (۲) اس کے فرشتوں پر، (۳) اس کی کتابوں پر، (۴) اس کے رسولوں پر اور (۵) موت کے بعد دوبارہ زندگی پر۔ آپ نے پوچھا دوسری پانچ باتیں کون سی ہیں؟ ہم نے عرض کیا: (۱) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (۲) نماز قائم کریں، (۳) زکوٰۃ ادا کریں، (۴) رمضان کے روزے رکھیں اور (۵) استطاعت ہو تو بیت

اللہ کا حج کریں۔ آپ نے فرمایا: تیسری پانچ چیزیں کون سی ہیں جو جاہلیت کے دور سے تم کرتے آئے ہو۔ ہم نے جواب دیا: (۱) خوش حالی میں اللہ کا شکر ادا کرنا، (۲) مصیبت میں صبر کا دامن نہ چھوڑنا، (۳) قضا و قدر کے فیصلوں پر راضی رہنا، (۴) میدان جنگ میں ثابت قدمی دکھانا اور (۵) دشمنوں کو گالی نہ دینا۔

حکما و علما

یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: حکماء، علماء۔ تم لوگ حکمت و علم کے مالک ہو۔ تمہاری سمجھ اور تفقہ انبیاء کے قریب ہے۔ آپ نے فرمایا: سنو! اب میں مزید پانچ چیزوں کا اضافہ کرتا ہوں تاکہ تمہاری بیس خصلتیں پوری ہو جائیں (۱) جو تم کھاتے نہیں اسے جمع نہ کرو، (۲) جس میں رہتے نہیں وہ مکان نہ بناؤ، (۳) اس چیز کی رغبت و شوق نہ رکھو جسے کل تمہیں ترک کرنا ہے، (۴) اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جس کی طرف تمہیں لوٹنا ہے اور حساب دینا ہے اور (۵) اس چیز کی رغبت و شوق دل میں پیدا کرو، جس میں تمہیں دائمی طور پر رہنا ہے۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے مزید پانچ باتیں سنیں تو انہیں پلے باندھ لیا اور اس پر اخصاص کے ساتھ عمل پیرا ہو گئے۔ پھر یہ لوگ خوش خوش اپنے قبیلے کی طرف واپس چلے گئے۔ (ایضاً، ص ۶۱-۹۶۰، اُسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۵۹-۶۰)

یہ خصائل مومنانہ کسی بھی فرد اور قوم کے لیے دنیا میں سر بلندی اور آخرت میں سرخروئی کی ضمانت ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم انہی صفات کے حامل تھے۔ اسی لیے دنیا میں ان کو اللہ نے عزت و شان سے نوازا تھا اور آخرت میں ان کے لیے اپنی رضا کا وعدہ فرمایا تھا۔ ہم آج اس وجہ سے زوال و ادبار اور ذلت و رسوائی کا شکار ہیں کہ ہم ان صفات سے عاری ہو گئے ہیں۔ العیاذ باللہ!



وفد جرش

قلعہ بند قبیلہ

وفد ازد جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس کے سردار حضرت سرد بن عبد اللہ الازدی رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ وطن واپس جا کر اپنے قریب رہنے والے مشرک قبائل کو دعوت دیں اور اگر وہ قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ جہاد کریں۔ ان کے قریب جرش کے شہر میں ایک یمنی قبیلے کے لوگ رہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے ہنرمند تھے اور عرب ہونے کے باوجود یہودیوں کی طرح انہوں نے قلعے بھی بنا رکھے تھے اور توپیں، منجنیقیں اور دیگر آلات حرب و ضرب بھی جمع کر رکھے تھے۔ گرد و نواح کے قبائل کو یہ کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک دوسرا قبیلہ، قبیلہ خشعم بھی رہائش پذیر تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی ہونے کے علاوہ دوست اور حلیف بھی تھے۔

لشکر اسلام کا حملہ اور قلعے کا محاصرہ

جیسا کہ وفد ازد کے تذکرے میں اوپر گزر چکا ہے، انہوں نے دعوت اسلامی کو ٹھکرا دیا تو حضرت سرد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان پر چڑھائی کی۔ یہ لوگ باہر نکل کر لڑنے کی بجائے قلعہ بند ہو گئے۔ ان کے شہر کے گرد ایک مضبوط فصیل تھی۔ قبیلہ خشعم نے بھی اپنے جوان اور اسلحہ اہل جرش کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ حضرت سرد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کئی دن تک جاری رہا، مگر کامیابی نہ ملی۔ آخر حضرت سرد رضی اللہ عنہ نے ایک جنگی تدبیر سوچی اور محاصرہ اٹھا کر پہاڑ کے دامن کی طرف چلے گئے۔ اس پہاڑ کا نام لشکر بیان کیا گیا ہے۔ اہل جرش کے دل میں یہ

زعم باطل پیدا ہوا کہ بنو ازد دڈر کر بھاگ گئے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ شہر کے دروازے کھول کر باہر نکل آئے اور مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ جونہی یہ پہاڑ کے قریب پہنچے حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اب شکار تمھاری زد میں ہے۔ چنانچہ انھوں نے پلٹ کر جب حملہ کیا تو اہل جرش کو خون میں نہلا دیا۔ اور ان کی ساری شیخی خاک میں ملا دی۔

جب اہل جرش کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی اور انھوں نے اس کا انکار کر دیا تھا تو اسی وقت انھوں نے اپنے دو نمائندے مدینہ کی طرف روانہ کیے کہ وہ وہاں جا کر حالات کو دیکھیں اور اہل مدینہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ایک دن بعد نماز عصر یہ دونوں نمائندے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علیک سلیک کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ شکر نامی پہاڑ کہاں پر ہے؟ انھوں نے کہا شکر پہاڑ کو تو ہم نہیں جانتے۔ البتہ ہمارے علاقے میں ایک پہاڑ کثر ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں، یہ کثر نہیں بلکہ شکر ہے۔ اس پر وہ دونوں سوالیہ انداز میں بولے کہ اس علاقے کی کوئی خبر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ کے [حکم سے] اونٹ وہاں ذبح کیے جا رہے ہیں۔ یہ کچھ نہ سمجھ سکے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

اصل حقیقت کی خبر

پھر وہ دونوں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قریبی ساتھیوں نے ان کو بتایا کہ اللہ کے بندو تم فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے جاؤ۔ یہ تو تمھاری قوم کی ہلاکت کی خبر ہے۔ اللہ کے رسولؐ سے درخواست کرو کہ تمھارے قبیلے کے لیے بچاؤ کی دعا فرمائیں۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست پیش کی تو آپؐ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ اَرْفَعْ عَنْهُمْ۔ اے اللہ! اہل جرش پر سے ہلاکت کا کوڑا اٹھالے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۲۸، سیرة بن ہشام، القسم الثاني، ص ۸۸-۵۸۷)

یہ دونوں مسلمان ہو گئے اور واپس اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: مَرَحَبًا بِكُمْ أَحْسَنُ النَّاسِ وَجُوهًا وَأَصْدَقُهُ لِقَاءً وَأَطْيَبُهُ كَلَامًا وَأَعْظَمُهُ أَمَانَةً! أَنْتُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْكُمْ۔ [قبول اسلام پر] خوش آمدید، تمام انسانوں میں سے خوب صورت لوگو، سب سے بہترین میل ملاقات رکھنے والے لوگو! پاکیزہ کلام اور امانتوں کی بہترین حفاظت کرنے والو، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳۸)

جب یہ دونوں جرش پہنچے اور یہ بات اپنے قبیلے کے لوگوں کو بتائی تو انھوں نے کہا اسی دن، اسی وقت پہاڑ کے دامن میں ہمارے اوپر حملہ ہوا تھا اور ہمارے بہت سے آدمی جنگ میں مارے گئے تھے۔ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (البدایة والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۸)

شکست کے بعد یہ لوگ واپس اپنے شہر کی طرف بھاگے اور اندر داخل ہو کر قلعے کے دروازے بند کر لیے۔ اس دوران دو افراد جن کا اوپر تذکرہ ہوا ہے، بھی واپس آ چکے تھے، چنانچہ سرداران قبیلہ نے اپنا ایک وفد قبول اسلام کے لیے مدینہ بھیجا۔ وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر ملا۔ اپنے احوال بیان کیے اور پورے قبیلے کی طرف سے اسلام قبول کرنے کی بات کی۔ پھر یہ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ (البدایة والنهاية، ایضاً محولہ بالا)

[حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس قبیلے میں بھی فتنوں نے سراٹھایا مگر جلد ہی اسلامی فوجوں نے حالات پر قابو پا لیا۔ یہ تذکرہ اگلے صفحات میں آئے گا۔]

آنحضور ﷺ کی تحریر

وفد جرش میں شامل ارکان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستاویز بھی عطا فرمائی تھی۔ جس میں ان کے لیے انتظامی امور کا خاکہ درج تھا۔ تحریر کا مضمون یہ ہے:

یہ تحریر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اہل جرش کے نام ہے۔ یہ لوگ اسلام لانے کے وقت جن محفوظ چراگا ہوں کے مالک تھے وہ اب بھی ان ہی کی ملکیت میں رہیں گی۔

دیگر زمینیں عوامی استعمال کے لیے بطور چراگاہ استعمال ہوں گی کہ عوام یہاں اپنے مویشی چرائیں اور اس سے جس طرح چاہیں استفادہ کریں۔ جس کی اپنی چراگاہ موجود ہو وہ اپنی چراگاہ میں مویشی چرائے۔ عوامی چراگاہ کو ان لوگوں کے لیے مختص رکھا جائے جن کی ذاتی زمینیں اور چراگاہیں نہ ہوں۔ اگر اپنی چراگاہیں رکھنے والے اس حکم کی پابندی نہ کریں تو ان کے مویشی ضبط کیے جاسکیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر لکھی تھی اور اس کے دو گواہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور کاتب دستاویز حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے۔

اس وفد کی آمد کا تذکرہ اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد سوم، صفحہ ۷۱ پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ناشر مکتبہ الاسلامیہ، تہران۔



وفد عمان

بنو ازد کا ایک معروف قبیلہ تو وہ ہے جو حضرت سرد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، جس کا تذکرہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ ایک دوسرا قبیلہ ازد عمان کے نام سے معروف ہے۔ اس قبیلے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچ چکی تھی، جو آپ کے مشہور صحابی حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے پہنچائی گئی تھی۔ اس قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو صدق دل سے قبول کر لیا، پھر انہوں نے ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔

احسان کا برہ

اس وفد کا سربراہ ازد عمان کا مشہور سردار اسد بن یبرح الطاحی تھا۔ جب یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے آنحضرت سے درخواست کی کہ ہم نے اسلام قبول تو کر لیا ہے مگر ہمیں اسلام کی مزید تعلیمات کی تشریح کے لیے کسی معلم کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے صحابہ کی طرف دیکھا تو آپ کے صحابی حضرت مدرک بن خوط المعروف محربہ العبدي رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ خدمت کرنے کا موقع دیجیے، کیونکہ اس قبیلے کا میرے اوپر ایک پرانا احسان ہے۔ ایک جنگ میں جو ”یوم جنوب“ کے نام سے معروف ہے، میں قید ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے رہا کر کے میرے اوپر احسان کیا۔ آپ نے اپنے صحابی کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ان لوگوں کے ساتھ انھیں عمان کی طرف بھیج دیا۔

دل چسپ مکالمہ

کچھ عرصے کے بعد سلمہ بن عیاز الازدی عمان سے ایک وفد لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے دل چسپ انداز میں سوال پوچھا کہ آپ کس ہستی کی عبادت کرتے ہیں اور کس منزل کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے ایمان اور عبادات کی وضاحت فرمائی۔ انھوں نے اسلام کو صدق دل کے ساتھ قبول کر لیا۔ پھر انھوں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ”أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْمَعَ كَلِمَتَنَا وَالْفِتْنَةَ“ فَدَعَا لَهُمْ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے قبیلے کو دین حق پر مجتمع کر دے اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دے۔ چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا کی۔ یہ پورا وفد اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے علاقے کی طرف چلا گیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۵۱)



وفد ہمدان

دعوتی مشن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے قبیلہ ہمدان کی طرف دو مرتبہ اپنے صحابہؓ کو بھیجا کہ اس قبیلے کو اسلام کی دعوت دیں۔ پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے، مگر قبیلے کے لوگوں نے ان کی دعوت و تبلیغ کو ٹھکرا دیا۔ بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو ان کی دعوت نے لوگوں کو متاثر کیا اور ان میں سے کئی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر ان لوگوں نے اپنا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اس وفد میں ہمدان کے مشہور سردار قیس بن عمرو بن مالک الہمدانی تھے۔

جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا: ”يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَيْتُكَ لِأَمِنْ بِكَ وَأَنْصُرَكَ“ یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ پر ایمان لاؤں (اور آپ کی جدوجہد میں) آپ کا مددگار بن جاؤں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”مرحباً بک“ خوش آمدید۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میرا جو پیغام ہے تم اسے اپنے قبیلہ ہمدان کو پہنچانے کا فرض ادا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: ”میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں یہ کام ضرور کروں گا۔“ چنانچہ آپ نے ان کو بھی یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اپنی قوم کی طرف جائیں اور وہی فریضہ ادا کریں جو اس سے پہلے دواہم اور معروف صحابہ کے سپرد ہوا تھا۔

بنو ہمدان کا قبولِ اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت قیس رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی طرف گئے اور

انھیں اسلام کی دعوت دی۔ سب لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ سب نے غسل کیا، نئے کپڑے پہنے اور قبلہ رخ ہو گئے۔ پھر انھوں نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اطلاع دی کہ میرا قبیلہ مسلمان ہو چکا ہے اور انھوں نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ میں آپ سے مزید ہدایات حاصل کر سکوں۔ آپ نے فرمایا: ”نِعْمَ وَافِدُ الْقَوْمِ قَيْسٌ“، قیس اپنی قوم کا بہترین نمائندہ ہے۔ پھر آپ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر محبت سے اپنا ہاتھ پھیرا اور انھیں ایک وثیقہ لکھ کر دیا جس میں ان کی قوم کے لیے ہدایات بھی تھیں، اور یہ خوش خبری بھی کہ جب تک وہ سمع و طاعت پر قائم رہیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہوں گے۔ اسی وثیقہ میں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی تھا۔ ساتھ ہی ان کے علاقے کی تمام زمینوں، چراگا ہوں، وادیوں اور ٹیلوں کو ان کی ملکیت قرار دیا گیا۔ زکوٰۃ اور عشر کے اصول بھی ان کو بتائے گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۰-۳۲۱)

تحسین نبویؐ

ابن سعد نے اس قبیلے کے مزید وفود کا تذکرہ بھی کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف اوقات میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک وفد آیا جس میں مالک بن نمیط اور حمزہ بن مالک ہمدانی بھی تھے، جو ذوالمشعار کے نام سے معروف تھے۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو ان لوگوں نے بہت خوب صورت لباس اور دیباچ کی قبائیں پہن رکھی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ”نعم الحی ہمدان ہمدان بہترین قبیلہ ہے۔ یہ جدوجہد پر صبر کرنے والے اور بہت جلد فتح پانے والے ہوں گے۔ ان میں اسلام کے عمائدین اور ابدال کثرت سے پائے جاتے ہیں۔“ (ایضاً، ص ۳۲۱)۔ اس قبیلے کی خوش نصیبی کے کیا کہنے جن کی تحسین میں صادق و مصدوق نے یہ زریں الفاظ استعمال فرمائے۔

نعت رسولؐ

مالک بن نمط نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی اشعار بھی پڑھے۔ جن میں سے چند ایک درج کیے جاتے ہیں:

ذکرت رسولَ اللہ فی فحمة الدجی
ونحن باعلیٰ رحرحان وصلدد
وهن بنا خوصّ طلائح تفتسل
برکبانها فی لاحب متمد

میں نے کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا جب ہم اپنی اونٹنیوں پر سوار تھے اور وہ ہمیں بلندیوں سے نشیب کی طرف لا رہی تھیں۔ لمبے سفر نے ہم کو تھکا دیا تھا، مگر یہ بڑی ہمت سے اپنے سواروں کے ساتھ صاف اور کشادہ راہوں کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

انہوں نے آپؐ کی خدمت میں مزید کہا:

بان رسول اللہ فینا مصدق
رسول من عند ذی العرش مہندی
فما حملت ناقة فوق رحلها
اشد علی اعدائه من محمد
ما اعطی اذا ما طلب العرف جائه
وامضی بحدّ المشرفی المہندی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں وہ اپنی بات کے سچے اور اللہ مالک العرش کی طرف سے بھیجے ہوئے نمائندے ہیں، جو انسانیت کو راہِ راست دکھاتے ہیں۔

آج تک کسی اونٹ سوار حملہ آور [فوج] نے اپنے دشمنوں پر اس بہادری سے حملہ نہیں کیا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

آپؐ کی یہ بھی صفت ہے کہ جب بھی کوئی امداد کا طالب آپؐ کے پاس حاضر ہو تو آپؐ اسے بے حساب عطا فرماتے ہیں۔ آپؐ کی قوت فیصلہ ہندی تلوار کی دھار سے بھی تیز تر ہے۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۹۸-۵۹۹)



وفد بنو کنده

اسلامی تعلیمات پر سب کچھ قربان

بنو کنده ایک مال دار قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کا وفد ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفد کے سردار اشعث بن قیس تھے اور وفد کئی ارکان پر مشتمل تھا۔ حضر الموت کے علاقے میں مقیم اس قبیلے میں زیب وزینت کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ اچھا لباس پہننا، قیمتی خوشبو استعمال کرنا ان کا شعار تھا۔ اس قبیلے تک اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی۔ ۱۰ھ میں یہ لوگ مدینہ میں اپنی وفاداری کا اعادہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔

جب آپ نے ان کو نہایت قیمتی ریشمی لباسوں میں دیکھا تو فرمایا: ”أَلَمْ تُسَلِّمُوا، کیا تم نے اسلام قبول نہیں کیا؟“ جواب میں انہوں نے عرض کیا: ”کیوں نہیں یا رسول اللہ علیہ وسلم ہم تو مسلمان ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”پھر حریر کا لباس اور اس پر سونے کے نقش و نگار تمہارے لباس کا حصہ کیوں ہیں؟“ اس پر وفد کے لوگوں نے فوراً اپنے اوپر اوڑھی ہوئی دیباچ کی سنہری یمنی چادریں پھاڑ کر زمین پر بچھا دیں۔

بہادر قبیلہ

اس ملاقات میں ایک دل چسپ بات یہ ہوئی کہ اشعث بن قیس نے بطور تفاخر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا اور آپ کا نسب ایک ہے کیونکہ ہم اور آپ اکل المراد کی اولاد سے ہیں۔ اکل المراد کا مطلب ہے ایک خاص قسم کی کڑوی بوٹی کھانے والا۔ اکل المراد کا اصلی نام حجر بن عمرو بن معاویہ الکندی تھا، یہ شخص بہت بہادر تھا اور یہی صفات اس کی

اولاد میں بھی تھیں۔ ایک بار عمرو بن الہبولہ غسانی نے بنو کندہ پر حملہ کیا۔ اس وقت ان کا سردار، حُجر کا پوتا حارث بن عمرو بن حُجر قبیلے میں موجود نہیں تھا۔ غسانی سردار قبیلے کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ جب حارث کو اس المناک واقعہ کا پتا چلا تو اس نے غسانیوں کا تعاقب کیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ پھر شدید لڑائی میں ان کے بہت سارے لوگوں کو مار دیا اور اپنے بیوی بچوں اور خواتین کو چھڑا کر واپس لے آیا۔ آکل المرار حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کی اوپر مذکورہ بات سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ نے فرمایا: ”نہیں ایسا نہیں ہے ہم اکل المرار سے نہیں بلکہ نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں۔“ (سیرت ابن ہشام، القسم ثانی، ص ۵۸۶)

یہ وفد کچھ عرصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں مقیم رہا۔ پھر یہ واپس اپنے علاقے میں چلا گیا۔ ان کو رخصت کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خوب انعامات سے نوازا۔ ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے: ”فَلَمَّا أَرَادُوا الرُّجُوعَ إِلَىٰ بِلَادِهِمْ أَجَازَهُمْ بِعَشْرٍ أَوْاقٍ وَأَعْطَى الْأَشْعَثَ اثْنَا عَشْرَةَ أَوْقِيَّةً“۔ یعنی جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ نے وفد کے ہر رکن کو دس اوقیہ چاندی عطا فرمائی اور حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۸، أسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۱۶۲-۱۶۳)

نشیب و فراز

ہر انسان کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ اللہ سے ہمیشہ اس کی امان طلب کرتے رہنا چاہیے۔ مورخین ابن الاثیر اور ابن سعد وغیرہ نے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کے جو حالات لکھے ہیں ان میں یہ تفصیل موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ام فروہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کی اسی مدینہ حاضری کے موقع پر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ اس موقع پر انہوں نے بیس اونٹ، ذبح کر کے اپنی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ان کی قیمت ان کے مالکوں کو ادا کی۔ بعد میں بد قسمتی سے فتنہ ارتداد پھیلا تو یہ بھی اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اس واقعہ کی کچھ تفصیل آگے جا کر

بیان ہوگی۔ بہر حال اللہ نے جلد ان کی راہنمائی کا اہتمام فرمادیا اور اس گمراہی سے انہوں نے رجوع کر لیا۔ ہوا یوں کہ مرتدین کے خلاف جب فوج کشی ہوئی تو انہیں شکست ہوگئی اور کئی لوگ گرفتار کر لیے گئے۔ یہ قیدی مدینہ میں لائے گئے، مدینہ منورہ کی طرف لائے گئے اور حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور دوبارہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر داخل اسلام ہو گئے۔ پھر اسلام کے ایسے جانثار اور وفادار ثابت ہوئے کہ ایران کے مقابلے پر تمام مشہور معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ جنگ صفین میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔



قبیلہ بنی مراد

حکیمانہ کلام

بنی مراد کا قبیلہ عرب کے پرانے قبائل میں سے ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کی رہائش بھی یمن کے علاقے میں تھی۔ اس قبیلے کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۱۰ھ میں حاضر ہوا۔ قبیلے کے سردار فروہ بن مُسَک المرادی قائدِ وفد تھے۔ یہ بہت اچھے شاعر اور بہت بہادر انسان تھے۔ مدینہ آمد سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغین اس قبیلے میں پہنچے تھے اور قبیلے کے لوگوں نے ان کی باتیں غور سے سنی تھیں، اگرچہ اسلام صرف چند لوگوں نے قبول کیا تھا۔ حضرت فروہ بھی ان میں سے تھے۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اپنے اسلام کا اقرار و اظہار کیا تو سیرت ابن ہشام کے مطابق انھوں نے پوری ایک نظم صحابہ کی مجلس میں پڑھی، جس میں بے پناہ حکمت و فراست ہے:

لَمَّا رَأَيْتُ كِنْدَةَ أَعْرَضْتُ
كَالرَّجُلِ خَانَ الرَّجُلَ عَرَقُ نِسَائِهَا
قَرَّبْتُ رَاحِلَتِي أَوْمٌ مُحَمَّدًا
أَرْجُو فَوَاضِلَهَا وَحُسْنَ ثَرَائِهَا

جب میں نے شاہانِ کندہ کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے یوں کئی کتراتے ہیں، جس طرح عرق النساء کی بیماری میں مبتلا شخص کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں سے اعراض کرتا ہے تو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخت سفر باندھا۔ اس امید کے ساتھ کہ ان کے اخلاقِ کریمانہ کی بہترین دولت سے بہرہ مند ہو جاؤں۔ (سیرت ابن ہشام، القسم الثانی، ص ۵۸۲)

تاریخی واقعہ

اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فروہ کے قبیلے کا ایک تاریخی واقعہ بیان کیا اور آپ نے فرمایا کہ اے فروہ! یوم الردم (تباہی کا دن) کے تذکرے سے یقیناً اہل قبیلہ کو صدمہ ہوتا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص ایسا ہوگا جس کی قوم پر اس طرح کا سانحہ گزرے اور اسے اس کا صدمہ نہ ہو۔ آپ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ”أَمَّا إِنَّ ذَلِكَ لَمْ يَزِدْ قَوْمَكَ فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا خَيْرًا۔“ یعنی کوئی فکر نہ کرو اس واقعہ نے تمہاری قوم کے ایمان و اسلام میں خیر اور مضبوطی پیدا کی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ بنو ہمدان اور بنو مراد کے درمیان ایک لڑائی ہوئی تھی، جس میں بنو مراد کے بہت سے لوگ مارے گئے تھے۔ اسی لیے اس کو یوم الردم کہا گیا ہے۔

حضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ شعر بھی پڑھے، جو پہلے اشعار کی طرح نہایت ہی سبق آموز اور عبرت انگیز ہیں:

فَلَوْ خَلَدَ الْمُلُوكُ اذْنَ خَلَدْنَا
 وَلَوْ بَقِيَ الْكِرَامُ اذْنَ بَقِينَا
 فَأَفْنَى ذَلِكُمْ سِرَاوَاتِ قَوْمِي
 كَمَا أَفْنَى الْقُرُونِ الْاَوَّلِينَ

اگر بادشاہوں کی بادشاہی کو دوام حاصل ہوتا تو ہمیں بھی اس میں سے حصہ ملتا اور اگر بااخلاق اور عظیم لوگ ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے ہوتے تو پھر ہمیں بھی یہ اعزاز مل جاتا۔ ہماری قوم کے معززین بھی فنا کے گھاٹ اتر گئے جس طرح اگلی تمام صدیوں اور نسلوں کے لوگ فنا کی گھاٹ اترے۔

نورِ اسلام

حضرت فروہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلے کے علاوہ بنو زبید اور بنو مذحج

کا بھی عامل مقرر فرما دیا اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیں ان سے صدقات وصول کرو اور جو قبول نہ کریں ان کے بارے میں میرے حکم کا انتظار کرنا۔ ان قبائل کی سعادت تھی کہ انہوں نے داعیانِ حق کے سامنے کسی قسم کی حیل و حجت یا مزاحمت نہیں کی۔ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کے نتیجے میں ان تمام قبائل میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ (سیرت ابن ہشام، القسم ثانی، ص ۵۸۲-۵۸۳)

طبقات ابن سعد میں وفدِ مراد کے بارے میں مختصر بیان جلد اول، ص ۳۲ پر دیا گیا ہے۔



وفد بنی حنیفہ

بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کا قبیلہ ہے۔ یہ لوگ نجد کے علاقے میں مقیم تھے۔ ۹ھ میں ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن کی تعداد بارہ سے سترہ بیان کی گئی ہے۔ یہ مضمون صحیح بخاری میں بھی آیا ہے اور طبقات ابن سعد میں بھی تذکرہ ہوا ہے جہاں علی بن محمد القرشی کے حوالے سے مورخ ابن سعد نے تعداد بضعۃ عشر رجلا لکھی ہے۔ سیرت ابن ہشام میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ وفد انصار کی ایک خاتون رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا جو بنی نجار میں سے تھیں، کی حویلی میں اترا۔ بعض دیگر روایات کے مطابق جب یہ لوگ مدینہ منورہ میں آئے اور آپ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ ان کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے معروف صحابی حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

پر تکلف مہمان نوازی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کی ایک تازہ چھڑی تھی۔ جب آپ وفد کے پاس پہنچے تو آپ کا استقبال رحال بن عنفوه، سلمیٰ بن حنظلہ، طلق بن علی بن قیس، حمران بن جابر، علی بن سنان، اقعس بن مسلمہ، زید بن عبد عمرو، مسیلمہ بن حبیب (الکذاب) نے کیا۔ سلمیٰ بن حنظلہ وفد کے قائد تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ مختصر سی ملاقات ہوئی۔ اس وفد کی مدینہ منورہ میں بہت خاطر تواضع کی گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے ان کے لیے دو پہر اور شام کے کھانے میں ایک وقت روٹی اور گوشت لایا جاتا اور دوسرے وقت روٹی اور دودھ۔ اگلے روز دن کو روٹی اور مکھن اور دوسرے وقت کھجوریں اور پانی۔ مسیلمہ کذاب کے علاوہ باقی سب لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ رحال

بن عنفوه کو تعلیم کا بڑا شوق تھا۔ انھوں نے اس قیام کے دوران ہی قرآن کے بیشتر حصے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پڑھ اور سیکھ لیے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۶)

جھوٹے کو جامع جواب

ایک روایت کے مطابق مسیلمہ اس وقت وفد کے ساتھ موجود نہیں تھا، بلکہ اسے وفد کے لوگوں نے اپنے اونٹوں اور سامان کے پاس بستی کے باہر چھوڑ دیا تھا۔ بہر حال مسیلمہ کی ملاقات آپ سے ثابت ہے، جب آپ ایک مرتبہ اس وفد سے ملنے کے لیے حضرت رملہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو مسیلمہ نے آپ سے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی اطاعت و اتباع کا اس شرط پر وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے بعد میں آپ کا خلیفہ بنوں گا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: خلافت تو بہت بڑی چیز ہے، میرے ہاتھ میں جو چھڑی ہے اگر تم یہ بھی مجھ سے مانگو تو میں ہرگز تمہیں نہیں دوں گا۔ اللہ نے تیرے بارے میں خاص فیصلہ فرمایا ہے، جس کی اطلاع مجھے خواب میں دی گئی ہے۔ میں اس وقت کسی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ تمہیں زیادہ سوال جواب کرنے ہوں تو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہیں، وہ تیرے سوالوں کے جواب دے دیں گے۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔

مختصر، جامع کلام

دیگر روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفد سے پہلی ملاقات کی تو مسیلمہ کذاب ان کے سامان کے پاس تھا۔ آپ نے تمام ارکان وفد کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی تو انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ایک ساتھی سواریوں کی حفاظت کے لیے مدینہ سے باہر رہ گیا ہے۔ آپ نے اس کے لیے بھی پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی اور ساتھ ہی یہ کہا: اما انہ لیس بشرکم مکانا ای لحفظہ ضیعة اصحابہ یعنی اس وقت وہ تمہاری سواریوں اور سامان کی حفاظت کر رہا ہے جس کی وجہ سے وہ اس لمحے کسی برے مقام پر نہیں ہے۔ اس فرمان رسول کے اندر اہل حکمت و دانش کے لیے کافی پیغام اور معلومات ہیں کہ اس کذاب

میں کتنی خرابی تھی۔ وہ لمحات محض اس لیے اس کے لیے خیر کا باعث تھے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے مال متاع کی حفاظت کر رہا تھا ورنہ اس کے اندر کوئی خیر نہ تھا وہ سراپا شر تھا۔ سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے اس فتنہ پرداز کو یہ جرأت ہوئی کہ گویا میری تعریف کی گئی ہے اور چونکہ اس کے ذہن میں سرداری کا خناس پہلے سے موجود تھا اسی لیے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لیے خلافت کا مطالبہ کیا تھا، جسے مسترد کر دیا گیا تھا۔ (سیرت ابن ہشام، قسم ثانی، ص ۵۷۷)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کے شر اور خباثت کے بارے میں تو جانتے تھے۔ لیکن ان لمحات میں اس کا یہ عمل ایسا تھا کہ جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح تو نہیں فرمائی لیکن اسے شر سے بھی تعبیر نہیں کیا۔ جب اس سے آپ کی ملاقات کے بعد اس کی حقیقت کھل گئی تو پھر کوئی ابہام نہ رہا کہ یہ شخص کیسا ہے اور کون ہے۔

مسلمہ کا نام مسلمہ بن ثمامہ تھا اور کنیت ابو ثمامہ۔ اس کا دعویٰ نبوت تاریخ کا وہ معروف واقعہ ہے جس کو ہر مسلمان جانتا ہے اور جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

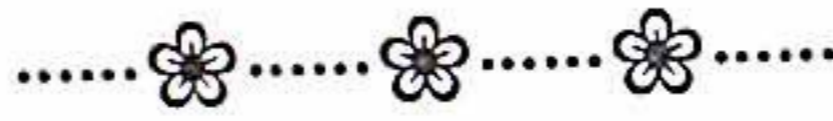
سعید و شہید

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مکالمہ کرنے کی اجازت دی تھی اور جس طرح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کذاب کہا، حضرت ثابت کی زبان سے بھی یہی الفاظ نکلے۔ پھر ایک عجیب حسن اتفاق یہ ہے کہ جب اس کذاب کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ کی فوج بھیجی گئی جس نے اس کو شکست فاش دی اور قتل کر دیا تو اس میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بڑی شان کے ساتھ یوں شریک ہوئے کہ ضرب المثل بن گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنا کفن زیب تن کر لیا تھا اور اپنے جسم کو خوشبو لگالی تھی جو موت کے بعد میت کو لگائی جاتی ہے۔ پھر بڑی بہادری سے لڑے اور شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں ان کو سعادت کی زندگی، شہادت کی

موت اور جنت کی سکونت کی بشارت دی تھی۔

رحال بن عنقوہ؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے اس وفد میں سے سبھی نے مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کو جھٹلایا۔ جب اس نے جنگ چھیڑی، اس وقت بھی بنوحنیفہ کے بعض لوگ اس کے ساتھ اس کے قلعے میں جانے کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ شامل رہے۔ البتہ ابن سعد کے مطابق رحال بن عنقوہ اس کے جھانسنے میں آ گیا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو اپنے ساتھ نبوت میں شریک کیا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا رحال اس بات پر قائم رہا اور حالت کفر میں قتل ہوا یا اسے توبہ کی توفیق نصیب ہو گئی کیونکہ مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد تمام کے تمام بنوحنیفہ واپس اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: صحیح بخاری، ج ۲، ص ۶۲۸، سیرت ابن ہشام، قسم ثانی، ص ۵۷۶-۵۷۷ اور طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۷-۳۱۶۔



وفد بنی سلیم

سبقت کا اعزاز

بنو سلیم ایک بڑا جنگجو قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کا بہت بڑا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے موقع پر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کے راستے میں قدید کے مقام پر تھے۔ اس وفد کی آمد کا تذکرہ کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنو سلیم کے اس عظیم انسان کا تذکرہ کیا جائے، جس کو اللہ نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور قبول اسلام کی سعادت بخشی۔ ان کا نام قیس بن نسیبہ تھا۔

جنگ خندق کے بعد جب کفار کے لشکرنا کام و نامراد ہو کر منتشر ہو گئے تو یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی تو بہت متاثر ہوا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سوالات بھی پوچھے جن کے آپ نے تسلی بخش جواب دیے۔ وہ بعض چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سے زیادہ مرتبہ پوچھتا تھا اور ہر چیز کو یاد کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی تو اس نے بلا تردد اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپ سے اجازت لے کر اپنے قبیلے کی طرف پلٹا۔

کلام نبوی کا اعجاز

قبیلے کے لوگوں نے جب حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا تو انہوں نے پہلی ملاقات ہی میں

کہا:

قد سمعت ترجمة الروم، وهينمة فارس، واشعار العرب، وكهانة

الکاهن، و کلام مقاول حمیر، فما یشبه کلام محمد شیئاً من کلامہم، فاطیعوانی وخذوا بنصیبکم منہ۔ میں نے رومیوں کی حکمت و دانائی مترجمین سے سنی اور فارسی کے جامع کلام سے بھی روشناس ہوا۔ عرب کے تمام شعرا کے شعروں کو بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں اور کاہنوں کی کہانت سے بھی واقف ہوں۔ حمیر (کے شہنشاہوں کے دربار میں) پیش کیے جانے والے قصیدوں سے بھی بھرپور آشنائی رکھتا ہوں۔ ان سب کے کلام میں سے کسی کا کلام بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کا ثانی نہیں۔ پس میری اطاعت کرو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغام میں سے اپنا نصیب حاصل کر لو۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۷۳۰)

جب یہ واپس اپنی قوم کے پاس آئے اور اوپر مذکورہ الفاظ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لوگوں تک پہنچایا تو بڑے سرداروں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ البتہ کچھ عام لوگ ان کی دعوت پر مسلمان ہو گئے۔ اسی دوران ایک اور بڑا دل چسپ واقعہ رونما ہوا۔ قبیلے کا ایک شخص غاوی بن عبدالعزیٰ اپنے قبیلے کے بت سواع کا مجاور تھا۔ ایک دن وہ بت خانے میں بیٹھا ہوا تھا کہ جنگل سے دو لومڑے آئے، بت خانے کے اندر گھسے اور آتے ہی ٹانگیں اٹھا کر سواع کی مورتی پر دونوں نے پیشاب کیا۔ یہ منظر دیکھ کر بت کے پچاری اور مجاور غاوی کی زندگی بدل گئی۔ اس نے سوچا جو بت لومڑیوں سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتے وہ بھلا کسی کی کیا حاجت پوری کر سکیں گے۔ اس موقع پر بے ساختہ انھوں نے یہ شعر پڑھا:

اربت یول الثعلبان برأسہ!

لقد ذل من بالت علیہ الثعلب

کیا وہ بت ربوبیت کا مالک ہو سکتا ہے جس کے سر پر دو لومڑیاں آ کر پیشاب کر دیں اور وہ اپنا دفاع نہ کر سکے۔ بلاشبہ اس کی ذلت میں کوئی شک نہیں جس پر لومڑیاں پیشاب کریں۔ یہ شخص مسلمان تو ہو گیا مگر اس کا نام جاہلیت کے مطابق ہی رہا۔ جب یہ فتح مکہ کے بعد

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے قبیلے کے وفد کے ساتھ آیا تو قیس بن نسیبہ کی طرح یہ بھی مسلمان تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی تعداد نو سو کے لگ بھگ تھی۔ ان میں مشہور سردار عباس بن مرداس، انس بن عیاض بن رعل اور راشد بن عبد ربہ شامل تھے۔ اب سارے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام پوچھے تو غاوی بن عبد العزیٰ نے اپنا نام بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں تم غاوی بن عبد العزیٰ نہیں ہو بلکہ راشد بن عبد ربہ ہو۔ غاوی کا معنی شریر اور گمراہ ہے، جبکہ راشد کا معنی ہدایت یافتہ ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۷-۳۰۸)۔ ابن الاثیر نے ان کے نام کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے اپنا نام غاوی بن ظالم بتایا تھا۔ جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے راشد بن عبد اللہ رکھ دیا۔ (أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۶۷۸-۶۷۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت راشد کے بارے میں فرمایا: خیر قری عربیة خَیْبَر، وَ خَیْرُ بَنِي سُلَيْمٍ رَاشِدٌ۔ یعنی عرب کی بستیوں میں سے بہترین بستی خیبر ہے اور بنو سلیم کے لوگوں میں سے سب سے بہتر راشد ہے۔

حضرت راشد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن سعد کی یہ رائے بھی ہے کہ وہ چونکہ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے اس لیے فتح مکہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ بنو ہوازن سے ہوا۔ اس میں بنو سلیم آپ کے نہ صرف ہمراہ تھے بلکہ انھوں نے آپ سے یہ درخواست کی کہ ان کو جیش کا ہراول دستہ بنایا جائے اور ان کا جھنڈا سرخ رنگ کا تیار کیا جائے۔ آپ نے ان کی بات کو تسلیم فرمایا۔ (البدایة والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۸)

اس قبیلے کا ایک اور اہم رکن قدر بن عمار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے، اسلام قبول کیا اور انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا کہ اپنی قوم کے ایک ہزار گھوڑ

سوار جنگجو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اس موقع پر انہوں نے یہ شعر بھی کہا:

شَدَدَتِ يَمِينِي اِذْ اَتَيْتُ مُحَمَّدًا

بَخِيرَ يَدِ شَدَّتْ بِحِجْزَةِ مِثْرَةٍ

جب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مصافحہ کے لیے میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے اس ہستی کے (مبارک) ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا، جس کی پاک دامنی اور عفت بے مثال و بے داغ ہے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد بتوں کو توڑا تو ابنی سلیم کے مرد مجاہد حضرت راشد بن عبد ربہ نے یہ اشعار کہے:

قَالَتْ هَلُمَّ اِلَى الْحَدِيثِ فَقُلْتُ لَا

يَا بَنِي عَلِيكَ اللَّهُ وَالْاِسْلَامُ

يَوْمًا شَهِدْتِ مُحَمَّدًا اَوْ قَبِيلَهُ

بِالْفَتْحِ حِينَ تُكْسِرُ الْاَصْنَامُ

لَرَأَيْتِ نُوْرَ اللَّهِ اَضْحَى سَاطِعًا

وَالشِّرْكَ يَغْشَى وَجْهَهُ الْاِظْلَامُ

محبوبہ نے کہا آؤ مل کر باتیں کریں۔ میں نے کہا، نہیں اب تو اللہ اور اسلام تمہارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔

اگر تو فتح مکہ کے موقع پر، جب بتوں کو توڑا جا رہا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے قبیلے (اہل اسلام) کا مشاہدہ کرتی۔

تو دیکھتی کہ اللہ کا نور تاباں و درخشاں ہے اور شرک کے چہرے پر سیاہی چھا رہی ہے۔



وفد بنو اشجع

اسم بامسٹی قبیلہ

قبیلہ اشجع مدینہ سے زیادہ دور نہیں رہتا تھا۔ اس قبیلے کے لوگ صلح جو اور امن پسند تھے لیکن اس کے ساتھ اسم بامسٹی بھی تھے، یعنی بہادری اور شجاعت بھی ان کا خاصا تھا۔ غزوہ خندق کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد ایک سو تھی اور مسعود بن زحیلہ وفد کے سردار تھے۔ انہوں نے صلح کی مشہور گھاٹی کے پاس قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور نہایت اخلاق کریمانہ کے ساتھ ان کا حال احوال اور خیر خیریت دریافت کی۔ وہ آپ کے رویے سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے مہمانوں کی کھجوروں کے ساتھ خاطر تواضع کرو۔

صلح کی تلاش

مدینہ کی بہترین کھجوریں مہمانوں کی خدمت میں پیش کی گئیں اور جب وہ کھا چکے تو آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ جواب میں انہوں نے کہا: یا محمد لا نعلم احداً من قومنا أقرب داراً منك منا، ولا أقل عدداً، وقد ضقنا بحربک وبحرب قومک، فجتنا نوادعک۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اور آپ کے ساتھی ہم سے بالکل قریب رہتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ہم تعداد کے لحاظ سے کچھ کم نہیں، لیکن ہم جنگوں سے تنگ آچکے ہیں۔ آپ اور آپ کی قوم کے لوگ آئے دن ہم سے جو جنگ کرتے ہیں ہم اس سے بچنا چاہتے ہیں۔

لہذا ہم آپ کے ساتھ صلح کرنے کے لیے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھی بات ہے، میں آپ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر دیتا ہوں۔ چنانچہ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔

تجدید معاہدہ اور قبولِ اسلام

بنو قریظہ کی جنگ کے بعد پھر ان کا ایک وفد آیا جس میں سات سو لوگ شامل تھے۔ اب بھی انہوں نے صلح کی تجدید کی بات کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں آپ کی ساتھ صلح کے معاہدے پر قائم ہوں، آپ بے فکر رہیں۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ سے پہلے ہی بہت متاثر ہو چکے تھے۔ اب مزید آپ کے جواب نے ان کے دل جیتنے کا کام کیا۔ چنانچہ یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۶، البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۸)



وفد بنی ہاہلہ

صحابی نہیں مسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان سے بہت سی احادیث بھی محدثین نے روایت کی ہیں۔ ان کا نام صدی بن عجلان تھا اور ابو امامہ کنیت تھی۔ یہ صلح حدیبیہ کے قرب کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ جب یہ اپنے قبیلے کے پاس دعوت و تبلیغ کے لیے پہنچے تو قبیلے کے لوگ اونٹنیوں کو پانی پلا کر باڑے کی طرف لارہے تھے۔ پھر انہوں نے اونٹنیوں کا دودھ نکالا اور پینے لگے۔ عین اس وقت جب ابو امامہ رضی اللہ عنہ ان کے قریب پہنچے تو سب نے ان کو خوش آمدید کہا، مگر ساتھ ہی یہ سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے تم باپ دادا کا دین چھوڑ کر صحابی ہو گئے ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں صحابی نہیں ہوا بلکہ میں نے اسلام قبول کیا ہے اور میں مسلمان ہوں۔

حرام سے اجتناب

ان لوگوں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کو خون کا ایک پیالہ پیش کیا اور یہ خود بھی دودھ پینے کے بعد اب بڑے مزے سے خون پی رہے تھے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیالہ لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اللہ نے اسے حرام کر دیا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آیت ۱۷۳ ان لوگوں کے سامنے پڑھی: **إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزِرِ وَمَا** **أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝** اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے

پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے، بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو، اور ضرورت کی حد سے تجاوز بھی نہ کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت اپنے قبیلے کے سامنے پیش کی مگر لوگوں نے قبول نہ کی اور ان کی مہمان نوازی سے بھی انکار کر دیا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بھوکے پیاسے سو گئے مگر اللہ نے انھیں خواب میں سیراب فرما دیا۔ کافی عرصہ کوشش کرنے کے بعد اس قبیلے کے لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے۔

انکار کے بعد اقرار

ایک دوسرے صحابی کا بھی تذکرہ آیا ہے جن کا نام نہشل بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ قبیلہ باہلہ کی شاخ بنو اہل میں سے تھے۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن و سنت کے احکام لکھوا کر دیے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میری قوم کے کئی لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ احکام ان سب تک پہنچا دو۔ یہ وثیقہ جو لکھا گیا تھا یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا۔ اس سے قبل حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی آپ نے ایک وثیقہ تحریر کروایا تھا جس میں زکوٰۃ و صدقات کے معاملات و مسائل کی تفصیل لکھی گئی تھی۔ جس قبیلے نے پہلے اسلام کا انکار کیا تھا۔ آہستہ آہستہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت نہشل بن مالک رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں پورے کا پورا اسلام میں داخل ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۷، البدایة و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۸)



وفد بنو ثعلبہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کر لیا اور آپ الحجرا نہ میں مقیم تھے تو آپ کے پاس بنو ثعلبہ کے چار آدمی حاضر ہوئے۔ انہوں نے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ بنو ثعلبہ کے نمائندوں کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارا پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور ہمیں وفاداری کے اظہار کے لیے انہوں نے بھیجا ہے۔ آپ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ اور صحابہ کو حکم دیا کہ ان کی مہمان نوازی کی جائے۔

چاندی کا ہدیہ

یہ لوگ کچھ دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ بعض روایات کے مطابق اس کے بعد وہاں سے رخصت ہو گئے جبکہ بعض روایات کے مطابق مدینہ میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ واپس اپنے علاقے میں چلے گئے ہوں اور کچھ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے ہوں۔ وادی جعرانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اجزہم کما تجیز الوفود۔ ان کی خدمت کرو جس طرح وفد کی خدمت کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ چاندی لے کر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہر ایک فرد کو پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ آپ نے فرمایا: لیس عندنا درہم۔ یعنی ہمارے پاس درہم دو دینار نہیں ہیں۔

ان لوگوں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنی قوم اور علاقے کی طرف واپس پلٹ گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۹۸، البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار

ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۶)



وفد بنی کنانہ

شایستگی کا کمال

بنو کنانہ بھی عرب کے قدیم اور مشہور قبیلوں میں سے ایک قبیلہ تھا۔ ان کا وفد وائلہ بن اسقع کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپؐ غزوہ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ اس وفد کو وفد وائلہ بن اسقع بھی کہا جاتا ہے۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپؐ نے وائلہ سے پوچھا: مانت وما جاء بك وما حاجتك؟ یعنی تم کون ہو کس مقصد کے لیے آئے ہو اور تمہاری حاجات و ضروریات کیا ہیں۔ وائلہ نے اپنا نام و نسب بتایا اور کہا کہ میں تو حاضر ہوا ہوں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے لیے۔ پس مجھے آپ بیعت کر لیجیے۔ میں اطاعت کروں گا اپنی پسندیدہ چیزوں کے بارے میں بھی اور جن چیزوں سے طبیعت کراہت محسوس کرے ان کے بارے میں بھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شایستگی اور انتہائی عاقلانہ جواب بہت پسند آیا۔ چنانچہ نے ان سے بیعت لی اور واپس اپنے قبیلے کی طرف بھیج دیا۔

جب یہ اپنے قبیلے میں واپس آئے اور اپنے گھر پہنچے اور قبول اسلام کی خبر گھر والوں کو دی تو ان کا والد یہ سن کر بہت ناراض ہوا اور اس نے غصے سے کہا: واللہ لا اکلمک کلمۃً ابدًا یعنی اللہ کی قسم میں تجھ سے کبھی کوئی بات نہیں کروں گا۔ ان کی بہن نے بھی یہ گفتگو سنی تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ دونوں بہن بھائی نے یہ طے کیا کہ حضرت وائلہ رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ تبوک میں شرکت کے لیے چلے جائیں۔ چنانچہ وہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، جب مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جا چکے تھے۔ اب حضرت وائلہ رضی اللہ عنہما کے پاس سواری نہیں تھی

اس لیے انہوں نے کہا کہ مجھے کون اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ایک اور نوجوان صحابی کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے جو تبوک کی طرف ہی جا رہے تھے، کہا کہ میں آپ کو اپنی سواری پر اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔

اللہ والے

یہ تھا اخوت اسلامی کا عظیم جذبہ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناقابل شکست بنا دیا تھا۔ چنانچہ دونوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شریک ہوئے۔ واپسی پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اُکیدر کے مقابلے کے لیے بھیجا (جس کا تذکرہ ہماری کتاب کی چوتھی جلد میں آچکا ہے) تو حضرت وائلہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا۔ کامیابی کے بعد یہ مالِ غنیمت لے کر واپس آئے تو حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو اس مالِ غنیمت میں سے حصہ پیش کیا۔ انہوں نے اس میں سے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا اور کہا: انما حملتک للہ۔ میں نے تجھے اللہ کی خاطر اپنی سواری پر سوار کیا تھا، کسی اجر اور معاوضے کے لیے نہیں۔ سبحان اللہ عباد الرحمن کتنے عظیم ہوتے ہیں! اللہ کی خاطر محبت اور اسی کی خاطر عداوت، اسی سے اجر کی امید اور اسی کی رضا مطلوب! بعد میں بنو کنانہ کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۵-۳۰۶، البدایہ والنہایہ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۷-۹۵۸)



وفد بنو بکر بن وائل

حنفاء

فتح مکہ کے بعد قبیلہ بکر بن وائل کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں حسان بن خوط، عبد اللہ بن اسود، عبد اللہ بن مرشد، بشیر بن الخصاصیہ اور حسان بن خوط کا ایک بیٹا شامل تھے۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اسلام قبول کرنے کے لیے آئے ہیں۔ آپ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سوال کیا کہ آپ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں؟ آپ نے فوراً جواب دیا: لیس هو منکم بل هو رجل من بنی ایاد تحنف فی الجاہلیۃ فوافی عکاظ والناس مجتمعون فیکلمہم بکلامہ الذی حُفظ عنہ۔

آپ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں یہ تمہارے قبیلے کا فرد نہیں تھا۔ بلکہ بنو ایاد میں سے تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اس نے توحید اختیار کر لی تھی۔ وہ حنفاء میں سے تھا۔ بہت عظیم اور حکیم انسان تھا، عکاظ کے میلے میں آتا تو لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے۔ وہ ان کے سامنے اپنا (حکیمانہ اور توحید پر مبنی) کلام پیش کرتا۔ لوگ اس کا کلام سن کر یاد کر لیتے تھے۔

قس بن ساعدہ عربوں کے درمیان بہت مشہور شخصیت تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل عرب کے مشرک معاشرے میں جو توحید پرست (حنفاء) پائے جاتے تھے ان میں ان کا نمایاں مقام ہے۔

در بار رسالت میں حاضری ایک شرف

اس وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ عرصہ قیام کیا۔ پھر ارکانِ وفد واپس

یمامہ چلے گئے۔ وفد کے قائد حسان بن خوط تھے۔ ان کے ایک بیٹے نے اپنے شعر میں اس کا یوں تذکرہ کیا:

میں حسان بن خوط کا بیٹا ہوں اور میرے والد کا یہ اعزاز ہے کہ وہ سارے قبیلہ بکر بن وائل کی طرف سے نمائندہ بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔

ہدیہ اور دعا

یمامہ میں جب سب لوگ مقیم ہو گئے تو وفد کے رکن عبداللہ بن اسود بن شہاب نے اپنا سارا مال و جائیداد فروخت کر دیا اور ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ اس موقع پر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمامہ کی بہترین کھجوروں کا ایک توڑا پیش کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہدیہ قبول کیا اور ان کو خیر و برکت کی دعادی۔ یہ صحابی باقی ماندہ زندگی مدینہ ہی میں مقیم رہے اور لوگ آپ کی زندگی میں آنحضرت کی دعا کی برکات دیکھا کرتے تھے۔

حسان بن خوط کا نام ابن کثیر نے 'خ' اور ضمہ کے ساتھ "خُوط" لکھا ہے جب کہ ابن سعد نے طبقات میں 'ح' اور فتح کے ساتھ "خُوط" لکھا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۵، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۸-۹۵۹، أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۵۱۳)



وفد بنی البرکاء

سوسالہ بزرگ

۹ھ میں قبیلہ بنو البرکاء کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں تین یا چار آدمیوں کی نام ملتے ہیں۔ ابن سعد نے یہ تین نام لکھے ہیں: معاویہ بن ثور بن عبادہ البرکاء، فحیح بن عبد اللہ بن جندح بن البرکاء اور عبد عمر البرکائی۔ یہ تین نام لکھنے کے ساتھ ابن سعد یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ معاویہ بن ثور رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے وقت سوسال کے تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے بشر بن معاویہ بھی تھے۔ یوں یہ نام تو چار ہیں، مگر ابن سعد وفد کو تین ارکان پر مشتمل شمار کرتے ہیں۔ بشر کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ تو اپنے والد کی خدمت کے لیے ساتھ آئے تھے۔ یہ کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ سیرت ابن ہشام میں بھی چاروں کے نام وفد میں لکھے گئے ہیں۔ ابن کثیر نے البدایة والنہایة میں اس وفد کی تعداد و اقدی کے حوالے سے تیس ارکان بھی لکھی ہے۔

سر پہ ہاتھ پھیرا

بزرگ رکن وفد حضرت معاویہ بن ثور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا یہ بیٹا بشر بڑا فادار اور خدمت گزار ہے۔ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اس بڑھاپے میں یہ میری خدمت کا حق ادا کرتا ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ اس کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیریں تاکہ یہ آپ کے لمس سے برکت پائے۔ فمسح رسول اللہ وجہہ پس آپ نے بشر بن معاویہ کے چہرے پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ پھر ان کو کچھ بکریاں بھی

عطا فرمائیں۔ اللہ نے ان بکریوں میں بہت برکت عطا فرمائی۔ بنو البرکاء کے علاقے میں جب خشک سالی ہوتی تو لوگ بہت تکلیف میں مبتلا ہو جاتے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا کہ حضرت بشر اور ان کے دوست و احباب اس تکلیف سے محفوظ رہتے تھے۔

گونگے بہرے صحابی کا اکرام

ارکان وفد میں عبد عمر البرکائی گونگے بہرے تھے۔ نبی اکرم نے ان کا نام عبدالرحمان رکھ دیا تھا اور ان کے علاقے میں ایک پانی کا چشمہ جو ذوالقصدہ کے نام سے معروف تھا ان کو ہدیہ دے دیا۔ وفد کے دوسرے رکن حضرت فحیح بن عبد اللہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر لکھوائی تھی۔ جس میں لکھا تھا:

احکام اسلام

یہ اللہ کے رسول کی طرف سے الفحیح کو پروانہ دیا جا رہا ہے۔ اس کی قوم کے تمام لوگوں کے نام یہ پیغام ہے جو بھی دین حق قبول کرے اس کے لیے فرض ہے کہ وہ نماز قائم کرے، صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کرے، مال غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسول کا خمس نکال کر بھیجے اور اللہ کے رسول اور ان کے اصحاب کی مدد کرے۔ میں فحیح کے اسلام کی گواہی دیتا ہوں وہ اللہ اور اس کے رسول کی امان پر یقین کرنے والا ہے۔

یہ لوگ کچھ دن مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ آنحضرت نے ان کی بہت خدمت مدارت کی۔ جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جو دو سخا کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو عطیات دے کر رخصت کیا۔

در مدح احمد مجتبیٰ

حضرت بشر کے بیٹے محمد بن بشر بہت اچھے شاعر تھے۔ انھوں نے اس تاریخی واقعہ کو اپنے اشعار میں منظوم کر دیا ہے:

اللہ اس ریورٹ میں بھی برکت

میر کی طرف سے درود و سلام

(طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۶۸)

الاول، مطبوعہ دارالابن حزم، بیروت، الط

ج ۱، ص ۲۶۳-۲۶۴)

.....۳

و فد دوس

شعر او حکما

دوس ایک مشہور قبیلہ تھا جو پہاڑی علاقے میں رہائش پذیر تھا۔ اس قبیلے میں شعر و شاعری اور حکمت و دانائی کی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ان کے اس جوہر کے تمام عرب قبائل معترف تھے۔ اس قبیلے کے ایک مردانا حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ مکہ میں اس زمانے میں آئے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش مکہ نے مخالفانہ پراپیگنڈے کا طوفان برپا کر رکھا تھا۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مکہ میں عمرے کے لیے آئے تھے۔ جوں ہی مکہ میں داخل ہوئے تو ان کے اپنے بیان کے مطابق قریش کے سرداروں نے ان کا استقبال کرنے کے بعد کہا: اے طفیل! تم ہمارے شہر میں آئے ہو، ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کے لیے مشورہ دیتے ہیں کہ ہمارے ایک نوجوان سے بہت محتاط ہو کر رہنا۔ اس کا معاملہ اب خاصا خطرناک ہو گیا ہے۔ اس نے ہماری قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں اور ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔ اس کا کلام جادو کی مانند ہے، جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی اور میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ جو مصیبت ہمارے اوپر نازل ہو چکی ہے، کہیں تم اور تمہاری قوم کے دیگر لوگ بھی اس کا شکار نہ ہو جائیں۔ پس تم نہ تو اس سے کلام کرنا اور نہ ہی اس کی بات سنا۔

دانش منداناہ فیصلہ

[طفیل بن عمرو کہتے ہیں]: بخدا قریش کے شیوخ نے مجھے اس قدر تاکید کی کہ میں نے ان کی بات کو سچ سمجھ لیا اور فیصلہ کر لیا کہ ”صاحب قریش“ (محمد رسول اللہ ﷺ) کی نہ تو بات سنوں

اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نشانی عطا فرمادے جو دعوتِ حق کے کام میں میری معاون ثابت ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَّهٗ اٰیَةً. یعنی اے اللہ اسے کوئی نشانی (کرامت) عطا فرما۔

میں اپنی قوم کی جانب لوٹا۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچا، جہاں سے قبیلے کے گھر اور آبادی نظر آتی تھی۔ اچانک میری پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان مشعل کی طرح روشنی چمکنے لگی۔ میں نے دعا کی: اے اللہ! یہ روشنی میرے چہرے کے علاوہ کسی اور چیز میں پیدا کر دی جائے کیوں کہ میری قوم کے جاہل اسے مرض قرار دے کر کہیں گے کہ باپ دادا کے دین کو چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ لاحق ہو گیا ہے۔ پس روشنی میرے چہرے سے میری چابک (چھڑی) کے سرے پر آگئی۔ قوم نے دور سے دیکھا، جیسے قندیل روشن ہو۔ میں بلندی سے ان کی جانب اترتا آ رہا تھا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اندھیری رات میں، میں نے سفر طے کیا اور قبیلے کے درمیان اپنے گھر پہنچ گیا۔ (معجزات سرور عالم، ص ۲۷-۲۹، بحوالہ سیرت ابن ہشام: قسم اول، ص ۳۸۲، الاصابة: جلد دوم، ص ۲۱۷، اسد الغابة: جلد سوم، ص ۵۴، البداية والنهاية: جلد سوم، ص ۹۹ و جلد ششم، ص ۱۵۳ اور ۲۷۸، طبقات ابن سعد: جلد ۱۲، قسم اول، ص ۱۷۵)۔

دانی حق کی کامیاب کاوش

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو کی کاوشوں سے قبیلہ دوس کے کئی گھرانے اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلسل نامہ و پیام اور رابطہ رکھتے تھے۔ غزوہ خیبر سے قبل وہ ستر یا اسی گھرانوں کے ساتھ اپنے علاقے سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انھیں پتا چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جنگ میں مصروف ہیں تو یہ سب لوگ خیبر پہنچ گئے۔ ان ہی لوگوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ازیہر الدوسی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی فتح کے بعد بڑی مقدار میں مالِ غنیمت ملا تو آپ نے قبیلہ دوس کے سارے وفد کے درمیان بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ تقسیم کیا۔ پھر یہ لوگ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی خیبر سے مدینہ آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حرة الدجاج میں قیام کا حکم دیا جو مدینہ کے بالکل ساتھ ملحق ہے۔

دو جلیل القدر صحابہؓ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب اس وفد میں اپنے گھر سے چلے تو انہوں نے یہ شعر کہا:

يا طولها من ليلة وعنائها

على انها من بلدة الكفر نجت

اس رات کی طوالت اور طنائوں کا کیا کہنا جس نے کفر کے گڑھ سے نجات دے کر (اسلام کے گہوارے) میں پہنچا دیا۔

عبداللہ بن ازہر بن دوس نے مقتدر سرداروں میں سے تھے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم اور قبیلے کے درمیان میرا مقام و منزلت معروف و معلوم ہے پس آپ مجھے ان کی نگرانی ذمہ داری سونپ دیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی منصب تو نہیں عطا فرمایا بلکہ ایک بہت جامع اور بلیغ نصیحت فرمائی:

يا اخا دوس ان الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً فمن صدق الله نجا ومن آل إلى غير ذلك هلك، إن أعظم قومك ثواباً أعظمهم صدقاً ويوشك الحق أن يغلب الباطل.

اے قبیلہ دوس کے بھائی اسلام اس حال میں دنیا میں متعارف ہوا تھا کہ یہ اجنبی اور غریب الٰہی تھا۔ ایک دور آئے گا یہ پھر اسی کیفیت سے دوچار ہو جائے گا۔ پس جس نے اللہ کی تصدیق کی وہ ہر دور میں نجات پائے گا اور جو اس کے علاوہ کسی اور جانب لڑھک گیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ تمہاری قوم میں سے سب سے زیادہ ثواب کا مستحق وہی ہوگا جو سب سے زیادہ صدق ایمانی سے مالا مال ہوگا اور (ان شاء اللہ) عنقریب حق باطل پر مکمل غلبہ

حاصل کر لے گا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۵۳)

ام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

قبیلہ دوس کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ میں مقیم رہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو اپنی والدہ کے لیے حرۃ الدجاج میں ایک جھونپڑا بنا کر خود صفہ پر مقیم ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں، مگر اپنے بیٹے کی محبت میں ہجرت کر کے آ گئی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی خدمت کا حق ادا کر کے واپس صفہ پر آ جاتے۔ آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کی والدہ کے لیے ہدایت کی دعا کریں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور ان کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی ہدایت دے دی۔ (تفصیل کے لیے ہماری کتاب روشن

قندیلیں، عنوان ام ابی ہریرہ)



وفد بنی عبس

عشرۃً کاملۃً

قبیلہ عبس کے نو آدمی فتح مکہ سے قبل مدینہ منورہ آئے۔ ان کا اصل علاقہ نجد تھا۔ اس قبیلے میں سے کچھ لوگ تو بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اس وفد میں میسرہ بن مسوق اور حارث بن ربیع المعروف بالکامل جیسے مشہور و معروف سرداران شامل تھے۔ دیگر لوگوں میں قتبان بن دارم، بشر بن الحارث بن عبادہ، ہدم بن مسعدہ، سباع ابن زید، ابوالحسن بن لقمان، عبد اللہ بن مالک اور فرورہ بن الحسین ابن فضالہ شامل تھے۔ یوں یہ کل نو افراد بنتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات پر ان لوگوں نے آپ کو سلام کہا اور اپنے قبول اسلام کا اعتراف کیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔

پھر آپ نے فرمایا: ایک اور آدمی تلاش کرو جس کے ساتھ تمہاری تعداد ۱۰ ہو جائے تاکہ میں تمہارے لیے ایک جھنڈا بھی بناؤں اور جنگی شعار (کوڈورڈ) بھی تمہیں عطا کروں۔ آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مجلس میں تشریف لے آئے۔ پس آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ شامل فرما دیا اور جھنڈا حضرت طلحہ کو عطا کیا اور ان کا شعار یا عشرۃ یعنی اے دس ارکان کی جماعت مقرر فرمایا۔

عظیم شرف

ابن سعد نے اس واقعے کے ساتھ یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قریش کا ایک قافلہ شام کی طرف سے واپس آ رہا ہے تو آپ نے بنو عبس کے صحابہ کو ایک جھنڈا دے کر اس سر یہ کے لیے روانہ فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ تم نو ہو اور یہ سمجھو کہ میں تمہارے

ساتھ تمہارا دسواں ساتھی ہوں۔ یہ واقعہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم کامیاب ہو گئے اور ہم نو افراد ہیں تو مالِ غنیمت ملنے کی صورت میں اسے تقسیم کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا دس حصے کرنا اور ایک حصہ لا کر مجھے دینا باقی آپس میں تقسیم کر دینا۔ ابن سعد نے وفد کی آمد کا زمانہ ۱۰ ہجری بیان کیا ہے اور ۸ھ میں تو مکہ فتح ہو چکا تھا۔ ابن کثیر نے بھی اس وفد کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل آئے تھے اور ابن کثیر کے مطابق حضرت طلحہ کو جھنڈا تیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا انا عاشر کم یعنی میں تمہارا دسواں ساتھی ہوں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۹۵-۲۹۶، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۶)

ہجرت کا ثواب

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی مدد سے مزید لکھا ہے کہ بنو عبس کے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قاری ہمارے پاس آئے اور ہمیں بتایا کہ جس نے ہجرت نہ کی اس کا اسلام معتبر نہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہماری معاش کا سارا دار و مدار اپنے مال مویشیوں پر ہے۔ اگر ہجرت کے بغیر اسلام نہیں ہے تو پھر ہم بڑے خسارے میں ہیں۔ اس صورت میں ہم اپنے مال مویشی (جس قیمت پر بھی بکے) فروخت کر دیں گے اور ہجرت کر کے یہاں آ جائیں گے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: اتَّقُوا اللَّهَ حَيْثُ كُنْتُمْ فَلَنْ يَلْتَكُمُ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كُنْتُمْ بِضُمِّدٍ وَجَازَانَ۔ تم جہاں بھی رہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ایسی صورت میں وہ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کرے گا۔ اگرچہ تم صد اور جازان کی گھاٹیوں میں کیوں نہ ہو (وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے)۔ پھر آپ نے ان سے خالد بن سنان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی قوم نے اسے ضائع کر دیا۔ وہ ایک قابل اور قیمتی انسان تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۹۶)



وفد بنی جرم

نماز باجماعت

قبیلہ جرم کے ایک فرد سعد بن مَرہ الجرمی اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کے دو افراد فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ تھے اصقع بن شریح بن صریم بن عمرو اور ہوذہ بن عمرو بن یزید بن عمرو۔ عمرو بن ریح ان دونوں کے پردادا تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک پروانہ عطا فرمایا۔

یہ لوگ کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اسلام کے بنیادی اصولوں سے واقفیت اور قرآن کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ پھر یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے قبیلے میں جا کر انفرادی کے بجائے باجماعت نماز ادا کرنی ہے تو ہماری رہنمائی کیجیے کہ ہماری امامت کون کرائے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کو قرآن سب سے زیادہ یاد اور جو اچھی تلاوت کرے وہ امامت کرائے اور جس کی آواز زیادہ بلند ہو وہ اذان پڑھے۔

امام کا معیار

جب یہ اپنے قبیلے میں واپس پہنچے تو انہوں نے تلاش کیا کہ سب سے زیادہ قرآن کس کو یاد ہے۔ چونکہ قبیلے کے کچھ لوگ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ معلوم ہوا کہ ایک چھ سالہ بچہ سب سے زیادہ قرآن یاد کر چکا ہے۔ یہ بچہ بہت غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اسے امامت کے لیے آگے بڑھایا گیا تو اس کے جسم پر ایک ہی چادر تھی۔ جب وہ سجدے میں گیا تو اس کا ستر قائم رہنا مشکل ہو گیا۔ ابن سعد نے خود اس بچے کے بقول یہ واقعہ نقل کیا ہے اور اس بچے کا نام عمرو بن سلمہ بن قیس الجرمی بیان کیا ہے۔ قوم کے ایک فرد نے جو مقتدیوں میں شامل تھا، نماز کے بعد اس بچے کو

بحرین کا بنا ہوا ایک بہت قیمتی حلقہ پہنا دیا۔ یہ بچہ زندگی بھر امامت کے فرائض سرانجام دیتا رہا اور یہی اپنے قبیلے میں نماز جنازہ کی امامت بھی کیا کرتا تھا۔

امام قبیلہ حضرت عمرو بن سلمہ جرمی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق اس قبیلے کے احوال ابن سعد نے یوں بیان کیے، وہ کہتے ہیں:

سعید روح

ہمارا قبیلہ ایک چشمے کے قریب رہائش پذیر تھا جو شاہراہ عام پر واقع تھا۔ قافلے یہاں سے گزرا کرتے تھے اور ہم ان سے شہروں اور دیگر علاقوں کی خبریں حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک قافلے کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ مکہ میں ایک شخص فرماتے ہیں کہ اللہ نے انھیں رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ گزرنے والے بعض قافلے ہمیں وہ کلام بھی سناتے تھے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا تھا۔ میں یہ کلام سن کر یاد کر لیتا تھا۔ اس طرح مجھ کو قرآن پاک کا بہت سا حصہ یاد ہو گیا۔ یہ صحابی بہت ہی سلیم القلب اور سعید روح تھے۔

مکہ فتح ہوا تو سب قبیلے اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔ میرے والد بھی بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ مدینہ میں قیام کے بعد واپس آئے تو انھوں نے کہا: خدا کی قسم میں اللہ کے سچے رسولؐ کے پاس سے آیا ہوں۔ انھوں نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم میں سے جس آدمی کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ تمہیں نماز پڑھایا کرے۔ ان کی بات سن کر قبیلے کے لوگوں نے جستجو کی تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہ تھا چنانچہ انھوں نے مجھے امام بنا لیا۔ اس وقت میری عمر چھ سال کی تھی اور میرے پاس اتنی چھوٹی سی چادر تھی کہ میں اپنا ستر مشکل سے ڈھانک سکتا تھا۔ پس میری قوم نے مجھے ایک قمیص لے دی۔ مجھے اس قمیص کے ملنے سے بڑھ کر کبھی کسی چیز کے ملنے کی خوشی نہیں ہوئی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱،

ص ۳۳۵-۳۳۷، أسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۶۴۵-۶۴۶)



وفدِ رواس بن کلاب

انتقام کی آگ

ابن سعد نے طارق بن علقمہ الرواسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے قبیلے کا ایک شخص عمرو بن مالک بن قیس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس نے اسلام قبول کیا۔ پھر اپنی قوم کے پاس آیا اور ان کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ قوم کے لوگوں نے کہا کہ ہم اسلام تو قبول کر لیں گے مگر تم جانتے ہو کہ بنو عقیل بن کعب نے ہم پر حملہ کر کے جو نقصان ہمیں پہنچایا، پہلے اس کا بدلہ لینا ضروری ہے۔ پس ان سے بدلہ لیں گے اور اس کے بعد مسلمان ہوں گے۔ انتقام کی آگ تو ہر چیز کو بھسم کر دیتی ہے۔ عربوں کے اندر یہ آگ غضب کی تھی۔ عمرو بن مالک نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ابھی اسلام کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ اپنے قبیلے کے ساتھ مل کر وہ بھی بنو عقیل پر حملہ آور ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں بنو عقیل کا ایک شاہسوار ربیعہ بن المثنق بن عامر قتل ہو گیا۔

آنحضور ﷺ کی ناراضی

بنو عقیل کا مقتول ربیعہ بن المثنق بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ اب حضرت عمرو بن مالک رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ میں نے مسلمان ہوتے ہوئے بلا وجہ ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے اور یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس عمل پر وہ اتنے آزرده اور نادم ہوئے کہ خود بیان کرتے ہیں:

میں نے اپنا ہاتھ ایک طوق میں باندھ کر وہ طوق اپنی گردن میں ڈال لیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے پہلے ہی احساس تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس کا علم ہو چکا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس جرم سے باخبر تھے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا مگر آپ نے اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر میں دائیں جانب سے آیا اور سلام عرض کیا مگر آپ نے اب بھی مجھ سے اعراض برتا۔ میں بائیں جانب سے آیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ سلام عرض کیا، مگر آپ کے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ میں پریشان تھا کہ اب کیا کروں؟ آخر میں نے سامنے سے آ کر سلام کہا اور عرض کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! إِنَّ الرَّبَّ لَيُسْتَرْضَى فَيَرْضَى عَنِّي رَضِيَ اللَّهُ عَنكَ۔

اللہ سے جب خطا کار اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہیں تو وہ راضی ہو جاتا ہے۔ میری دراست ہے کہ آپ بھی مجھ سے راضی ہو جائیں، اللہ آپ سے ہمیشہ راضی رہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قَدْ رَضِيتُ عَنْكَ هَا فِي مِثْلِ تَجْهٍ رَضِيَتْهُ

ہو گیا ہر۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۰-۳۰۱، أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ص ۶۶۷)



وفدِ عقیل بن کعب

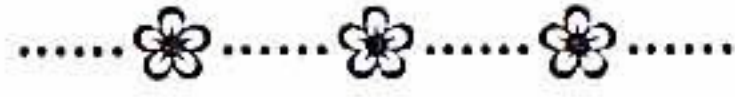
جاہلی رسومات

وفدِ عقیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے بعد حاضر ہوا۔ اس وفد میں ربیع بن معادیہ بن خفاجہ بن عمرو بن عقیل، مطرف بن عبد اللہ بن الاعلم بن عمرو بن ربیعہ بن عقیل، انس بن قیس بن المثنق بن عامر بن عقیل شامل تھے۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار دعوتِ اسلام کے جواب میں اپنے جاہلی عقیدے کے مطابق پانے اور فال گیری کے ذریعے معلوم کرنا چاہا کہ آیا قبولِ اسلام ان کے حق میں مفید ہے یا مضر۔ کافی ٹھوکریں کھانے کے بعد آخر اللہ نے ان کو ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ جب ان کے سردار نے اسلام قبول کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تو پانسہ ہی پلٹ گیا۔ وفد کے تمام لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اس قبیلے کی خوبی یہ تھی کہ ان کی بیعت کے بعد پورے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔

دستاویزِ نبویؐ

آپ نے ان لوگوں کو ایک مقام جو عقیق بن عقیل کے نام سے مشہور تھا عطا فرمایا اور اس کے لیے پروانہ بھی لکھ کر دیا۔ یہ مقام بہت سرسبز و شاداب تھا۔ یہاں پانی کے قدرتی چشمے رواں تھے، کھجور انار اور دیگر پھل دار درختوں کے باغات بھی تھے۔ یہ دستاویز ابن کثیر کے مطابق سرخ چمڑے کے ٹکڑے پر لکھی گئی تھی اور تمام قبیلے کے نمائندے کی حیثیت سے حضرت مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو عطا کی گئی تھی۔ اس دستاویز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا کہ یہ دستاویز

ان لوگوں کو عطا کی جا رہی ہے جو لوگ نماز پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں اور سمع و طاعت اختیار کریں۔
(طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۱-۳۰۲، البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول،
مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۷)



وفد بنی کلاب

تر بیت یافتہ وفد

وفد بنی کلاب کی آمد ۹ھ میں مذکور ہوئی ہے۔ یہ لوگ پہلے سے مسلمان تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب سب قبائل نے مدینہ کا رخ کیا تو اس مسلمان قبیلے کا ایک وفد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابن کثیر کے مطابق یہ وفد ۱۳ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ جن میں مشہور شاعر لبید بن ربیعہ اور جبار بن سلمیٰ بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کو حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں قبول اسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی تربیت بھی کی اور اسلامی احکام پر عمل درآمد کا نظام بھی مرتب کر لیا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوست

اس وفد کی آمد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ آپ نے ان کو حضرت رملہ بنت الحارث انصاریہ رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرایا۔ جبار بن سلمیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شاعر رسول حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی پرانی دوستی تھی۔ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کا پتا چلا تو انھوں نے ان لوگوں کا استقبال کیا اور اپنے دوست جبار کو ہدیے بھی دیے اور ان کی اور ان کے ساتھیوں کی بڑی ضیافت و تکریم بھی کی۔ جب یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے اسلامی طریقے کے مطابق آپ کو سلام کیا اس وقت حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام سے خوش بھی ہوئے لیکن وفد کے لوگوں نے یہ

محسوس کیا کہ شاید آپؐ تک ان کے قبولِ اسلام کی خبر پہلے نہیں پہنچی تھی۔

سرکاری مہمان

اس معاملے کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے اپنے مرتبی و معلم حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ ہمارے درمیان آئے تو ہم نے ان کی دعوتِ قبول کی۔ پھر انھوں نے تمام احکام ہم تک پہنچائے جو اللہ کی کتاب اور آپؐ کی سنت سے انھوں نے حاصل کیے تھے۔ ہم نے ان کی ہر بات کا مثبت جواب دیا۔ جب وہ پہلی مرتبہ ہمارے پاس آئے تو دَعَانَا إِلَى اللَّهِ فَاسْتَجَبْنَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَإِنَّا أَخَذْنَا الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْيَانِنَا فَرَدَّهَا عَلَى فَقْرَائِنَا۔ یعنی وہ جب ہمارے پاس آئے تو انھوں نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی، ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، وہ ہمارے مال دار لوگوں سے صدقے وصول کیا کرتے تھے اور ہمارے فقرا و مفلسین کی طرف یہ ساری رقم لوٹا دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۰، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۶، أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۸۱۵-۸۱۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکریم کی اور جتنے دن وہ مدینہ میں ٹھہرے، سرکاری مہمانوں کی حیثیت سے ان کی تواضع کی گئی۔ پھر یہ لوگ واپس اپنے قبیلے میں چلے گئے۔ لبید بن ربیعہ صاحب دیوان شاعر ہیں۔ یہ ان سات شعرا میں بھی شامل ہیں جن کے قصیدے خانہ کعبہ میں لکھ کر لٹکائے جاتے تھے۔ ان کو سب سے معلقات کہا جاتا تھا۔ امرأ القیس کے بعد دوسرے نمبر پر لبید ہی کا نام آتا ہے۔ انھوں نے اپنے بعض اشعار میں قبولِ اسلام کا تذکرہ بہت خوب صورت انداز میں کیا ہے۔ ایک شعر میں وہ کہتے ہیں:

الْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَجَلِي

حَتَّى إِكْتَسَيْتُ مِنَ الْإِسْلَامِ سِرْبَالًا

اللہ کا شکر ہے کہ (حالت کفر) میں موت آنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے مجھے سعادت بخشی کہ
نے اسلام کا خوب صورت لباس پہن لیا۔

ایک اور شعر میں وہ یوم حساب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکل امرء یوما سیعلم سعیه

اذا کشفتم عند اللہ المحاصد

ہر شخص اس دن اپنے اعمال اور بھاگ دوڑ کا نتیجہ اپنے سامنے پائے گا، جب انسان کی
تمام (اعمال) کمائی اللہ کے دربار میں کھول کر رکھ دی جائے گی۔

ابن الاثیر کے مطابق قبول اسلام کے بعد لبید نے چند اشعار ہی کہے اور عمومی طور پر
شعر و شاعری ترک کر دی۔ ان کی بیٹی بھی بہت اچھی شاعرہ تھی۔ جب بھی کبھی کسی شاعر کا جواب
دینا ہوتا تو اپنی بیٹی سے کہتے اور وہ جواب دے دیتی۔ (أسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲،

ص ۸۱۵-۸۱۶)



خدمت
ہوئے
مقرر و غیر
۱۱
ہائے نثر
آنحضرت
بہت عمدتاً

وفد ہلال بن عامر

عبدعوف سے عبد اللہ

بنی ہلال بن عامر کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں عبدعوف ابن اصرم بھی شامل تھے۔ آپ نے ان سے نام پوچھا تو انہوں نے کہا عبدعوف۔ آپ نے فرمایا: تم عبد اللہ ہو۔ پس وہ مسلمان ہو گئے۔ یہ بنو ہوازن کے تمام قبائل کا مشترکہ وفد تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبد اللہ رکھا تو یہ بہت خوش ہوئے۔ ان کی اولاد میں سے ایک شخص نے اپنے ایک شعر میں اپنے جد امجد کی وفد میں شمولیت اور قیادت کا تذکرہ کیا ہے:

جدی الذی اختارت ہوازن کلہا

الی النبی عبد عوف وافدا

میرے جد امجد عبدعوف تھے جنہیں ہوازن کے تمام قبائل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا (اور جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبدعوف سے عبد اللہ ہو گئے)۔

مقروض کی مدد

اس وفد میں قبیصہ بن مخارق بھی شامل تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا: میں نے اپنی قوم سے ایک قرض لیا ہوا ہے، اس کی ادائیگی میں میری مدد فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہی لک فی الصدقات اذا جاءت۔ یعنی اطمینان رکھو، جب صدقات کا مال آئے گا تو اس میں سے ضرورت تمہاری مدد کی جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم ہمیشہ مقروض لوگوں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے نتیجے میں کوئی مقروض قرض سے نجات پالے۔ (أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۷۳)

ام المومنین کا بھانجا

مورخ ابن ہشام کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ زیاد بن عبد اللہ بن مالک بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے تھے۔ جب مدینہ پہنچے تو ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے تو ایک چھوٹی عمر کے نوجوان کو گھر میں موجود پایا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری بہن غزہ بنت الحارث کا بیٹا ہے۔ یعنی ام المومنین کا بھانجا تھا۔

نوجوان کا اکرام

اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دور ہو گیا۔ آپ گھر کے اندر گئے اور زیاد بن عبد اللہ سے شفقت و محبت کا اظہار فرمایا۔ پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر مسجد میں آئے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد زیادہ کو اپنے قریب کیا، اس کے لیے دعا کی، پھر اپنا دست مبارک اس کے سر پہ رکھا۔ اس کے بعد اس کے رخساروں اور ناک پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔

بنو ہلال بن عامر کے لوگ اس تکریم پر بہت خوش ہوئے اور وہ کہا کرتے تھے: مَا زِلْنَا نَتَعَرَّفُ الْبَرَكَاتَةَ فِي وَجْهِ الزَّيَادِ یعنی ہم اب تک زیاد کے چہرے پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لمس کی برکات دیکھتے ہیں۔ حضرت زیاد کے ایک بیٹے کا نام علی بن زیادہ تھا۔ ایک شاعر اسے ملا تو فرطِ عقیدت سے اس نے اس کی خدمت میں یہ اشعار پیش کیے۔

يَا ابْنَ الَّذِي مَسَحَ النَّبِيُّ بِرَأْسِهِ
 وَدَعَا لَهُ بِالْخَيْرِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ
 اعْنِي زِيَادًا لَا أُرِيدُ سِوَاءَ
 مَنْ غَاثَ أَوْ مَسْتَهْمَ أَوْ مَنْجِدَ
 مَا زَالَ ذَاكَ النُّورُ فِي عَرْنِينِهِ
 حَتَّى تَبَوَّأَ بَيْتَهُ فِي الْمَلْحَدِ

اے اس خوش نصیب انسان کے بیٹے! جس کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا اور جس کو اپنی مسجد کے اندر خیر و برکت کی دعادی۔ میری مراد زیادہ سے ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔ میں کسی پستی کی طرف گرنے والے یا تہمتیں باندھنے والے یا مصنوعی خوبصورتی اختیار کرنے والے کا ذکر نہیں کر رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لمس کا وہ نور اس کے چہرے اور ناک پر ہمیشہ موجود رہا یہاں تک کہ وہ اپنی قبر میں اتر گیا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۸، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۰)



وفد ربیعہ: عبد القیس

یا مرحبا

اس وفد کے یہ دونوں نام ابن سعد نے لکھے ہیں جب کہ ابن کثیر البدایة والنہایة میں عنوان باندھتے ہوئے صرف عبد القیس کے نام سے ان کو موسوم کرتے ہیں البتہ متن میں وہ ان کے حوالے سے ربیعہ کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ یہ وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: مرحبا بالقوم غیر خزایا ولا الندامی۔ یعنی ایسی قوم کو خوش آمدید جو نہ رسوا ہونے والی ہے اور نہ ہی ندامت سے دوچار ہونے والی ہے۔

جنت میں داخلے کا ذریعہ

ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر کے مشرکین کے ساتھ ہماری دشمنی ہے اس لیے ہم آپ کے پاس حرام مہینے میں سفر کر کے آئے ہیں تاکہ وہ ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ ہمیں مختصر طور پر وہ اعمال بتائیں کہ جن پر عمل درآمد کر کے ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور ہم یہ تعلیمات اپنے ان لوگوں تک بھی پہنچائیں گے جو پیچھے ہمارے قبیلے میں رہ گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں۔ (۱) تم ایمان لے آؤ اور تم جانتے ہو کہ ایمان لانے کا طریقہ کیا ہے؟ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ ان محمداً رسول اللہ۔ یعنی تم نے کلمہ شہادت پڑھ لیا ہے، (۲) نماز قائم کرو، (۳) زکوٰۃ ادا کرو اور (۴) رمضان کی روزے رکھو۔ (اور اگر تمہیں مال غنیمت حاصل ہو تو اس

میں سے خمس بیت المال کے لیے بھیجا کرو۔ میں تمہیں جن چار باتوں سے منع کرتا ہوں وہ ہیں: شراب کی چار قسمیں جو تمہارے ہاں کشید کی جاتی ہیں اور پی جاتی ہیں۔ یعنی کدو کے برتن میں یا خاص مصالحہ لگے ہوئے برتن میں یا سیاہ ہنڈیا میں یا لکڑی کے تراشے ہوئے برتن میں کشید کی جانے والی شراب اور نبیذ کی تمام قسمیں ممنوع اور حرام ہیں۔

اہل مشرق کا جوہر

اس وفد میں پہلی مرتبہ تیرہ آدمی اور دوسری مرتبہ بیس آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعض مورخین کے نزدیک ان کی تعداد اس سے زیادہ تھی۔ ان کی آمد سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابھی ابھی تمہارے پاس وہ لوگ آ رہے ہیں جن کی صفت ہے: ہم خیر من اهل المشرق۔ یعنی وہ اہل مشرق میں سب سے بہتر ہیں۔ یہ سن کر کئی صحابہ کو شوق پیدا ہوا کہ دیکھیں وہ کون لوگ ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ربیعہ بن عبد القیس کے لوگ ہیں۔ پھر مورخ ابن سعد کے الفاظ میں آپ نے فرمایا: اللہم اغفر لعبد القیس، اٹونی لا یستلونی مالا۔ اے اللہ عبد القیس کی مغفرت فرمادے۔ وہ میرے پاس آ رہے ہیں اور مجھ سے مال طلب کرنے کے لیے نہیں (بلکہ اعلیٰ تر مقصد یعنی ایمان کے لیے آ رہے ہیں) ان کے سردار عبد اللہ اللاح تھے۔ باقی لوگ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے لیکن قائد وفد پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے سب لوگوں کے اونٹوں کو باندھا۔ پھر اپنی گٹھری میں سے صاف ستھرے کپڑے نکالے، لباس تبدیل کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس موقع پر آپ نے وفد سے پوچھا تم میں سے عبد اللہ بن عوف اللاح کون ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ ابن سعد، ابن کثیر اور دیگر مورخین بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ شکل و صورت کے لحاظ سے بالکل معمولی انسان تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بڑی تعریف کی اور فرمایا: انسان کی قدر و قیمت اس کے ڈیل ڈول اور ظاہری شکل و صورت سے نہیں ہوتی، بلکہ اس کے جسم کے دو چھوٹے حصے اس کی قدر و قیمت کا فیصلہ کرتے

ہیں یعنی زبان اور دل۔

حلم اور ذہانت

پھر آپ نے عبد اللہ الاشج سے فرمایا: فیک خصلتان یحبہما اللہ قال وما ہما یارسول اللہ؟ قال الحلم والاناة۔ یعنی تمہارے اندر دو ایسی صفات ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ کون سی صفات ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: حلم و بردباری اور ذہانت و عقل مندی۔ اس پر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں نے یہ کوشش سے حاصل کی ہیں یا اللہ نے میری جبلت میں پیدا فرمائی ہیں، تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ پیدایشی طور پر تمہیں عطا فرمائی ہیں۔ اس پر انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

نجات کی ضمانت

اس وفد میں جارود بن بشر المعالی اور منقذ بن حیان بھی تھے۔ آخر الذکر سردار قبیلہ اشج کا بھانجا تھا۔ اول الذکر، جارود عیسائی مذہب اختیار کر چکا تھا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلے ہی بتوں کو چھوڑ چکا ہوں۔ کیا آپ مجھے میرے اس آسمانی مذہب کے اوپر رہنے کی اجازت دیں گے، اگر میں اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں آ جاؤں تو کیا آپ اللہ کے ہاں میرے ضامن بنیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں تمہیں جس دین کی طرف بلا رہا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس پر تم ہو اور میں اللہ کے ہاں تمہارا ضامن ہوں گا۔ یہ سن کر اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایک قصیدہ لکھا، جس میں یہ اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

شَهِدْتُ بِأَنَّ اللَّهَ حَقٌّ وَ سَامِعٌ
نَبَاتٌ فَوَادِيٌّ بِالشَّهَادَةِ وَالنَّهْضِ
فَأَبْلَغُ رَسُولَ اللَّهِ عَنِّي رِسَالَتِي

بِأَنِّي حَنِيفٌ حَيْثُ كُنْتُ مِنَ الْأَرْضِ

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وجود برحق ہے اور میرے دل کے تمام خیالات اس گواہی کے عین مطابق ہیں۔

پس اے میرے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ میں ہمیشہ توحید پر قائم اور شرک سے مجتنب رہوں گا، خواہ مجھے کسی بھی سرزمین پر زندگی گزارنا پڑے۔

(أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۳۴۳)

بیماری سے نجات

عبداللہ بن الاسحٰج نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات عرض کی اور آپ کی مدد چاہی۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے وفد کے ساتھ میرا ماموں بھی ہے، مگر میں اسے آپ کی خدمت میں نہیں لایا۔ وہ کسی بیماری میں مبتلا ہے، میری درخواست ہے کہ آپ اس کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: این ہو؟ انتنی بہ یعنی وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لے کر آؤ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں کے پاس گئے، اسے نیا لباس پہنایا اور ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر آپ نے اس کے لیے دعا بھی کی اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ سے ایک ضرب لگائی اور فرمایا: اخرج عدوا اللہ، اے دشمن خدا اس کے جسم سے نکل جا۔ حافظ البیہقی اور دیگر محدثین کے حوالے سے ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص بالکل تندرست اور ٹھیک ہو گیا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اسی بڑے گھر میں ٹھہرایا تھا جہاں دیگر وفد کو ٹھہرایا جاتا تھا یعنی حضرت رملہ بنت الحارث انصاریہ رضی اللہ عنہا کی حویلی میں۔ ان کے قیام کے دوران انہیں اسلام کی تعلیمات دی جاتی رہیں جو انہوں نے بہت شوق سے سیکھیں۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے

ہیں کہ نقیر کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا: ہاں جانتا ہوں۔ کھجور کی ایک موٹی لکڑی، جس کو تم لوگ اندر سے کھوکھلا کرتے ہو، پھر اس میں کھجوریں بھر دیتے ہو، پھر کھجور کا رس بھی ڈالتے اور پانی بھی چھڑکتے ہو۔ شدت کی گرمی میں رس اور پانی ابلتا ہے تو کھجوریں بھی اس کے ساتھ گرم ہوتی ہیں اور ان سے ایک مشروب بن جاتا ہے جو نشہ آور ہے۔ پھر تم اسے پیتے ہو تو نشے میں بدست ہو کر اپنے ہی بھائی بندوں پر تلوار چلا دیتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر تمام ارکان وفد ہنس پڑے۔ آپ نے پوچھا کیوں ہنس رہے ہو تو عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔ ہمارے ہاں کچھ عرصہ پہلے یہی حادثہ ہوا تھا اور ایک رکن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہمارے اس بھائی نے ایسی کیفیت میں اپنے بھائی کو زخمی کر دیا تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو شراب کے لیے استعمال ہونے والے برتنوں سے منع کیا تو ساتھ ہی فرمایا کہ چمڑے کے ڈول اور مشکینزے اور چمڑے کے کپے استعمال کیا کرو۔ انھوں نے عرض کیا چمڑے کے برتنوں کو چوہے کتر جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم چوہوں پر نظر رکھو گے تو وہ بھاگ جائیں گے۔

انعام واکرام

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے انصاری بھائیوں نے تمہاری مہمان نوازی کیسی کی؟ تو انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں کا کیا کہنا۔ انھوں نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ یہ بہترین انسان اور ہمارے بہترین بھائی ہیں۔ بہت بہترین کھانے کھلاتے رہے اور اس کے ساتھ سب سے بہترین بات یہ ہے کہ صبح شام ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیم سے بھی روشناس کراتے رہے۔ یہ لوگ مدینہ میں دس دن رہے۔ حضرت عبداللہ بن الانشجی رضی اللہ عنہ نے اس عرصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قرآن و سنت اور فقہ کے بارے میں بہت کچھ پوچھا۔ آپ نے ان کے قیام کے دوران ایک رکن منقذ بن حیان کے چہرے پر ہاتھ بھی پھیرا۔ آپ نے ان لوگوں کو رخصت کیا تو انعامات سے نوازا۔

باقی لوگوں کو دس دس اوقیہ چاندی دی اور حضرت عبداللہ بن الانشج رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ۔ (البداية والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۳۰-۹۳۱، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۴-۳۱۵)

وفود کی دو مرتبہ حاضری

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس وفد نے جو بنو مضر سے خطرے کا تذکرہ کیا اور حرام مہینے میں اپنے سفر کی بات کی تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وفد کی آمد فتح مکہ سے قبل کی ہے، کیونکہ فتح مکہ کے بعد ایسی کیفیت نہیں تھی کہ کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے پر حملہ کرے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اس قبیلے کے وفود دو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ایک بار فتح مکہ سے قبل اور دوسری مرتبہ فتح مکہ کے بعد۔ واللہ اعلم بالصواب۔



وفد بنی النخع

دو وفد

نخع یمن کے قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا، تو ان کے ہاتھ پر یمن کے بہت سارے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ابن سعد کے مطابق یہ وفد سب سے آخر میں آنے والے وفد میں سے ہے۔ ان کی آمد ۱۱ھ کے آغاز میں ہوئی۔ ہماری رائے میں یہاں سے پہلا وفد فتح مکہ سے قبل آیا تھا اور اس کی دلیل خود طبقات ابن سعد کے اندر موجود ہے، جس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ البتہ دوسرا وفد محرم ۱۱ھ میں حاضر خدمت ہوا تھا، جس میں سوارکان شریک تھے۔ سب سے پہلے ان میں سے دو افراد مدینہ پہنچے۔ ایک رکن ارطاة بن شریل بن کعب تھے، (بنو حارثہ بن سعد بن مالک بن نخع میں سے) اور دوسرے رکن جہیش تھے، جن کا اصلی نام ارقم تھا (بنو بکر بن عوف بن نخع میں سے)۔

خوب صورت شورا کی نظام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ لوگ آئے تو خوب صورت کپڑوں میں ملبوس تھے اور انہوں نے آ کر اپنے قبول اسلام کی تجدید کی اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنی قوم کی طرف سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ آپ نے ان کی شکل و صورت اور لباس و زیبائش کی بھی تعریف فرمائی۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تمہارے پیچھے تمہاری قوم میں اور بھی تم جیسے لوگ ہیں؟ دونوں نے یک زبان جواب دیا جو اتنا خوب صورت اور دل نشین ہے کہ اس جواب ہی سے ان لوگوں کی عظمت و ذہانت واضح

ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ قد خلفنا من قومنا سبعین رجلاً کلہم افضل منا، و کلہم یقطع الامر وینفصل الاشیاء ویشار کوننا فی الامر اذا کان لعینی یا رسول اللہ ہم نے اپنے پیچھے اپنی قوم کے وہ ستر آدمی چھوڑے ہیں جن میں سے ہر ایک ہم سے افضل ہے۔ اور جب بھی کوئی معاملہ آئے تو سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں، ہم سب لوگوں کو مشاورت میں شریک کرتے ہیں اور پھر جو فیصلہ ہو جائے اس کی تنفیذ کرتے ہیں۔ گویا ان کے باہمی معاملات مشاورت سے طے پاتے تھے جو قرآن کا حکم اور اسلام کا منشا ہے۔

دو شہید بھائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اور ان کی قوم کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اللہم بارک فی النخع اے اللہ! قبیلہ نخع کے لوگوں کو برکت عطا فرما۔ اس کے بعد آپ نے اس قبیلے کے لیے ایک جھنڈا بنوایا اور یہ حضرت ارطاة رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ابن سعد کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر یہ جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت ارطاة رضی اللہ عنہ نے بعد میں جنگ قادسیہ تک تمام معرکوں میں حصہ لیا۔ جنگ قادسیہ میں بھی یہ جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس عظیم جنگ میں وہ شہید ہوئے۔ ان کی شہادت پر ان کے بھائی حضرت ذرید بن شریب رضی اللہ عنہ نے یہ جھنڈا اٹھا لیا اور وہ بھی شہید ہو کر جنت میں چلے گئے تو بنی جذیمہ سے تعلق رکھنے والے صحابی حضرت سیف بن الحارث رضی اللہ عنہ نے وہ جھنڈا تھام لیا اور فتح پا کر اس جھنڈے کے ساتھ حضرت سیف بن الحارث رضی اللہ عنہ کو فہ میں داخل ہوئے۔

دو سعید بھائی

ابن سعد دوسرے وفد کے بارے میں بیان کرتے کہ یہ نصف مزم اھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں سوا افراد شامل تھے۔ ان کو بھی حضرت رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرایا گیا تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے بیعت کر چکے

ہیں۔ اس وفد کی قیادت حضرت زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کی۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی بھی تھے، جن کا نام بھی زرارہ بیان کیا گیا ہے۔ غالباً یہ ان کے ماں جائے بھائی ہوں گے کیونکہ ان کا نسب یوں بیان ہوا ہے۔ زرارہ بن قیس بن حارث۔ قبول اسلام سے پہلے یہ عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۳۴۶)

خواب اور تعبیر

حضرت زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کئی خواب بھی بیان کیے جو بعض مورخین نے نقل کیے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے راستے میں کچھ خواب دیکھے ہیں جو مجھے عجیب لگے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیان کرو تو انہوں نے اپنے چار خواب بیان کیے۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے دیکھا ہے کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سفید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہاری بیوی کے بچہ ہونے والا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے جو تیرا فرزند ہے۔

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابلق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا: کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ ہیں جنہیں تم نے لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہے؟ زرارہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے میرے ان داغوں کا آج تک کسی کو علم نہ تھا۔ ارشاد ہوا، بچے پر یہ اسی کا اثر ہے۔

خوش حالی اور دنیا و آخرت

زرارہ رضی اللہ عنہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان بن منذر (عرب کا ایک مشہور بادشاہ) کو دیکھا کہ بہت قیمتی اور آرام دہ لباس اور خوب صورت زیورات پہنے ہوئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی تاویل ملک عرب ہے جو طویل بد حالی اور معاشی بحرانوں کے بعد اب

آسائش و آرام اور خوش حالی حاصل کر رہا ہے۔

زرارہ رضی اللہ عنہ نے تیسرا خواب بیان کیا کہ ایک بڑھیا زمین سے باہر نکلی ہے جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے وہ سیاہی سے ظاہر ہوتی ہے اور جو بیت چکی ہے وہ سفیدی میں دکھائی گئی ہے۔

خواب کی تعبیر اور آج کا منظر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے چوتھا خواب سنایا کہ میں نے ایک آگ زمین سے نمودار ہوتے دیکھی جو میرے اور میرے بیٹے عمر و کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ آگ کہہ رہی ہے جلاڈالو، جلاڈالو خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، آنکھوں والا ہو یا اندھا۔ لوگو! اپنا آپ، اہل و عیال اور سب مال و متاع اور غذا و خوراک مجھے کھانے کے لیے دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانے میں ظاہر ہوگا اور سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اے اللہ! ہر عذاب اور فتنے سے ہمیں اپنی پناہ اور حفاظت عطا فرما۔

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسا فتنہ ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اپنے حکمران کو قتل کر دیں گے۔ پھر ان کے درمیان آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ لوگ ایک دوسرے سے اس طرح گتھم گتھا ہو جائیں گے جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے سے آپس میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکار اس زمانے میں اپنے آپ کو نیکو کار سمجھے گا۔ مومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا جائے گا۔ جس کی اولاد مر گئی وہ اس فتنے کو دیکھ لے گا اور جو خود مارا گیا تو اس کی اولاد اس کا نظارہ کرے گی۔ امت کی بد قسمتی دیکھیے آج پورا عالم اسلام اس فتنے کی زد میں ہے۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے۔

وقتِ دعا ہے

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا کیجیے میں اس فتنے کو نہ دیکھوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: الہی زرارہؓ یہ فتنہ نہ دیکھے اس کو اس سے محفوظ فرما۔ اس واقعہ

کے چند سال بعد حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور ان کا بیٹا بچا رہا۔ اس نے امیر المؤمنین حضرت عثمان ذولنورین رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑ ڈالا اور اس فتنہ عظیم کا شکار ہو گیا۔ حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ اس فتنے سے ڈرتے تھے اسی لیے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی۔ اللہ نے ان کو کسی فتنے میں مبتلا کیے بغیر اپنے پاس حالت ایمان میں بلا لیا۔ رضی اللہ عنہ! اے اللہ ہم بھی ہر فتنے اور اعمالِ بد سے ڈرتے ہیں اور تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ تو رحمن و رحیم ہے، اس امت پر رحم فرما، ان کو ہدایت بخش دے اور شیطان کے چنگل سے ان کو نکلنے کی توفیق ارزانی فرما۔ (أسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۷۴۱-۷۴۲)



وفد قبیلہ اسلم

خوبی اور خامی

قبیلہ اسلم عرب کے مشہور قبائل میں سے ہے جن کا علاقہ ساحل سمندر کے قریب، ہموار میدانوں میں تھا۔ تاریخ میں اس قبیلے کی بڑی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ یہ بہادر، جنگجو اور اس کے ساتھ بڑے فیاض لوگ تھے۔ عام طور پر عرب قبائل میں ان کو معزز جانا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک روایتی خرابی بھی ان میں پائی جاتی تھی۔ عرب کی پرانی جاہلی عصبیت و نخوت کے زیر اثر اس قبیلے کے لوگ اپنے آپ کو سب سے ممتاز شمار کرتے تھے۔ اس قبیلے میں فتح مکہ سے قبل بھی کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ فتح مکہ کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں کل دس ہزار صحابہ شامل تھے، جبکہ بنو اسلم سے شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد چار سو بیان کی گئی ہے۔

(سیرت ابن ہشام، القسم الثانی، ص ۴۲۱)

یہ لوگ جو ابتدائی مسلمان تھے وہ اپنے قبیلے کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے تھے۔ یوں قبیلے کا باقاعدہ وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے بعد حاضر ہوا۔ اس وفد کی قیادت عمیر بن افسی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ ابن سعد نے ان کا نام عمیرہ لکھا ہے۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے خود اعتراف کیا کہ وہ پہلے ہی سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور اسلام کے تمام مناسک پر عمل پیرا ہیں۔

دعا کی درخواست

سردار وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اجعلنا عندک منزلة تعرف العرب فضيلتها فانا اخوة الانصار۔ یعنی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

! ہمیں آپ اپنی جانب سے ایسا مقام عطا فرمائیں کہ دوسرے قبیلے ہماری قدر و منزلت کے معترف ہوں۔ ہماری انصار کے ساتھ پرانی دوستی اور اخوت ہے۔ اس کے ساتھ وفد کے لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سختی اور آسانی ہر حال میں آپ کے ساتھ پوری طرح وفا کریں گے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسلم اور بنو غفار دونوں قبائل کے لیے دعا کی۔ فرمایا: اسلم سالمہا اللہ وغفار غفر اللہ لہا۔ اللہ قبیلہ اسلم کو خیر و سلامتی کے ساتھ رکھے اور اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کی مغفرت فرمائے۔

أَسَدُ الْغَابَةِ میں حضرت عمیر بن افسی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بھی نقل کیا گیا ہے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم عرب کے معزز سرداروں میں سے ہیں۔ جب کبھی ہمارا کسی دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہم نے اس کے چھکے چھڑا دیے اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہمارے پاس بہترین تیر، نہایت تیز نیزے اور دفاع کے لیے مضبوط زرہیں ہوتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر مسکرائے۔ وفد کے تمام لوگوں نے انصار کی بہت تعریف کی جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔

باسعادت آمد باعزت رخصتی

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کی آمد کو خیر و برکت سے تعبیر فرمایا اور اس کو رخصت کرتے وقت انعام و اکرام کے علاوہ ایک وثیقہ بھی تحریر کروا کے دیا، جس میں مویشیوں کے نصاب اور زکوٰۃ و صدقات کی تفصیل لکھی گئی تھی اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا: جس میدانی اور ساحلی علاقے میں یہ لوگ رہتے ہیں اس میں ان کا اور دیگر مسلمان ہونے والے عرب قبائل کا جو وہاں مقیم ہیں حق ملکیت ہے۔ یہ دستاویز حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے لکھی تھی اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس پر بطور گواہ دستخط کیے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۵۴، أَسَدُ الْغَابَةِ فِي مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۶۷۸-۶۷۹)



وفد بنی عامد

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ایک غامدی صحابیہ کا تذکرہ تاریخ و حدیث میں ملتا ہے۔ ان سے گناہ کبیرہ سرزد ہو گیا۔ تقاضائے بشری اور لغزش و خطا سے کسی بھی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو سکتا ہے۔ اس عظیم خاتون نے اپنے جرم پر از حد ندامت کا اظہار کیا، سچے دل سے توبہ کی اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اسے پاک کر دیا جائے۔ یعنی اس پر اسلامی حد جاری کر دی جائے۔ اس کے بار بار اصرار کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے مہلت دیتے رہے اور آخر اس پر حد جاری ہوئی۔ اس کی مغفرت کی گواہی آپ نے خود دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ عامد میں اسلام کی تعلیمات پہنچ چکی تھیں اور اس قبیلے کے کچھ لوگ داخل اسلام بھی ہو چکے تھے۔

یہ وفد غامد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے بعد اگلے سال حاضر ہوا۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ وفد میں دس ارکان شامل تھے۔ ہماری نظر سے اس وفد کے ارکان میں سے کسی کا نام تاریخ و سیرت کی کسی کتاب میں نہیں گزرا۔ البتہ اس وفد کا ذکر ہے۔ مورخ ابن سعد ان لوگوں کی تہذیب و نظافت کا خصوصی طور پر ذکر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب یہ لوگ مدینہ میں آئے تو بقیع الغرقد کے مقام پر مقیم ہوئے۔ سفر کا لباس اتارا، غسل کیا اور صاف ستھرے اور اچھے لباس پہن کر مسجد نبویؐ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے اسلامی طریقے کے مطابق سلام کہا اور اپنے قبول اسلام کی اطلاع دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذوق و شوق کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے قرآن کی تعلیم کے لیے انھیں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے انھیں قرآن کی تعلیم دی۔ پھر انھوں نے رخصت چاہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ارکان و فد کو اپنے معمول کے مطابق انعامات سے نوازا۔ ساتھ ہی انھیں ایک تحریر بھی لکھوا کر دی، جس میں شریعت کے بنیادی احکام لکھے گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۵)



اللہ
سلاما
پر
میں
مہمان
و
آمد
وقت
اور ان لوگوں
میں
کی۔ نماز

وفد سلامان

بارگاہ رسالت میں حاضری

مورخ ابن سعد نے حبیب بن عمرو السلامانی کی زبانی بیان کیا ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سات افراد پر مشتمل وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ مورخین کے مطابق یہ ماہ شوال ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔ حبیب کہتے ہیں کہ جب ہم پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر کے مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ مسجد کے باہر ہی آپ سے ہماری ملاقات ہوئی۔ آپ کسی مرحوم کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے جا رہے تھے۔ ہم نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! فقال: وعلیکم، من انتم؟ یعنی تم پر بھی سلامتی ہو تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم بنی سلامان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی قوم کے نمائندے بن کر آئے ہیں۔ آمد کا مقصد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور قبول اسلام کا اعلان کرنا ہے۔ ہماری قوم کے سب لوگ ہمارے ساتھ اس مقصد میں متفق ہیں۔

مہمان نوازی

وفد کے اس جواب سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ارکان وفد کو خوش آمدید کہا۔ لیکن چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے کے لیے جا رہے تھے اس لیے اس وقت آپ کا رکنا ممکن نہیں تھا۔ جاتے ہوئے آپ نے اپنے غلام ثعبان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم رک جاؤ اور ان لوگوں کو اسی حویلی میں ٹھہراؤ جہاں وفد آ کر ٹھہرا کرتے ہیں۔ آپ کے حکم کے مطابق ثعبان رضی اللہ عنہ نے اس وفد کو سیدہ رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرایا اور ان کی خدمت مہارت کی۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کا بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اللہ کے

راستے میں نکلے ہوئے مہمانوں کی خدمت فرض عین ہے اور اس کا ثواب واجر کہیں زیادہ ہے۔

حصولِ تعلیم کا شوق

حبیب بن عمرو رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی تو آپ اپنے منبر اور اپنے حجرے کے درمیان تشریف فرما ہوئے۔ ہم آپ کی طرف گئے اور آپ سے کچھ سوال پوچھے۔ ہم نے احکامِ نماز اور شریعت اسلامیہ کے دیگر اصولوں کے بارے میں آپ سے رہنمائی حاصل کی۔ آپ نے تمام مسائل ہمارے سامنے بیان فرمائے۔ پھر وفد نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے علاقے میں بڑی خشک سالی ہے، آپ ہمارے لیے اللہ سے بارانِ رحمت کی دعا فرمائیں۔

انعامات و عطا

آپ نے بنو سلیمان کی درخواست پر بارش کے لیے ان الفاظ میں دعا مانگی: اللّٰهُمَّ اسقِہم غیثا فی دارہم۔ اے اللہ! بنو سلیمان کو ان کے علاقے میں بارانِ رحمت سے نواز دے۔ اس دعا کے بعد اللہ کی قدرت سے اسی دن ان کے علاقے میں بارش ہو گئی۔ یہ اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لیے انعام تھا۔ قحط سالی میں بارانِ رحمت سے بڑی نعمت کوئی نہیں ہوتی۔ اللہ کے انعام کے ساتھ اللہ کے محبوب کے انعامات بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملا کرتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فیاض پوری تاریخ میں کوئی نہیں ملتا۔

حضرت حبیب بن عمرو رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رخصت ہونے لگے تو آپ نے ہم میں سے ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ حضرت حبیب کے والد کا نام دراصل فدیک تھا اور دادا کا نام عمرو، مگر ان کو عمو مادا کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اس وفد میں حضرت حبیب اور ان کے والد حضرت فدیک دونوں شامل تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳۲-۳۳۳، اُسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۷۱، ج ۲، ص ۷۱۸)



وفد بنی محارب

جان پہچان

بنی محارب کا وفد ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ اس میں دس آدمی تھے جن میں سواہ بن الحارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بن سواہ شامل تھے۔ ان لوگوں کو بھی حضرت رملہ بنت الحارث بنی شیبہ کی حویلی میں ٹھہرایا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری لگی کہ وہ صبح و شام ان کو کھانا پہنچایا کریں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی خوب خاطر تواضع کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر اور مغرب کے درمیان ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے تبادلہ خیال کیا۔ دوران مجلس آپ نے ایک شخص کو غور سے دیکھا اور فرمایا: مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ تو اس نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی عرصہ پہلے میں عکاظ کے میلے میں شریک تھا وہاں آپ تشریف لائے۔ آپ لوگوں تک اپنی دعوت پہنچا رہے تھے، مگر بد قسمتی سے میں نے آپ کو گستاخانہ جواب دیے تھے۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے مجھے بھی واقعہ یاد آ گیا۔

معافی و تلافی

اس موقع پر اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ اس دن مجھ سے جو گستاخی ہوئی اس سے بڑھ کر بدبختی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ میرے دیگر ساتھیوں نے بھی آپ کی مخالفت تو کی تھی لیکن میں نے سب سے زیادہ کی تھی۔ میرے وہ سب ساتھی اپنے بت پرستی کے مذہب پر موت سے ہم کنار ہو چکے ہیں۔ پھر اس نے اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَبْقَانِي حَتَّىٰ صَدَّقْتُ بِكَ۔ یعنی اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اب تک زندہ رکھا اور آپ کی تصدیق کرنے اور اسلام

قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سعادت مند شخص کو زندگی بھی دی اور پھر یہ توفیق بھی بخشی کہ وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر صحابہ کی خوش بخت جماعت میں شامل ہو گئے۔

ان کی گفتگو سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ان هذه القلوب بيد الله عز وجل یعنی انسانوں کے دل اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے سابقہ گناہوں کی معافی کی دعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا: قبول اسلام سب سابقہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

تحائف کا تبادلہ

پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نو عمر رکن وفد خزیمہ بن سواہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کا چہرہ نور سے چمکنے لگا۔ پھر آپ نے ان سب کو اسی طرح انعامات سے نواز جو آپ کی سنت تھی۔ مورخین نے ایک اور واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ اس وفد کے ایک رکن عظیم بن حارث رضی اللہ عنہ نے اپنا مرتجز نامی قیمتی گھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اپنے صحابی کا ہدیہ قبول فرمایا۔ ساتھ ہی ان کو اپنی ایک اونٹنی عطا فرمائی جو تاریخ و حدیث میں فرعاء کے نام سے معروف تھی۔ اس کے علاوہ انھیں ایک جاگیر بھی دے دی۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۶، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۹۵۶)

خوش نصیب خزیمہؓ

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک اور واقعہ بھی یاد آیا جس کا تعلق ایک دوسرے صحابی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس وفد کے رکن سواہ بن حارث قبول اسلام سے پہلے ایک بار مدینہ منورہ آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گھوڑے کا سودا کیا۔ پھر سودے سے پھر گئے۔ جب توجہ دلائی گئی کہ سودا کر کے پھر جانے کا کوئی جواز نہیں تو اس نے کہا کہ اس سودے کا کوئی گواہ بھی ہے تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

ہاں میں گواہ ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تم تو موقع پر موجود نہ تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو اس سو دے سے بھی بہت بڑی بات آپ کی زبان پر یقین کرتے ہوئے بن دیکھے قبول کی اور گواہی دی۔ یہ تو معمولی چیز ہے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خزیمہؓ جب بھی گواہی دے اس کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہوگی۔ اس لیے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہما کو ذوالشہادتین کہا جاتا ہے۔ دونوں خزیمہ خوش نصیب تھے۔ دونوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ج ۳، ص ۲۲۸، حدیث ۵۶۹۲-۵۶۹۶)



وفدِ جُحفی

حلال و حرام

قبیلہ جُحفی یمن کے علاقے میں رہائش پذیر تھا۔ اس قبیلے سے دو وفد کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔ پہلا وفد دو آدمیوں پر مشتمل تھا، جن کے نام ابن سعد نے قیس بن سلمہ بن شراحیل اور سلمہ بن یزید بن مشجعہ بن اجماع لکھے ہیں۔ یہ دونوں ماں جائے بھائی تھے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعارف ہوا تو ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے ان سے پوچھا مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم جاہلیہ عقائد کے مطابق دل کا گوشت نہیں کھاتے۔ انہوں نے کہا: ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا: کسی حلال چیز کو حرام سمجھنا اسلام اور اس کے عقائد کے منافی ہے۔

پھر آپ نے ان دونوں کے لیے دل کا گوشت منگوایا اور حکم دیا کہ اسے بھونا جائے۔ پھر آپ نے ان کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے جب گوشت اپنے ہاتھ میں لیا تو ان کے ہاتھ کاپنے لگے، مگر آپ نے فرمایا کھا لیجیے۔ سلمہ بن یزید نے یہ گوشت کھانے میں زیادہ مشکل محسوس کی۔ بہر حال آپ کے حکم پر کھالیا۔ اس موقع پر اس نے یہ شعر بھی کہا:

عَلَىٰ أَنِّي أَكَلْتُ الْقَلْبَ كَرُّهَا
وَتُرْعَدُ حِينَ مَسَّتْهُ بَنَانِي

جب میں نے کراہت کے ساتھ دل کی بوٹی کھائی تو میرا ہاتھ کاپنے لگا جب میری انگلیوں نے اس ٹکڑے کو چھوا۔

منزل پر پہنچ کر پھر محرومی

ان لوگوں کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت اچھا وثیقہ بھی لکھوایا اور انھیں اپنے علاقے کی سیادت سوینی۔ قیس بن سلمہ بن شراحیل کو آپ نے اپنا عامل مقرر کیا۔ اسی دوران انھوں نے اپنی ماں کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ یا رسول اللہ ہماری والدہ ملیکہ بنت الحلو قیدیوں کو اپنے پیسے سے چھڑاتی تھی، فقرا کو کھانا کھلاتی تھی اور مسکینوں پر بہت احسان کرتی تھی۔ وہ فوت ہو چکی ہے اور اس نے اپنی ایک بچی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا تھا۔ اب اس کا کیا انجام ہے؟ آپ نے فرمایا: نوزائیدہ بچی کو زندہ درگور کرنے والی دوزخ میں ہے۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں سخت غصے میں آ گئے۔ پھر حمیت جاہلیہ کے تحت ناراض ہو کر چل دیے۔

ملعونین

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس آنے کے لیے بلایا، مگر انھوں نے آنے سے انکار کر دیا اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے: خدا کی قسم اس شخص نے ہمیں دل کا گوشت کھلایا تو ہم نے نہ چاہتے ہوئے بھی کھا لیا، مگر خدا کی قسم! ہماری ماں کو دوزخ میں جلنے کی خبر دے کر ہمارے دل زخمی کر دیے۔ ہم اب اس کا اتباع نہیں کریں گے۔ سچی بات یہ ہے کہ انسان منزل کے قریب پہنچ کر بھی کبھی کبھار بد قسمتی سے اس سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ دونوں مرتد ہو کر جب چلے گئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا افسوس ہوا۔ یہ واپس جا رہے تھے کہ راستے میں ان کو ایک صحابی ملے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقے کے اونٹ لے کر آ رہے تھے۔ ان دونوں نے اس صحابی رسول کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور صدقے کے اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ آنحضور کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے ان دونوں پر لعنت بھیجی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱،

ص ۳۲۴-۳۲۵)

خوش بخت وفد

اسی قبیلے کا ایک دوسرا وفد ولید بن عبد اللہ الجعفی کی روایت کے مطابق بعد میں آنحضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ چند افراد پر مشتمل تھا، جن کے قائد ابوسبرۃ یزید بن مالک بن عبد اللہ تھے ان کے دو بیٹے بھی ان کے ساتھ تھے۔ سبرۃ اور عزیز۔ سبرۃ ہی کی وجہ سے ان کی کنیت ابوسبرۃ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزیز سے اس کا نام پوچھا تو اس نے جواب دیا: ”عزیز“ آپ نے فرمایا: ”لَا عَزِيزَ اِلَّا اللّٰهُ، انت عبد الرحمن۔“ یعنی عزیز (ہر ایک پر غالب) تو اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں، تم عبد الرحمن ہو۔

حضرت ابوسبرۃ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی ایک مشکل پیش کی۔ عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ہاتھ کی پشت پر ایک پھوڑا ہے جو ٹھیک نہیں ہو رہا۔ اس کی وجہ سے میں اونٹ کی مہار بھی نہیں پکڑ سکتا۔“ آپ نے ان کی شفا کے لیے دعا مانگی۔ پھر ایک پیالہ منگوا یا اور پھوڑے کی جگہ پر اسے پھیرا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ پھوڑا یوں ٹھیک ہو گیا جیسے تھا ہی نہیں۔ پھر آپ نے وفد کے لیے بالخصوص حضرت ابوسبرۃ رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے لیے اللہ سے دعائے خیر مانگی۔

وثیقہ نبویؐ

رخصت ہونے کے وقت حضرت ابوسبرۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حردان کی وادی میں میری قوم بستی ہے۔ آپ اس وادی کے حقوق ملکیت ہمیں دے دیں۔ چنانچہ آپ نے یہ وادی ان کو عطا فرمادی اور وثیقہ بھی لکھ دیا۔ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ جن کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا عظیم صحابی ثابت ہوئے۔ یہ بہت مشہور ہوئے اور ابوخیثمہ بن عبد الرحمن کے نام سے تاریخ میں معروف ہیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۵-۳۲۶، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۶، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۹۵۹)



وفد بنی طے

زید النخیل سے زید الخیر تک

وفد بنو طے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں حاضر ہوا۔ اس سے قبل عدی بن حاتم طائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آچکے تھے۔ ان کا واقعہ ہم اس سے پہلے کے حصوں میں نقل کر چکے ہیں۔ یہ وفد پندرہ افراد پر مشتمل تھا جس کی سربراہی زید بن النخیل کر رہے تھے۔ ان کے پاس پانچ مشہور گھوڑے تھے جو عرب میں تمام گھوڑوں میں سب سے زیادہ قیمتی شمار ہوتے تھے۔ خیل کا معنی گھوڑا بھی ہے اور گھوڑوں والا بھی۔ ان کا نام زید بن مہلبہل تھا اور یہ بنو طے کی شاخ بہان میں سے تھے۔ دیگر ارکان وفد میں وزر بن جابر بن سدوس، قبیسہ بن الاسود بن عامر، مالک بن عبد اللہ بن خیبری، قعین بن خلیف بن جدیلہ وغیرہ کے نام ابن سعد نے نقل کیے ہیں۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی کے باہر اپنی سواریوں کو باندھ دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سردار وفد سے ان کا نام پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا: زید النخیل۔ آپ نے فرمایا: نہیں زید الخیر۔ پھر آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

صاحب مناقب

علامہ ابن کثیر نے اس وفد کا حال لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب کے جس شخص کا بھی میرے سامنے ذکر ہوا اور لوگوں نے اس کی خوبیاں بیان کی تو ملاقات پر میں نے ہر شخص کو ان صفات سے کم تر پایا جن کا تذکرہ میرے سامنے ہوا سوائے زید

انخیل کے۔ مجھے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ کم تر نہیں کچھ زیادہ ہی تھا۔ اس سے زیادہ کسی شخص کا کیا مقام اور وقار ہو سکتا ہے کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اتنی تعریف فرمائیں۔ جب یہ لوگ روانہ ہونے لگے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تحائف دیے۔ جس میں ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی دی گئی اور زید انخیل کو بارہ اوقیہ چاندی دی گئی۔ انھیں زعفران کی عمدہ خوشبو اور جاگیر بھی عطا کی گئی۔

خوب صورت سوال

أسد الغابۃ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکالمہ نقل کیا گیا ہے۔ جب وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے نودن کی طویل مسافت طے کی ہے، سفر دشوار گزار تھا اور میری سواری تھک گئی تھی۔ رات کو نیند نہیں آتی تھی اور دن کو پیاس کی وجہ سے چین نہیں ملتا تھا۔ لیکن میں نے شوق کے ساتھ ساری مشقت برداشت کی، کیونکہ میں آپ سے دو باتیں دریافت کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا: پوچھو کون سی باتیں پوچھنا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے اس کی کیا نشانی ہے اور جو اللہ سے محبت نہیں کرتا اس کی کیا علامت ہے؟ دوسرے یہ کہ جسے اللہ چاہتا ہے اس کی علامت کیا ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اس کی علامت کیا ہے؟

جامع ترین جواب

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے یہ سوالات سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ آپ نے پوچھا: تم زندگی کے شب و روز کیسے گزارتے تھے؟ انھوں نے عرض کیا: نیک عمل اور اس کے عامل کو پسند کرتا تھا اور خود بھی اس پر چلنے کی کوشش کرتا تھا۔ جب میں یہ عمل کرتا تو دل مطمئن ہوتا اور جب کبھی یہ عمل چھوٹ جاتا تو دل غمگین اور اداس ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے دونوں سوالوں کا جواب اس میں آ گیا ہے، کہ جو اللہ کو چاہتا ہے اس کی یہی علامت ہے اور جو اللہ کو نہیں چاہتا اس کا

عمل اس کے متضاد ہوتا ہے۔ اسی طرح جسے نیکی کی توفیق مل جائے گویا اللہ اسے پسند کرتا ہے اور جسے یہ توفیق نہ ملے اللہ اس کو پسند نہیں کرتا۔

اجلِ مستمٰی

جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید الخیر اگر مدینے کے بخار سے بچ گیا تو لمبی عمر پائے گا اور بہت خوب باتیں کرے گا، مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ راستے میں نجد کے علاقے میں فردا کے چشمے پر پہنچے تو بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی سے ان کی موت واقع ہوئی۔ انھیں اپنی موت کا احساس ہو گیا تھا اس لیے انھوں نے موت سے کچھ قبل یہ اشعار کہے:

امرت حل قومی المشارق غدوة
وَأتركُ في بيتِ بفردة منجد
الارب يوم لو مرضت لعادني
عوائد من لم يبر منهن يجهد

کیا میری قوم کے لوگ کل مشارق کی طرف کوچ کرنے والے ہیں دریاں حالیکہ مجھے مقام فردہ کے ایک بلند گھر میں چھوڑ جائیں گے۔ جان لو کہ اگر میں بیمار پڑ جاتا تو تیار دار بڑی تعداد میں میری تیمارداری کرنے کے لیے موجود ہوتے، مگر (وقت مقررہ آ جائے تو) کوشش کرنے والوں کی کوشش ناکام ہو جاتی ہے اور شفا نہیں ملتی۔

دونوں جہاں کی سعادت

اسی مقام پر ان کی وفات ہو گئی۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری ملاقات کر کے اللہ سے ملاقات کے لیے دارِ بقا کو سدھار گئے۔ پاکیزہ مقاصد کے لیے مقدس سفر کی حالت میں موت کا آ جانا کتنی بڑی سعادت تھی! زندگی بھی خیر و سعادت سے عبارت تھی اور موت بھی

فوز و فلاح کی علامت! ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے صحیحین میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے ایک بڑی چادر جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے اس کے چار حصے کیے جو حضرت زید الخیر، حضرت علقمہ بن علاشہ، حضرت اقرع بن حابس اور حضرت عقبہ بن بدر رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۱-۳۲۳، البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۴۰-۹۴۳، اُسد الغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۷۸۶-۷۸۷)



وفد خولان

بت پرستی سے توحید تک

خولان قبیلہ دیگر بت پرست قبائل کی طرح شرک و بت پرستی میں مبتلا تھا۔ انھوں نے جو بت بنا رکھا تھا اس کا نام ”عم انس“ (چچا انس یا انس کا چچا) رکھا ہوا تھا۔ جب اسلام کی روشنی جزیرہ نمائے عرب میں پھیلی اور مکہ بھی فتح ہو گیا تو شعبان ۱۰ھ میں اس قبیلے کا ایک وفد جو دس ارکان پر مشتمل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ کہا: یا رسول اللہ نحن مؤمنون بالله وصدقون برسولہ، ونحن علی من ورائنا من قومنا وقد ضربنا الیک آباط الابل۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہماری قوم کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی ہمارے اسی طریقے پر ہیں۔ ہم نے اپنی سواریوں کو اس سفر میں آپ کی زیارت کے لیے تھکایا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۳)

بت کے بارے میں سوال

آپ نے ان سے پوچھا: تمہارے بت ”عم انس“ کا کیا ہوا؟ تو انھوں نے عرض کیا: ہم نے اس کی پرستش ترک کر دی ہے اور اس کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ البتہ کچھ پرانی فکر کے لوگ ابھی تک اس کے پجاری ہیں۔ جب ہم واپس جائیں گے تو ان شاء اللہ اسے ختم کر کے چھوڑیں گے۔ اس وفد کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر میں ٹھہرایا۔ جتنے دن یہ یہاں مقیم رہے ان کی خوب ضیافت کی جاتی رہی اور قرآن و سنت کی تعلیم کا

بھی اہتمام کیا جاتا رہا۔ بڑے شوق کے ساتھ انہوں نے اسلام کی تعلیم حاصل کی۔

بت شکنی

پھر ایک دن انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہمیں اجازت دیں کہ ہم واپس اپنے علاقے میں جائیں۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور ساتھ ہر ایک کو بارہ اوقیہ چاندی بھی عطا کی۔ یہ لوگ جب واپس اپنے علاقے میں آئے تو کوئی وقت ضائع کیے بغیر اپنے قبیلے کے بت ”عم انس“ کو منہدم کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیزیں ان کے لیے حرام قرار دی تھیں انہوں نے ان سب کو اپنے اوپر حرام کر دیا اور جن چیزوں کو حلال کیا انہیں بخوشی استعمال کرنے لگے۔ یہ لوگ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ (البدایة و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۹)

جامع تعلیمات

مورخین نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو ہدایات و تعلیمات دیں ان میں سے رخصتی کے وقت ان چیزوں کی پھر تاکید کی: اوفوا بالعہد، لا تخونوا امانتکم، اَحْسِنُوا جَارَکُمْ۔ یعنی وعدہ پورا کرو، امانت میں خیانت نہ کرو اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو۔ اس کے بعد ان کو الوداع کہتے ہوئے آخری بات یہ فرمائی: اتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ کسی بھی شخص پر ظلم کرنے سے بچو کیوں کہ ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیے اندھیری رات ثابت ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، ۴۶۷۵ج۔)



وفد بنو تغلب

قبولِ اسلام

بنو تغلب نسبتاً ايک چھوٹا قبيلہ تھا۔ ان کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ميں فتح مکہ کے بعد حاضر ہوا۔ اس قبيلے ميں کچھ لوگ بت پرست تھے اور کچھ لوگوں نے عيسائيت اختيار کر لی تھی۔ جب یہ وفد مدینہ آیا تو اس ميں ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔ وفد کی تعداد سولہ بيان کی گئی ہے۔ جو لوگ عيسائی نہیں ہوئے تھے انھوں نے تو بلا تردد اسلام قبول کر لیا۔ شرک اور بت پرستی کو چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے احکام معلوم کیے۔

عيسائيت کے ساتھ اسلامي رياست کی اطاعت

ان لوگوں کے برعکس جو نصرانی تھے انھوں نے کہا کہ ہم آپ کا دين تو قبول نہیں کریں گے ليکن آپ کے ساتھ صلح کر لیں گے اور آپ کی وفاداری کا حق ادا کریں گے۔ ان لوگوں نے اپنے گلوں ميں صلیبیں بھی لٹکار رکھی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیش کش کو قبول کر لیا۔ ان کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ البتہ ايک بات آپ نے فرمائی اور وہ یہ تھی کہ تم اپنے بچوں کو جو ابھی بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچے پتسمہ دے کر زبردستی عيسائی نہیں بناؤ گے۔ انھوں نے یہ شرط بھی قبول کر لی۔ اس تعالٰیٰ نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ غير مسلم اپنے مذہب اور طریقے پر رہ کر اسلامي رياست کی بالادستی قبول کر لیں تو وہ مامون ہوتے ہیں اور ان پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی۔ اسلام ميں جبراً نہ کسی کو داخل کیا گیا ہے، نہ اسے جواز ہے۔ البتہ چھوٹے بچوں کو مجبور کر کے ان کے والدين اسلامي رياست ميں کسی غير مسلم طریقے پر چلائے کے مجاز نہیں۔

مبارک حویلی

یہ وفد بھی حضرت رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرا تھا۔ جب یہ وفد جانے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد کے مسلمان ارکان کو اسی طرح انعام و اکرام سے نوازا، جس طرح ہر مسلمان وفد کے ارکان کو نوازتے رہے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۶، البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۵۹)



وفد بنی شیبان

غم کے پہاڑ اور روشنی کے مینار

۹ھ میں بنو شیبان کے ایک شخص حریث بن حسان الشیبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے قبیلے کی ایک خاتون قیلہ بنت محرّمہ بھی اس سفر میں شریک ہو گئی۔ یہ خاتون قیلہ حبیب بن ازہر کے نکاح میں تھیں۔ ان کے خاوند آغاز اسلام میں فوت ہو گئے۔ قیلہ کے ہاں ان سے بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں، کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اپنے بھائی کی وفات کے بعد قیلہ کے دیوراثوب بن ازہر نے اپنی بھابی سے اس کی بیٹیاں یعنی اپنی بھتیجیاں چھین لیں۔ قیلہ نہایت ہی غم زدہ تھی کہ باقی ماندہ زندگی کیسے کٹے گی۔ پس قیلہ کے دل میں اللہ نے اسلام کی محبت ڈال دی اور وہ مدینہ جانے کے ارادے سے کسی قافلے کا انتظار کرنے لگی۔ غم کے پہاڑوں کا سامنا کرتے ہوئے کبھی کبھی اللہ رب العالمین کی طرف سے بندوں کے لیے روشنی کے مینار بھی نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہے۔

مردِ صالح

قبیلہ خود بیان کرتی ہیں کہ حریث بن حسان رضی اللہ عنہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مدینہ جا رہا ہے۔ اپنے قبیلے میں اس کی شہرت بہت اچھی تھی۔ وہ بہت نیک اور پاکباز انسان تھا۔ مجھے راستے میں اس سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اسی لیے میں اس کے ساتھ بلا خوف اس سفر پر روانہ ہو گئی۔ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو یہ صبح صادق کا وقت تھا۔ مسجد نبوی کے باہر اپنی سواریاں باندھ کر ہم نے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آسمان

پر ابھی ستارے جگمگا رہے تھے اور فضا میں ابھی اتنا اندھیرا تھا کہ ایک دوسرے کو ذرا فاصلے سے پہچاننا مشکل تھا۔

عورتوں کی نماز

میں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا اور نماز کے بارے میں بھی مجھے علم تھا۔ لیکن نہ تو میری ابھی پوری طرح تربیت ہوئی تھی اور نہ ہی میں مسائل کے بارے میں کچھ زیادہ جانتی تھی۔ میں بھی نماز پڑھنے کے لیے صف میں کھڑی ہو گئی۔ میں جس شخص کے ساتھ کھڑی ہوئی اس نے مجھ سے کہا: ”امْرَأَةٌ أَنْتِ أُمَّ رَجُلٍ؟ فَقُلْتُ لَا بَلْ امْرَأَةٌ فَقَالَ: إِنَّكَ قَدْ كَذَبْتَ تَفْتِنِي، فَصَلِّي مَعَ النِّسَاءِ وَرَأَيْتِ لِعَنَى كَيْفَ تَأْتِي الْمَرْءَ؟“ میں نے کہا نہیں میں عورت ہوں تو اس نے کہا: تو تو مجھے فتنے میں ڈال دے گی پس پیچھے چلی جا عورتوں کی صف میں جا کر نماز ادا کر۔

خدمت نبویؐ میں حاضری

میں جب پیچھے گئی تو میں نے دیکھا کہ حجراتِ نبویؐ کے ساتھ عورتوں کی صفیں بنی ہوئیں تھیں۔ دراصل مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ان پر میری نظر ہی نہیں پڑی تھی۔ میں اب عورتوں کی صف میں شامل ہو گئی۔ نماز کے بعد میں وہیں بیٹھی رہی، جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئی۔ آپ نے دو چادریں زیب تن کر رکھی تھیں جو پرانی تھیں البتہ ان سے زعفران کی خوشبو آ رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بیٹھے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک پتلی سی چھڑی تھی جس کے سرے پر صرف دو پتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں بیٹھنا انکسار کی علامت تھی۔ اس کے باوجود میں نے آپ کو دیکھا تو میرے اوپر عجیب رعب طاری ہو گیا اور میں کانپنے لگی۔

دعائے رسولؐ اور نزولِ سکینت

آپ کے ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ارْعَدَتِ الْمَسْكِينَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَنْظُرْ إِلَيَّ وَأَنَا عِنْدَ ظَهْرِهِ:

يَا مُسْكِينَةُ عَلَيْكَ السَّكِينَةُ۔ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسکین عورت (شان رسالت مآب کے) خوف سے کانپ رہی ہے۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب کھڑی تھی۔ آپ نے بغیر میری طرف دیکھے فرمایا: اے مسکین عورت ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، پرسکون ہو جا (اللہ کی سکینت تجھ پر نازل ہو)۔ یہ سننا تھا کہ میرے دل سے خوف اور رعب نکل گیا۔

بنو تمیم کی شکایت

حضرت حریث بن حسان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت قبیلہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اسی موقع پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔ میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔ پھر حضرت حریث رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو تمیم بڑا اور طاقت ور قبیلہ ہے۔ یہ لوگ وقتاً فوقتاً ہمارے علاقے اور زمینوں پر یلغار کرتے رہتے ہیں۔ آپ انھیں چمڑے کے کسی ٹکڑے پر اپنا فرمان لکھ دیں کہ وہ ہمارے ساتھ زیادتی نہ کیا کریں۔ ہاں کوئی مسافر یا ہمارے قبیلے کے کسی فرد کا کوئی دوست رشتہ دار ہمارے علاقے میں آنا چاہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آپ نے فرمایا: يَا غُلَامُ! اُكْتُبُ لَكَ بِالذَّهْنَاءِ۔ اے غلام! سرخ چمڑے پر ان کو دستاویز لکھ دو۔ چنانچہ وہ دستاویز لکھ دی گئی۔

خواتین کا اکرام

حضرت قبیلہ نے بھی اس موقع پر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے اور میری بیٹیوں کے لیے بھی ایک تحریر لکھوادیں۔ چنانچہ آپ نے یہ تحریر لکھوا کر دی۔ آپ نے جو تحریر لکھوائی وہ اس طرح تھی: لِقَيْلَةَ وَلِلنِّسْوَةِ وَبَنَاتِ قَيْلَةَ وَجَمِيعِ النِّسْوَةِ اَنْ لَا يُظْلَمْنَ حَقًّا، وَلَا يُكْرَهْنَ عَلٰی مَنْكَحٍ، وَكُلُّ مُؤْمِنٍ مُّسْلِمٍ لَّهُنَّ نَصِيرٌ، اَحْسِنْ وَلَا تُسِنَنَّ۔ قبیلہ، اس کی بیٹیوں اور دیگر خواتین کا یہ حق ہے کہ ان پر کوئی ظلم نہ ڈھایا جائے نہ ان کی کوئی حق تلفی کی جائے، نہ ہی زبردستی ان سے کوئی نکاح کرے۔ ہر مومن مسلمان بندہ ان کا مددگار ہے۔ (اے خواتین!) تم

نیک کام کرو اور برے کاموں سے مکمل پرہیز کرو۔

حضرت حرمہؓ

اسی قبیلے کے ایک اور شخص کا تذکرہ بھی ابن سعد نے اسی وفد کے ضمن میں کیا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حرمہ بن عبد اللہ بن ایاس شیبانی بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے واپس چلے گئے۔ ان کی پوتیاں یا نواسیاں صفیہ بنت علیہ اور ذھیہ بنت علیہ ان کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ وہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آئے تو انھوں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ میں اسلام کی مکمل تعلیم حاصل کیے بغیر واپس آ گیا۔ چنانچہ پھر رحلت سفر باندھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان کو پہچان لیا اور ان کے اس جذبہ حصول تعلیم کی تحسین فرمائی۔

مقام ملامت سے بچنا

حضرت حرمہ رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اے حرمہ معروف اور نیکی کا کام کرو اور منکر اور برائی کے ہر کام سے بچو اور سوچا کرو کہ تمہاری کیا خواہش ہے کہ لوگ تمہیں کن الفاظ میں یاد کیا کریں کہ تم اسے پسند کرو۔ اور کون سے کام ہیں کہ لوگ تمہاری طرف ان کو منسوب کریں تو تمہیں ناگوار گزرے۔ پس اچھی شہرت والے کام کرو اور بری نسبت والے کاموں سے اجتناب کرو۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی روشنی میں ہر بندہ مومن کو مقام ملامت سے خود کو بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۷-۳۲۱)



باب دوم

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع

آنحضور ﷺ کے عمرے اور حج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر قریش مکہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا وہ ہماری کتاب کی جلد سوم میں گزر چکا ہے۔ اس معاہدے کے مطابق اس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ اسی مقام پر اپنی قربانیاں دینے اور اپنے بال کٹوانے کے بعد واپس مدینہ چلے گئے۔ معاہدے کے مطابق اگلے سال انھیں عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ آنا تھا۔ جب ذوالقعدہ ۷ھ کا چاند طلوع ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو لوگ میرے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر موجود تھے وہ سب عمرے کی تیاری کریں۔ چنانچہ ان سب لوگوں نے [سوائے ان کے جو یہودیوں کے مقابلے پر جہاد کے دوران شہید ہو چکے تھے یا اس عرصے میں طبعی موت سے ہم کنار ہو چکے تھے] آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر یہ عمرہ ادا کیا تھا۔ اس کے بعد فتح مکہ کے وقت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کیے مگر اس سال کے حج میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے گئے، نہ کوئی امیر الحج مقرر فرمایا۔ اگلے سال ۹ھ کے حج میں تمام اہل ایمان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج ادا کیا۔ اس کا تذکرہ بھی پہلے ہو چکا ہے۔

اکلوتا حج

اس باب میں ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا ذکر کر رہے ہیں جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ ووداع اس لیے کہ اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی رفیقِ اعلیٰ سبحانہ و تعالیٰ کے پاس چلے گئے۔ نیز اس حج کے دوران میں آپ نے ایسے اشارات دیے جن سے صحابہؓ کو یہ

احساس ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اب داغِ مفارقت دینے والے ہیں۔ واضح رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے تو کئی ادا فرمائے، مگر زندگی بھر اسلامی طریقے کے مطابق ایک ہی حج کیا، جو ۱۰ھ میں ادا کیا گیا۔ مدینہ منورہ میں ان دس سالوں کے قیام کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کے میدانوں سے ہی فرصت نہ ملی۔ آپ اس عرصے میں عید الاضحیٰ کے موقع پر ہمیشہ قربانی دیتے تھے۔ آپ کی دلی خواہش بھی ہوتی تھی کہ حج کریں، مگر آپ کو اس کا موقع نہیں ملا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

آپ نے جب ذوالقعدہ ۱۰ھ میں حج کا اعلان فرمایا تو لوگوں میں منادی کی گئی۔ گرد و نواح کے علاقوں سے بھی صحابہ کرام کی کثیر تعداد مدینہ منورہ میں جمع ہو گئی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حج میں شریک تھے۔ جب کوئی شخص اس حج کو حجۃ الوداع کہتا تو وہ ناگواری کا اظہار کرتے اور فرماتے: حجۃ الوداع کے بجائے حجۃ الاسلام کہو۔ کیونکہ یہ پہلا موقع تھا جب حج میں کوئی کافر اور مشرک شریک نہیں تھا، بلکہ سارے کے سارے حجج کرام اہل ایمان اور اہل توحید تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۷۳)

مَا أَجْمَلَكَ وَمَا أَحْسَنَكَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ایک عظیم شانِ عبودیت کے ساتھ نکلے، اللہ کے سامنے سر اپا بجز و انکسار اور لوگوں کے ساتھ مجسمہٴ محبت و وفا! ذوالحلیفہ کے مقام پر آپ کو احرام میں دیکھ کر سب لوگ آپ کے حسن و جمال کی تعریف کر رہے تھے۔ گھر سے نکلنے سے قبل آپ نے غسل فرمایا، پھر اپنے سر مبارک میں تیل لگایا، اپنی سنتِ مطہرہ کے مطابق بالوں کو نلھی کی، اپنے جسم پر آپ نے خود اور بعض روایات کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عطر لگایا۔ آپ نے نماز فجر ادا کی۔ گھر سے عام لباس میں نکلے اور مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ کے مقام پر مقیم ہوئے۔ آپ مدینہ منورہ سے جس روز روانہ ہوئے یہ ہفتے کا دن اور چاشت کا وقت تھا۔ ذوالقعدہ

کی پچیس تاریخ تھی۔

تلبیہ

مدینہ سے روانے ہونے کے بعد آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ مسافر ہو گئے تھے، اس لیے یہاں آپ نے دو رکعت نماز ظہر ادا کی۔ پھر رات بھی یہیں قیام کیا اور نمازیں قصر ہی ادا کیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی امامت میں نماز پڑھی۔ اس سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ہڈی کے اونٹ بھی لیے اور تمام ازواج مطہرات کو بھی عمرے اور حج کی سعادت میں اپنے ساتھ شریک کیا۔ ذوالحلیفہ ہی کے مقام سے آپ دو سفید چادروں میں ملبوس ہو گئے۔ ایک تہبند اور ایک چادر۔ یہی آج کے دن تک احرام کا لباس ہے اور اس کا ان سلا ہونا ضروری اور سفید ہونا مسنون ہے۔ ازواج مطہرات اپنی اپنی سواریوں پہ احرام باندھے ہو دوں میں تشریف فرما تھیں۔ آپ بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور تلبیہ پڑھنے لگے: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ۔ ترجمہ: میں حاضر ہوں، میرے مالک میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ تو ہی حمد و تعریف کا مستحق ہے، ہر نعمت تیری ہی عطا ہے۔ حکمرانی تجھی کو زیبا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت اور یاد

تلبیہ کے ان کلمات سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یادیں تازہ ہو گئیں، جنہوں نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ صدیوں پہلے اللہ کے حکم کے مطابق سر تسلیم خم کرتے ہوئے مکمل اطاعت و وفا شعاری کا اعلان کیا۔ اپنی بندگی اور اللہ کی ربوبیت، اپنی عاجزی اور اس کی حکومت کے ساتھ اس کی نعمتوں پر اس کی حمد پڑھی اور اس کا شکر ادا کیا۔ انھی کلمات کی گونج میں اہل ایمان کا یہ سفر مدینہ سے مکہ کی جانب جاری ہو گیا۔ آپ کے ساتھ جو قربانی کے جانور تھے ان کو قربانی کی مخصوص علامت پہنا دی گئی تھی، جسے قلاذہ کہا جاتا ہے۔ اپنے جانثار صحابی ناجیہ بن جندب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو قربانی کے جانوروں کا نگران مقرر کیا۔ بنو اسلم اونٹوں اور بکریوں کو پالتے تھے اور

ان کے جملہ امور و معاملات سے واقف اور ان کی خوراک و ضروریات سے بخوبی آگاہ تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ہمراہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ یہ حج اس انداز میں کیا کہ سارے سفر میں کوشش کی کہ آپ کے قریب رہیں اور آپ کا ہر عمل اور مناسک حج بغور دیکھیں۔ امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حجۃ الوداع کے باب میں کافی تفصیل لکھی ہے۔ خلاصہ پیش خدمت ہے: حضرت امام باقر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جب وہ نابینا ہو گئے تھے، آنحضرت ﷺ کے حج کا حال پوچھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آل رسول کی محبت سے امام باقر رضی اللہ عنہ کے گریبان کے تکے کھولے اور ان کے سینے پر محبت سے ہاتھ رکھ کر کہا بھتیجے پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ پھر نہایت ہی تفصیل سے حج نبوی کے تمام حالات بیان کیے۔ (کتاب الحج باب حجۃ النبی، ج ۱، ص ۲۶۷ بحوالہ سیرت النبی، ج ۲، ص ۱۱۷، مسلم/ ابوداؤد)۔

راستے میں قیام و صلوة

آپ نے جن منازل پہ نمازوں کی ادائیگی کے لیے قیام فرمایا وہاں باجماعت اور قصر نماز ادا کی۔ مکہ کے قریب مرالظہر ان میں آپ اتوار کے دن پہنچے، یعنی ہفتہ بھر سفر کے بعد۔ یہیں پر آپ نے آفتاب غروب کے قریب سرف کے مقام پر قیام فرمایا۔ صبح کے وقت آپ نے دوبارہ غسل کیا اور پھر مطلع اچھی طرح روشن ہو جانے پر سورج چڑھ آنے سے قبل نماز فجر ادا کی۔ سورج طلوع ہونے کے بعد آپ اپنی مشہور اور تیز رفتار اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے۔ راستے میں جہاں جہاں آپ نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں لوگوں نے مساجد تعمیر کر دیں یا چبوترے بنا دیے۔ اب آپ کی منزل مکہ تھا۔ بعد میں چلنے والے حجاج وزائرین کے قافلوں کے لیے ان مقامات و مساجد کا وجود بہت بڑی نعمت تھی۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش پا پہ سفر کرنے میں بہت آسانی اور سہولت کا ذریعہ بنا۔ اہل ایمان کے دل کی تمنا ہوتی تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل اور نقش پا کی پیروی کرنے کی سعادت پالیں۔ ظاہر ہے بعد کے ادوار میں حالات بدل جانے اور

سوار یوں کی نوعیت یکسر تبدیل ہو جانے کی وجہ سے راستوں کا نیا تعین ہوا۔ نئی شاہراہیں بنائی گئیں اور پرانے آثار و علامات معدوم ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا علم و تقویٰ اور جو دو سخا بے مثال تھا۔ میدانِ جہاد و قتال میں بھی ان کے کارہائے نمایاں تاریخ میں منقول ہیں۔ اتباعِ سنت کا اتنا شوق تھا کہ صحابہ بھی ان پر رشک کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات مورخین نے تفصیلاً لکھے ہیں۔ احادیث میں بھی ان کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ اُسد الغابہ میں ابن اثیر اور الاستیعاب میں ابن عبدالبر نے ان کے بہت ایمان افروز واقعات نقل کیے ہیں۔ اتباعِ سنت کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا سفر کیا تھا۔ اس لیے جب بھی وہ حج اور عمرے کے لیے جاتے تو اسی راستے کو اختیار کرتے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، یا جہاں نماز پڑھی وہیں قیام کرتے اور وہیں نماز پڑھتے۔ فرطِ عقیدت اور اتباعِ سنت کا شوق اس حد تک تھا کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف گئے وہیں وہ بھی قضائے حاجت کے لیے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحا میں استراحت فرمائی تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں تھوڑی دیر کے لیے لیٹ جاتے یا سو جاتے۔

ایک مرتبہ تو آنجنابؑ اپنی اونٹنی کو بٹھا کر ایک جانب جھاڑیوں میں گئے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آ گئے۔ قضائے حاجت کی ضرورت نہیں تھی، مگر اتباعِ رسولؐ میں انہوں نے یہ عمل کیا۔ اس وقت تک وہ آثار موجود تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یاد بھی تھے اس لیے وہ اپنا شوق پورا کر لیا کرتے تھے۔ بعد کے ادوار میں یہ معدوم ہو گئے۔ اے کاش! وہ راستہ محفوظ کیا جاتا اور ان آثار کو آثارِ قدیمہ نہیں، آثارِ مقدسہ کی روح کے ساتھ باقی رکھا جاتا۔



مکہ میں داخلہ اور مناسک

بیت اللہ میں ورود مسعود

مکہ میں داخل ہونے کے کئی راستے تھے۔ بالائی حصے کی طرف سے کداء پہاڑی سے ہوتے ہوئے آپ حرم مکی کی طرف بڑھے اور باب بنی شیبہ کی طرف سے بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اسی کے باہر آپ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا۔ جب آپ کی نظر بیت اللہ پر پڑی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی:

اللَّهُمَّ زِدْ هَذَا بَيْتَ تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا وَمَهَابَةً، وَزِدْ مِنْ عَظْمِهِ
مِمَّنْ حَجَّهٖ وَاعْتَمَرَهُ تَشْرِيفًا وَتَكْرِيمًا وَمَهَابَةً وَتَعْظِيمًا وَبِرًّا! اے اللہ اس گھر
(بیت اللہ شریف) کے شرف و عزت، عظمت و بزرگی اور ہیبت و جلال میں اضافہ فرما اور
جو کوئی حج اور عمرے کے لیے آئے اور تیرے اس گھر کی عزت و تکریم کرے تو اسے بھی
عزت و تکریم، نیکی اور رعب و جلال سے نواز دے۔ (سعید بن سالم عن ابی جریج،
السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/۷۳)۔

قبولیت دعا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے مسنون دعا کا درجہ حاصل ہے اور جو نبی کوئی زائر خانہ کعبہ یعنی مسجد حرام کی عمارت اور میناروں کو دیکھے تو اولین نظر کے بعد یہ دعا مانگے۔ اس کے ساتھ وہ اپنی جائز اور نیک حاجات میں سے جس حاجت کو بھی اللہ سے طلب کرے، اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرماتا ہے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے حق

میں اللہ سے دعا کی تھی۔^۱

طواف کی کیفیت

اب بیت اللہ میں داخلے کا لمحہ آن پہنچا۔ جو نبی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے دروازے سے اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ خانہ کعبہ کے اس کونے میں پہنچے جہاں حجر اسود نصب ہے، یعنی بیت اللہ کے دروازے کی طرف منہ کریں تو بائیں ہاتھ پر۔ وہاں سے آپ نے حجر اسود کا بوسہ لے کر اور طواف کی نیت فرما کر طواف شروع کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین بھی آپ کے ساتھ اس عمل میں شریک تھے۔ تمام اہل ایمان خود کو سعادت مند اور خوش نصیب شمار کر رہے تھے اور بلاشبہ ان کے خوش نصیب ہونے میں کوئی شک و شبہ بھی نہیں۔ ایک بندہ مومن جب بھی اپنے دل کی آنکھ سے تصور کرتے ہوئے وہ منظر دل میں تازہ کرے تو جھوم اٹھتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خود خانہ کعبہ بھی اس روز اپنی قسمت پہ نازاں تھا۔ یہ قدسی صفت طائفین اللہ کی دھرتی پر اس کے محبوب ترین بندے تھے۔ ان کے امیر الحجاج جیسا کوئی امیر اس سے قبل کسی قافلے کو ملا تھا نہ اس کے بعد کسی کارواں کو نصیب ہو سکتا ہے۔ اس جماعت جیسی پاکیزہ صفت جماعت چشمِ فلک نے نہ اس سے قبل دیکھی تھی نہ دھرتی کا سینہ اس کے بعد اس سے آشنا ہو سکتا ہے۔

اضطباع اور رمل

آپ نے طواف شروع کرنے سے قبل اپنی چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کا سرا

۱- دولت کی فراوانی اور پٹرول کی دریافت سے قبل حرم کی باوجود مکہ کے شبی مقام پر واقع ہونے کے دور ہی سے زائرین کو نظر آ جایا کرتا تھا۔ اب فلک شگاف عمارتوں اور پلازوں نے چاروں اطراف سے اسے گھیر رکھا ہے۔ بہت قریب جا کر حرم شریف کے مینار نظر آتے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ میں نے عمرہ ادا کیا تو دور سے حرمین شریفین نظر نواز ہو گئے تھے۔ سعودی حکمران بلاشبہ حرمین کی تعمیر و توسیع اور نفاست و نظافت کا بے پناہ اہتمام کرتے ہیں، مگر آج سے نصف صدی قبل بلدین حرمین میں کوئی عمارت ایسی نہ بنائی جاسکتی تھی جو مسجد حرام اور مسجد نبوی کو چھپالے۔ اب بھی شاید توسیع کے بعد کوئی ایسا فیصلہ ہو جائے، مگر خاصا مشکل نظر آتا ہے۔

بائیں کندھے پر ڈال لیا۔ یعنی دایاں کندھا ننگا کر دیا۔ چادر کو یوں پہننا اصطلاح میں اضطباع کہلاتا ہے۔ پہلے تین چکروں میں آپؐ نے رمل کیا یعنی اپنے بازو اور شانے ہلاتے ہوئے تیز رفتاری سے یہ چکر مکمل کیے۔ اس طرح چلنے کو رمل کہتے ہیں اور طواف میں پہلے تین چکروں میں یہ مسنون ہے۔ آپؐ نے سات چکر مکمل کیے، حجر اسود سے طواف شروع ہوا تھا اور اسی پر مکمل ہوا۔ طواف مکمل ہوتے ہی مقام ابراہیم پر تشریف لائے یہاں آپؐ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ کا یہ حصہ پڑھا: **وَ اتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلِّیۡنَ ؕ**۔ ابراہیمؑ جہاں عبادت کے لیے کھڑا ہوا، اس مقام کو مستقل جائے نماز بنا لو۔ پھر آپؐ نے مقام ابراہیمؑ کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان میں رکھتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر دو رکعت نوافل ادا کیے۔

زم زم اور صفا و مروہ

زم زم اور صفا و مروہ کی ایک عظیم الشان اور ایمان افروز تاریخ ہے۔ یہ آپؐ کی دادی سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور آپؐ کے دادا سیدنا اسماعیل ذبح اللہ علیہما کی عظیم یادگاریں ہیں، جو صدیوں سے قائم ہیں اور تاقیامت ان کی برکات جاری رہیں گی۔ مقام ابراہیمؑ پر دو گناہ ادا کرنے کے بعد آپؐ آب زم زم پر آئے اور خوب پیاس بجھائی۔ یہاں سے آپؐ صفا و مروہ کی طرف بڑھے اور سیدھے صفا کے اوپر چڑھے اور یہ آیت پڑھی: **اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَابِرِ اللّٰهِ ؕ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهٖمَا ۗ وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝** (البقرہ ۲: ۱۵۸) یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کر لے اور جو برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا، اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔

صفا پر دعا

صفا پہ کھڑے ہو کر آپؐ نے خانہ کعبہ پر نظر ڈالی اور یہ الفاظ ادا کیے جو فتح مکہ کے وقت بھی آپؐ کی زبان پر جاری تھے: **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهٗ الْحَمْدُ**

يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ
 وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے سلطنت
 اور ملک اور حمد و تعریف ہے، وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، کوئی خدا نہیں، مگر
 وہ اکیلا خدا، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام قبائل کی افواج کو
 شکست دی۔ (ابوداؤد، کتاب المناسک باب صفة حجة النبي ﷺ، ج ۱ ص ۱۹۰ و سنن
 ابن ماجہ، ابواب المناسک باب حجة رسول الله ﷺ، ص ۲۲۸)

سعی

صفا سے آپ نے سعی شروع کی اور مروہ کی طرف گئے۔ جو مقام نسبتاً ہموار تھا وہاں پر آپ نے
 سعی کے دوران دوڑ لگائی اور پھر جب چڑھائی آئی تو آپ معمول کی چال چلنے لگے۔ یہ سعی
 بین الصفا والمروہ آپ کی دادی سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی سنت ہے۔ جب وہ اپنے شیرخوار بچے
 حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اللہ کے حکم سے یہاں چھوڑ دی گئی تھیں۔ جب ابراہیم علیہ السلام
 اپنی جوان بیوی اور اس دودھ پیتے بچے کو اللہ کے حکم کی اطاعت میں اس مقام پر چھوڑ کر جا رہے
 تھے تو وہی جانتے تھے کہ ان کے دل پر کیا گزری اور پھر ماں اور بچے پر جو گزرنے والی تھی اس کا تو
 تصور بھی رو نگئے کھڑے کر دیتا اور دل کو تڑپا دیتا ہے۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کی تلاش میں اپنے بیٹے
 اسماعیل کو اس مقام پر لٹا کر صفا کے اوپر چڑھی تھیں کہ شاید کہیں سے کوئی مدد ملنے کا راستہ نکل
 آئے۔ جب کچھ نظر نہیں آیا تو پھر مروہ کی طرف گئیں۔

زم زم کا چشمہ

معصوم بچہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ جب ماں ہموار
 جگہ پر پہنچتی تو ایک نظر اپنے بیٹے پر ڈالتی اور تیز تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھتی۔ ڈھلوان اور
 چڑھائی پر وہ آہستہ آہستہ چلتی۔ اس طرح انہوں نے صفا سے مروہ کی طرف چار اور مروہ سے صفا
 کی طرف تین چکر لگائے۔ دونوں پہاڑیوں کی چوٹی سے آس پاس دیکھا تو مدد کی کوئی امید بر نہ

آئی۔ آخر واپس اپنے بیٹے کی طرف آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ خشک اور چٹیل زمین پر اسماعیل کے پاؤں رگڑنے کی وجہ سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے پانی کے گرد کنکریوں اور مٹی کی اوٹ کھڑی کی اور بے ساختہ زبان سے نکلا 'زمزم' (رک جا، رک جا)۔ یہ زمزم بھی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ اس کا پانی بھوک اور پیاس کے لیے بھی کارگر ہے اور ہر بیماری سے شفا کے لیے بھی نسخہ کیمیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری دادی کی دعا قبول فرما کر اس پانی کو اس کے مقام پر روک دیا ورنہ یہ ایک چشمے کی صورت رواں دواں ہو جاتا اور دور دور تک پہنچتا۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اس پانی کو انسان جس جائز مقصد کے لیے بھی استعمال کرے، یہ اس میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ مشہور تابعی اور عظیم عالم و مجاہد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جب پہلی بار حج اور عمرے کے لیے مکہ آئے تو زمزم پیتے وقت دعا کی: اے اللہ تیرے سچے نبی کا وعدہ ہے کہ زمزم ہر مقصد میں نفع پہنچاتا ہے، میں آج اسے پی رہا ہوں کہ یومِ حشر کی پیاس سے محفوظ ہو جاؤں۔

ایک اشکال کی وضاحت

سعی کی آیت میں الفاظ: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ جَوَّأَے ہیں، اس سے ذہن میں خیال گزرتا ہے کہ اس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں تو کیا اس کے ترک کر دینے کی بھی کوئی گنجائش ہے، تو اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے ہم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تفسیر تفہیم القرآن سے ایک حاشیہ یہاں نقل کرتے ہیں، جس سے معاملے کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

صفا اور مروہ مسجد حرام کے قریب دو پہاڑیاں ہیں، جن کے درمیان دوڑنا منجملہ ان مناسک کے تھا، جو اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سکھائے تھے۔ بعد میں جب مکے اور آس پاس کے تمام علاقوں میں مشرکانہ جاہلیت پھیل گئی تو صفا پر "اساف" اور مروہ پر "نائلہ" کے استھان بنا لیے گئے اور ان کے گرد طواف ہونے لگا۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اسلام کی روشنی اہل عرب تک پہنچی، تو مسلمانوں کے دلوں میں یہ سوال کھٹکنے لگا کہ آیا صفا اور مروہ کی سعی حج کے اہل مناسک میں سے ہے۔

یا محض زمانہ شرک کی ایجاد ہے اور یہ کہ اس سعی سے کہیں ہم ایک مشرک کا نہ فعل کے مرتکب تو نہیں ہو جائیں گے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کے دلوں میں پہلے ہی سے سعی بین الصفا والمروہ کے بارے میں کراہت موجود تھی، کیونکہ وہ مناة کے معتقد تھے اور اساف و نائلہ کو نہیں مانتے تھے۔ انھی وجوہ سے ضروری ہوا کہ مسجد حرام کو قبلہ مقرر کرنے کے موقع پر ان غلط فہمیوں کو دور کر دیا جائے جو صفا اور مروہ کے بارے میں پائی جاتی تھیں، اور لوگوں کو بتا دیا جائے کہ ان دونوں مقامات کے درمیان سعی کرنا حج کے اصل مناسک میں سے ہے اور یہ کہ ان مقامات کا تقدس خدا کی جانب سے ہے نہ کہ اہل جاہلیت کی من گھڑت (رسم)۔ (تفہیم القرآن ج ۱، البقرة حاشیہ ۱۵۸، ص ۱۲۷-۲۲۸)

حضور ﷺ کا آبائی گھر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دادی اماں کی اتباع میں صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔ جاہلیت کے دور میں قریش اور دیگر عرب قبائل بہت سے مناسک کو بھول چکے تھے مگر صفا مروہ کے درمیان سعی کیا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے اپنی اونٹنی پر ہی سوار ہو کر یہ سعی کی تھی۔ جب سعی مکمل ہوئی تو آپ پھر زمزم کی طرف آئے اور پانی پیا۔ پھر آپ اپنی منزل پر تشریف لے گئے جہاں آپ کا خیمہ لگایا گیا تھا۔ اس مقام کا نام الانح ہے۔ فتح مکہ کے وقت اور اس سے قبل عمرۃ القضا کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجون کے مقام پر خیمے میں مقیم رہے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے گھر میں کیوں تشریف فرما نہیں ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ عقیل بن ابی طالب نے ہمارا گھر کہاں چھوڑا ہے جس میں ہم مقیم ہوں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ کسی گھر میں مقیم نہیں ہوئے، بلکہ انح کے مقام پر خیمے ہی میں قیام فرمایا۔ اس دوران آپ نمازیں حرم کے اندر آ کر ادا کرتے رہے اور قصر پڑھتے رہے۔ (المغازی للواقدی، ج ۲، ص ۸۲۹)



قیامِ منیٰ اور وقوفِ عرفہ

۸ ذوالحجہ بروز جمعرات آپ کو منیٰ کی طرف روانہ ہونا تھا۔ اس دن کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے۔ ۷ ذوالحجہ کو نماز ظہر کے بعد آپ نے حرم شریف میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات اور اخلاقیات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ۸ ذوالحجہ کو آپ منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے وہیں رات قیام فرمایا اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت ادا کیں۔

خطبہ

نماز فجر کے بعد ۹ ذوالحجہ کو آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ (ابوداؤد، کتاب المناسک)۔ پھر آپ عرفات جاتے ہوئے ہضاب کے مقام پر تھوڑی دیر کے لیے رکنے اور آپ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کا پورا علاقہ سوائے عرفہ کی وادی کے حاجیوں کے وقوف کے لیے متعین ہے۔ قریش کی جاہلی رسم کا آپ نے خاتمہ فرمایا اور کہا: الا کل شیء من امر الجاہلیۃ تحت قدمی موضوع۔ سنو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ (سیرت النبیؐ ج ۲، ص ۹۱۱، بحوالہ: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبیؐ، ج ۱، ص ۴۶۹، و ابوداؤد، کتاب المناسک، باب صفۃ حج النبیؐ، ج ۱، ص ۲۶۳)

آپ عرفات کی پہاڑی پر بھی چڑھے اور اللہ رب العالمین سے رورو کر دعائیں مانگیں۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے اپنی اونٹنی پر بھی دعا مانگی اور بعض کے نزدیک اونٹنی سے اتر کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اس روز عرفات کے میدان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو خاموش کرائیں۔ پھر آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو حجۃ الوداع کا معروف خطبہ ہے اور اسے خطبۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ دعائیں کرنے کے دوران میں آپ نے توقف فرما کر صحابہ کرامؓ کو

خوش خبری دی کہ جبریل آپ کے پاس آئے تھے اور انھوں نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل عرفات کی مغفرت فرمادی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ وعدہ صرف انھی لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے آپ کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا یا یہ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: بعد میں آنے والوں کے لیے بھی اللہ کا یہی فیصلہ ہے۔



خطبہ حجۃ الوداع

عرفات میں ظہر کے وقت آپؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا۔ پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ آپؐ نے ظہر کے وقت میں نماز ظہر اور عصر جمع کیں اور دونوں نمازیں قصر ادا کیں۔ اس دوران بھی آپؐ اللہ تعالیٰ سے مسلسل دعائیں کرتے رہے۔

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا اعزاز

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ہمارے سامنے جو خطبہ ارشاد فرمایا میں نے وہ بڑے غور سے سنا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی گردن کے نیچے تھا۔ آپؐ کی اونٹنی جگالی کر رہی تھی۔ جگالی کی وجہ سے اس کے منہ سے لعاب گر رہا تھا۔ جو میرے دونوں شانوں کے درمیان پڑ رہا تھا۔ میرے لیے یہ بھی اعزاز تھا کہ جس اونٹنی پر سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے ہیں اس کا لعاب میرے جسم کی زینت بن رہا تھا۔

ایک وضاحت

واضح رہے کہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منیٰ اور عرفات کے خطبات کو اپنے اپنے انداز اور ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ان تمام خطبوں کے جملہ نکات نقل ہوئے ہیں، مگر ان کو جمع کرنے کا کام بعد کے مورخین و مصنفین نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ اپنی معرکہ آرا کتاب سیرۃ النبیؐ میں لکھتے ہیں:

علامہ شبلی کی تحقیق

(۱) سنن ابن ماجہ میں ہے (المناسک باب حجۃ الرسول اللہ ﷺ، ص ۲۲۹) ہجرت سے پہلے آپ نے دو حج فرمائے، بعض حدیثوں میں جو یہ ہے آپ نے ایک ہی حج کیا تھا، ترمذی ابواب الحج باب کم حج النبی، ص ۱۴۲ اور ابوداؤد کتاب المناسک باب وقت الاحرام، ج ۱ ص ۱۷۷، اس سے مقصود ہجرت ہے۔

(۲) ابوداؤد، ج ۱، ص ۱۸۹ اور صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی، ج ۱، ص ۴۶۷ حجۃ الوداع کا واقعہ نہایت تفصیل سے مذکور ہے، جس کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت امام باقر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، جب وہ نابینا ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا حال پوچھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آل رسول کی محبت سے امام باقر کے گریبان کے تکے کھولے اور ان کے سینے پر محبت سے ہاتھ رکھ کر کہا بھتیجے پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ پھر نہایت تفصیل سے حج نبوی کے تمام حالات بیان کیے۔ (کتاب الحج، باب حجۃ النبی، ج ۱، ص ۴۶۷) (اوقات کی تعیین بھی بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں میں ہے اور امام نسائی نے کتاب المناسک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت و تاریخ کے لیے خاص باب باندھا ہے۔

(۳) غسل کا ذکر طبقات ابن سعد ذکر حجۃ الوداع میں ہے۔ (جز ثانی قسم اول، ص ۱۲۴)

(۴) صحیح بخاری کتاب المناسک باب الطیب عند الاحرام، ج ۱، ص ۲۰۷ و صحیح مسلم کتاب الحج، باب الطیب للمحرم، ج ۱، ص ۴۴۷۔ یہ اور اس کے بعد کے تمام عربی جملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کے ٹکڑے ہیں، (یہ جملے کسی حدیث میں یک جا نہیں ہوئے، اس لیے ان کو مختلف مآخذوں سے جمع کرنا پڑا ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم (باب حجۃ النبی و باب الديات) اور ابوداؤد (باب الاشر الحرام و حجۃ النبی) وغیرہ میں یہ خطبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما،

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کی روایتوں سے مذکور ہے، ان کی روایتوں میں بعض باتیں مشترک ہیں، مثلاً: ان دمائکم و اموالکم حرام علیکم کحرمة..... الخ اور بعض باتیں الگ ہیں، مغازی وسیر کی کتابوں میں کچھ اور باتیں بھی مذکور ہیں، اصل یہ ہے کہ یہ ایک طویل خطبہ تھا، ہر ایک شخص کو جو فقرہ یاد رہ گیا، اسی کی اس نے روایت کر دی، اس بنا پر مختلف ماخذوں سے ان ٹکڑوں کو جمع کر لیا گیا ہے اور اس کے جا بجا حوالے دیے گئے ہیں، خطبے کے بعض ضمنی الفاظ مصنف نے چھوڑ دیے ہیں، روایتوں میں ایک اور اختلاف ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی روایت میں اور ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خطبے کا دن یوم عرفہ یعنی ۹ ذوالحجہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری روایتوں میں یوم النحر یعنی ۱۰ ذوالحجہ بتاتے ہیں۔ بعض روایتیں ایام تشریق کے خطبے کی ہیں، ابن اسحاق نے اس کو مسلسل خطبے کے طور پر نقل کیا ہے، ابن ماجہ، ترمذی اور مسند احمد میں خطبہ حجۃ الوداع کے چند فقرے منقول ہیں، جن میں یہ تصریح نہیں کی کہ کس تاریخ کے خطبے میں آپ نے یہ فرمایا۔ بہر حال صحاح ستہ اور مسانید کی تمام روایات کو یکجا کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس حج میں تین دفعہ خطبہ دیا، ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ کو اور ۱۰ ذوالحجہ یوم نحر کو اور تیسرا خطبہ ایام تشریق میں ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو۔ ان خطبوں میں اصولی طور پر بعض باتیں مشترک ہیں اور بعض مختص مقام ہیں۔ یہ بہت ممکن ہے جیسا کہ بعض محدثین نے تصریح کی ہے کہ چونکہ مجمع بہت بڑا تھا، اور آپ جو پیغام اپنی امت کو پہنچانا چاہتے تھے، وہ نہایت اہم تھا، اس لیے آپ نے اپنی تقریر کے بعض بعض فقرے مکرر فرمائے، (۱) امام احمد نے مسند میں ابونضرہ تابعی کے واسطے سے اور تابعی مذکور نے ایک صحابی سے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے سنا تھا، یہ فقرہ نقل کیا۔

آپ نے اس خطاب میں فرمایا: اللہ نے ہر انسان کے لیے میراث میں حصہ مقرر فرما دیا

ہے جو وارث وراثت کا حق دار ہو اس کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ خبردار رہو بچہ جس کے بستر پر پیدا ہو وہ اسی کا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ منکوحہ بیوی سے جس خاوند کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہو وہ اسی کا شمار ہوگا اگرچہ وہ خفیہ طور پر جرم کے نتیجے میں کسی اور شخص کے صلب سے ہو، اور آپ نے فرمایا: بدکار کے لیے رجم کی سزا ہے۔ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور سے اپنا نسب جوڑے یا کوئی آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کرنے والے آقا سے بے وفائی کر کے اپنی آزادی کو دوسروں کی طرف منسوب کرے تو ان لوگوں پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جامع روایت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم نے ہم سے خطاب فرمایا اور پوچھا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا: جمعرات۔ آپ نے فرمایا کہ یہ یوم العرفہ ہے۔ پھر آپ نے سوال پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم لوگوں نے جواب دیا: بلد حرام (مکہ)۔ پھر پوچھا: یہ مہینہ کون سا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ذوالحجہ، جو حرام مہینوں میں سے ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری آبروئیں، اسی طرح ہمیشہ کے لیے تم پر حرام ہیں، جس طرح اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت کی پابندی ہے۔ فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے مجھے بتاؤ کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا۔ سب لوگ یک زبان پکار کر اٹھے:

خالق و مخلوق سے گواہی

ہاں یا رسول اللہ آپ نے پیغام پہنچا دیا حق خیر خواہی ادا کر دیا اور اپنا فرض پوری طرح نبھایا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں کہیں۔ ایک یہ کہ لوگو! میں نے جو بات تم کو پہنچائی اسے ان لوگوں تک پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ پھر آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھائی اور تین مرتبہ کہا: اللھم اشھد یعنی اے اللہ تو بھی گواہ رہ۔ (یہ تین مرتبہ فرمایا)۔

دين پر ثابت قدمى كى تلقين

ايك روايت ميں يه بهى آتا هے كه نبى اكرم صلى الله عليه وسلم نے يوم عرفه كا خطبه سرخ اونٹ پر سوار هو كر ارشاد فرمايا تھا۔ آپ نے يه بهى فرمايا كه خبردار! ميرے بعد كفر كى طرف نہ پلٹ جانا كه تم ميں سے كچه لوگ دوسرے اهل ايمان كى گردنیں مارنے لگیں۔ آپ نے يه بهى فرمايا: اے لوگو! سنو اور اطاعت كرو اگر چه تم پر كوئى كم حيثيت حبشى غلام هى كيوں نہ امير مقرر كيا جائے۔ جب تك وه كتاب الله كو قائم كرے اس كى اطاعت كرو۔

حرام مہينے

حضرت ابو بكره رضى الله عنه كى روايت ميں بيان كيا گيا هے كه آپ نے اپنے خطبه حج كے دوران فرمايا: خبردار زمانه اپنى گردش كے دوران اسى هيت پر پہنچ گيا هے جس دن الله نے زمين و آسمان كو پيدا كيا۔ الله نے سال كے باره مہينے مقرر فرمائے، ان ميں سے چار مہينے حرام هیں۔ تين مسلسل، يعنى ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ايك ان كے بعد هے يعنى رجب۔ (تین زمانہ حج كے ليے حرام قرار ديے گئے تھے كه ان كے اندر جنگ اور خونريزى نہ هو اور ايك عمرے كے ليے حرام ٹھہرايا گيا)۔

غلاموں كے حقوق

نبى اكرم صلى الله عليه وسلم نے جو خطبه ارشاد فرمايا تھا اس كے مختلف حصے مختلف صحابہ رضى الله عنهم سے بيان هوئے۔ حضرت زيد بن الخطاب رضى الله عنه كى روايت هے كه اس موقع پر آپ نے غلاموں كے بارے ميں بڑى تاكيد فرمائي۔ آپ نے فرمايا: اپنے غلاموں كا خاص خيال ركھو، اپنے غلاموں كا خاص خيال ركھو۔ جو خود كھاؤ اسى ميں سے ان كو بهى كھاؤ، جو خود پہنو ويا هى لباس انھیں بهى پہناؤ۔ اگر وه كوئى ايسا قصور كر بيٹھیں جسے تم معاف نہ كر سكو تو الله كے بندو انھیں ايدائیں نہ پہنچانا اور نہ سخت سزا دينا۔ ايسى صورت ميں انھیں بيچ ڈالنا۔

سود كا خاتمہ اور خون كى حرمت

ديكھو، ہر قسم كا سود (جو كسى كا كسى پر نكلتا هو) ساقط كر ديا گيا، البتہ تمھارے راس المال (يعنى

اصل) تمہارے لیے ہیں، (ان میں) نہ تم زیادہ کرو گے (اگر تم نے کسی کو رقم دی ہو) اور نہ تمہارے ساتھ زیادتی کی جائے گی۔ (اگر تم نے کسی سے رقم لی ہو) اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اب کوئی سود (ربا) نہیں اور عباس بن عبدالمطلب کا کل سود ساقط کر دیا گیا ہے۔ جاہلیت میں (اسلام لانے سے پہلے) جو بھی خون تھا، وہ بھی ختم کر دیا گیا (اب اس کا انتقام نہ لیا جائے گا) اور سب سے پہلے خون جو میں ختم کرتا ہوں، وہ ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے اور ابن ربیعہ قبیلہ بنولیت میں دودھ پینے کے لیے مقیم تھا۔ اس شیرخوار ہاشمی بچے کو قبیلہ ہذیل نے قتل کر دیا تھا، پس یہ خون جاہلیت کے خونوں میں سے پہلا خون ہے، جس سے میں معافی کی ابتدا کر رہا ہوں۔ کتنی عظیم مثال ہے کہ سود کو کلی طور پر حرام قرار دیا تو سب سے پہلے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سودی مطالبات ساقط فرمائے۔ اس طرح جاہلیت کی خونریزی اور انتقامی کارروائیوں کے خاتمے کا حکم صادر فرمایا تو اس کا آغاز بھی اپنے خاندان سے کیا۔ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے، جن کا بچہ بنولیت میں رضاعت کے لیے بھیجا گیا تھا اور قبیلہ ہذیل نے یہ ظلم ڈھایا کہ اسے قتل کر دیا۔ آپ نے جاہلیت کے خونوں میں سے سب سے پہلے اسی کو معاف فرمایا۔

نسئی کی جاہلی رسم کا خاتمہ

لوگو! اس کے بعد یہ سنو، شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین میں کبھی اس کی پرستش کی جائے گی، لیکن اگر اس کی اطاعت کی جائے گی تو وہ تمہارے ان اعمال سے جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو، راضی ہو جائے گا۔ اس لیے تم دین کے معاملے میں شیطان سے بچتے اور ڈرتے رہو۔ لوگو! نسئی (یعنی حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کرنا) کفر میں اضافہ کرتا ہے۔ اس لیے وہ لوگ اور بھی گمراہ ہوتے ہیں جو کافر ہیں اور جو ایک سال اسے حرام رکھتے ہیں، دوسرے سال حلال کر لیتے ہیں تاکہ یہ کافر لوگ اللہ کے مقرر کیے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کر لیں۔ اس طرح یہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دے لیتے ہیں اور یہ بھی سنو کہ زمانہ ہر پھر کر اس جگہ آ گیا، جہاں اس وقت تھا، جب اللہ تعالیٰ نے زمین

وآسمان پیدا کیے تھے اور یہ کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جن میں چار مہینے حرمت کے ہیں، تین مسلسل ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم (حج کے ایام) اور ایک الگ برائے عمرہ و زیارت اور یہ ماہ رجب ہے یعنی جمادی الاخریٰ اور شعبان کے بیچ کا مہینہ۔ زمانہ جاہلیت میں بھی عرب انھی مہینوں کو محرم سمجھتے تھے، مگر جب اپنی جاہلیت کی تسکین اور دشمن سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیتے تو بد بخت اپنی مرضی سے کسی حلال مہینے کو حرام اور حرمت والے مہینے کو حلال قرار دیتے۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر جاہلی رسوم کی طرح مکمل طور پر ممنوع اور حرام قرار دیا۔

عورتوں کے حقوق

آپ نے اپنے خطبے میں مزید ارشاد فرمایا: لوگو! اور سنو، تمہاری عورتوں پر تمہارا ایک حق ہے اور تم پر ان عورتوں کا ایک حق ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارا فرش کسی بھی ایسے شخص کے لیے نہ لگائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور وہ کھلا ہوا فحش اختیار نہ کریں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو تمہارے لیے اجازت ہے کہ تم انہیں بستروں پر چھوڑ دو اور اس طرح مارو، جو ضرب شدید نہ ہو۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو وہ اپنے کھانے اور کپڑے کے سلسلے میں حسن سلوک کے ساتھ مستحق ہیں اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کی نصیحت کرتے رہو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں اور تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر پکڑا ہے اور تم نے ان کے ستر کو اللہ کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے، اس لیے لوگو، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، میں نے تو (ہر حکم) پہنچا دیا اور تمہارے اندر وہ چیز چھوڑ دی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو، تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کھلی ہوئی چیز ہے، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اخوتِ اسلامی

يا ايها الناس! الا ان ربكم واحد وان اباكم واحد الا لا فضل لعربي على عجمي ولا عمجى على عربي ولا احمر على اسود ولا اسود على احمر الا بالتقوى. ان كل مسلم اخ المسلم وان المسلمين اخوة. ارقاءكم ارقاءكم

اطعموہم مما تاکلون واکسوہم مما تلبسون۔

لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔ (ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے) اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ تمہارے غلام، تمہارے غلام!! جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو، وہی ان کو پہناؤ۔ (مسند احمد، ج ۵، ص ۴۱۱، مستدرک، ج ۱، ص ۹۳، ابن سعد، قسم اول، جز ثانی، ص ۱۳۳۔ بحوالہ سیرۃ النبیؐ، ج ۲، ۱۲۰-۱۲۱)

نوگو! میری بات سن کر اس پر غور کرو، خوب سمجھ لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، لہذا کسی بھی آدمی کے لیے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں، بجز اس کے کہ وہ بطیب خاطر کوئی چیز خود دے دے، پس تم لوگ اپنے آپ پر کسی بھی حالت میں ظلم نہ کرنا۔ لوگو! بتاؤ میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ لوگوں نے (جواب میں) کہا: اللہم نعم یعنی یقیناً۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہم أشہد یعنی اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔ (یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی اور اپنی شہادت کی انگلی بھی آسمان کی طرف بلند کی۔

دوسرا خطبہ

ابن اسحاق نے کہا، مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کی روایت بیان کی جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو عرفات میں لوگوں تک پہنچانے کے لیے آواز لگا رہا تھا، ربیعہ بن امیہ بن خلف تھا، عباد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیعہ بن امیہ سے کہہ رہے تھے کہ (آواز بلند) کہو: لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ پھر ربیعہ بن امیہ لوگوں سے پکار کر یہی الفاظ کہنے لگے۔ لوگوں نے جواب دیا، یہ شہر حرام ہے۔ بعد میں آپ نے ربیعہ سے کہا: ان لوگوں سے کہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے خونوں اور تمہارے اموال کو ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابل احترام قرار دیا ہے، جس طرح تمہارے لیے یہ مہینہ قابل احترام قرار دیا

ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کہو، لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتے ہیں، یہ کون سا مقام ہے؟ ربیعہ نے ان الفاظ کو پکار کر کہا اور لوگوں نے جواب دیا: یہ بلد حرام (قابل احترام شہر) ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے کہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے خونوں اور اموال کو ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابل احترام قرار دیا ہے، جس طرح تمہارے لیے تمہارا یہ شہر قابل احترام قرار دیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سا دن ہے؟ ربیعہ نے یہ الفاظ پکار کر کہے اور لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے خونوں اور تمہارے اموال کو ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابل احترام قرار دیا ہے جس طرح تمہارے لیے تمہارا یہ دن قابل احترام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مزید تعلیمات

ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے عبد اللہ بن نجیح نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو آپؐ جس پہاڑ پر موجود تھے۔ اس کے متعلق فرمایا: یہ وقوف کی جگہ ہے اور سارا عرفہ وقوف کی جگہ ہے۔ جس وقت مزدلفہ کے پہاڑ قُزَح پر صبح کو کھڑے ہوئے تھے تو فرمایا: یہ وقوف کی جگہ ہے اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔ پھر آپؐ نے منیٰ میں جانوروں کو ذبح کیا تو فرمایا: یہ جانوروں کو ذبح کرنے کی جگہ (منحر) ہے، اور تمام منیٰ منحر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیزیں فرض کی تھیں یعنی موقف (عرفہ اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کی جگہ) اور رمی جمار (عقبباتِ ثلاثہ پر کنکریاں پھینک کر مارنا) اور طواف بیت اللہ اور جو چیزیں حلال اور حرام کی گئی تھیں، ان کی تعلیم لوگوں کو دی۔ اس لیے یہ حج البلاغ (وہ حج جس سے احکام کی تبلیغ و اشاعت ہوئی) بھی تھا اور حجۃ الوداع بھی تھا اور یہ چیز اس لیے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حج نہیں کیا۔



مزدلفہ کو روانگی

عرفہ سے مزدلفہ

یوم عرفہ کو جب سورج غروب ہو گیا تو اس وقت تک آپ عرفات ہی میں مقیم رہے۔ شفق کی سرخی غائب ہونے لگی تو آپ عرفات کو چھوڑ کر مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے یہاں مغرب کی نماز ادا نہ کی حالانکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ مزدلفہ پہنچ کر آپ نے جمرات شیطانی کو کنکریاں مارنے کے لیے کنکریاں بھی جمع کیں جن کا حجم مٹر اور چنے کے دانے کے لگ بھگ تھا اور یہیں پر عشاء کے وقت میں آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کیں۔ یعنی دن کے وقت عرفہ میں ظہر و عصر کو اول وقت میں جمع کر کے پڑھا اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو آخر وقت میں ادا فرمایا۔ پہلی صورت کو جمع تقدیم کہا جاتا ہے اور دوسری صورت کو جمع تاخیر۔ دونوں مقامات پر اذان ایک ہی دی گئی مگر اقامت دو مرتبہ پڑھی گئی۔

تہجد کے بغیر واحد شب حیات

پھر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ سب لوگ کھلے آسمان کے نیچے رات گزاریں، کوئی خیمہ اور چھت استعمال نہیں کی جاسکتی۔ اس سارے عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ پڑھتے رہے۔ مزدلفہ کی یہ رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کر گزاری۔ تہجد کی نماز کے لیے بھی نہیں اٹھے۔ حیات طیبہ میں یہی ایک شب ہے جس میں آپ نے تہجد چھوڑی، ورنہ آپ نے زندگی بھر اللہ کے حکم کے مطابق اس کا اہتمام فرمایا۔ ظاہر ہے یہ عمل اللہ کے حکم ہی کے مطابق تھا۔ آپ نے اللہ کے حکم پر چھوڑی نہ کہ غفلت اور سہل انگاری کے سبب۔ آپ اس سفر سے کہیں زیادہ

مشکل تر سفر اور کٹھن مہمات سے گزرے، مگر کبھی بھی سفر و حضر میں تہجد ترک نہ کی تھی۔

ضعفا کو سہولت

شب کے پچھلے حصے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں، بچوں اور ضعفا کو اجازت دی کہ زحمت سے بچنے کے لیے وہ ہجوم سے پہلے منیٰ کی طرف اپنی قیام گاہوں میں چلے جائیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج نکلنے سے پہلے جمرہ عقبیٰ (شیطان کبیر) کو کنکریاں نہ ماری جائیں، جب کہ عورتوں اور بچوں کو سورج نکلنے سے پہلے یہ عمل مکمل کرنے کی اجازت دی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بالکل نو عمر تھے اور آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں شامل تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے پڑھی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہایت محبت و پیار سے تھپکیاں دینے لگے اور فرماتے رہے کہ اے میرے بچو! تم سورج نکلنے تک رمی نہ کرنا، یعنی جمرہ عقبیٰ کو کنکریاں نہ مارنا۔

یوم النحر

نماز فجر ادا کرنے کے بعد آپؐ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور قرزہ کے مقام پر وقوف کیا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: مزدلفہ سارے کا سارا وقوف کے لیے متعین ہے لیکن وادی محسر اس میں شامل نہیں ہے۔ محسر پہنچنے پر آپؐ نے اپنی اونٹنی کو تیز تیز چلایا۔ یہ وہ وادی ہے جہاں سے آپؐ نے لوگوں کو تیز قدموں کے ساتھ نکلنے کی تاکید فرمائی کیوں کہ اسی وادی میں اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر کو ابا بیلوں کے ذریعے تباہ و برباد کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبیٰ کو کنکریاں مارنے کے دوران مسلسل تلبیہ کے الفاظ بلند آواز سے دہرائے۔ پھر آپؐ نے اپنی قربانی کے جانور ذبح کیے، سر منڈوایا اور مونچھوں اور رخساروں کے بال بھی ترشوائے۔ حلق کے ساتھ ہی آپؐ نے اپنے ناخن بھی کٹوائے۔ ناخن اور بال جمع کر کے وہیں دفن کروادے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے جسم کو خوشبو لگائی، احرام اتارا اور کرتہ پہن لیا۔

رسالت مآب ﷺ اور قربانی کے جانور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے بارے میں بھی حدیث میں تفصیل ملتی ہے۔ آپ نے سات اونٹ ذبح فرمائے تھے اور سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھے بھی قربان کیے تھے۔ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ یعنی دس ذوالحجہ سے ایام تشریق (۳ ذوالحجہ تک) روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ اس حج میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حج اور عمرہ اکٹھے بھی کیا اور الگ الگ بھی۔ اکٹھے یعنی ایک ہی نیت کر کے پہلے عمرہ اور پھر حج کرنے کو تمتع کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے۔ دیگر لوگوں نے پہلے عمرہ کیا اور اس کے مناسک ادا کرنے کے بعد احرام اتار دیے۔ حج کے لیے پھر دوبارہ احرام باندھے اور مکہ سے آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواونٹ ذبح کیے تھے۔

جامع دعا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں حج کے دوران مانگیں مگر ایک دعا جو مسلسل طواف کے دوران آپ نے مانگی وہ تھی: رَبَّنَا إِنِّي أَتَانِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِتَاءَ عَذَابِ النَّارِ۔ دوسری یہ دعا بھی منقوال ہوئی ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ۔ یہ آپ نے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان مانگی۔ یہ دعا انتہائی جامع ہے۔ قرآنی اور مسنون دعا کا حسین امتزاج بھی ہے اور دنیا و آخرت کی ہر بھلائی بھی اس میں طلب کی گئی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مطہرہ کے اتباع میں جب بھی اللہ نے اس مقام پر جانے کی سعادت بخشی ہے، اس دعا نے دل پر ان مٹ نقوش رقم کیے ہیں۔

خانہ کعبہ کے اندر نماز نبوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر جو نماز پڑھی اس کی کیفیت بھی بیان کی گئی

ہے۔ آپ نے دو رکعت نفل ادا کیے (براویت اسامہ بن زید، عمر بن خطابؓ)۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بقول وہ بھی اس حج میں شریک تھے، فرماتے ہیں: مجھے ساتھیوں نے بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ جب میں اس طرف بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ سے باہر آچکے ہیں۔ اس وقت بلالؓ دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ میں نے ان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اللہ میں داخلے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت اپنے جوتے اتار دیے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل چسپ روایت

خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کا معاملہ بھی بڑا دل چسپ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جیسے آپ پر تھکن کے آثار ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا تو جواب میں آپ نے کہا کہ آج میں نے وہ کام کیا کہ بعد میں مجھے خیال آیا کہ اسے نہ کرنا تو اچھا ہوتا، کیونکہ میری امت کے لوگ یہاں آیا کریں گے تو بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے اور ان کے دل میں رنج اور حسرت رہے گی۔ اس لیے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف کیا کرو اس کے اندر داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا، اس لیے طواف پر ہی اکتفا کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رشک

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور اپنے بڑے بھائی حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما پر رشک کیا کرتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے تو اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے اپنی اونٹنی پر سوار کیا تھا۔ پھر جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے حصے میں یہ سعادت آئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ

بھی بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کنکریاں چنیں۔ چنانچہ آپ کی ہدایت کے عین مطابق میں نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چنیں۔ آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں پکڑا تو خوش ہوئے اور فرمایا کہ اسی طرح کی کنکریاں درکار تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے ساتھیوں کی خوش قسمتی پر رشک کرتے تھے، مگر خود ان کے لیے بھی یہ اعزاز کچھ کم نہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے انتخابِ جمرات کی تعریف و تحسین فرمائی۔ (سنن نسائی، کتاب المناسک، باب النقاط الحصى)۔

غلو سے اجتناب کا حکم

آپ نے فرمایا: تم لوگ ہمیشہ دین کے معاملات میں غلو سے بچتے رہنا۔ تم سے پہلی قومیں جن وجوہات سے ہلاک ہوئیں ان میں ایک دین میں غلو بھی تھا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب الاستحباب رمی جمرۃ العقی)۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر سوار ہو کر رمی کی۔ اس موقع پر آپ یہ بھی فرما رہے تھے: خذوا عنی مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ہذہ۔ یعنی حج کے مسائل مجھ سے سیکھ لو کیونکہ میرا خیال ہے کہ شاید میں اس حج کے بعد حج نہیں کروں گا۔ (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب رمی الجمار)

طواف وداع اور شربِ زمزم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مکمل ہونے کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کیا جسے طواف وداع کہا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق آپ نے یہ طواف بھی اونٹنی پر سوار ہو کر کیا۔ پھر زمزم پر آ کر پانی پیا، آپ نے ایک ڈول میں سے پانی پینے کے بعد اپنے لعابِ دہن کے ساتھ پانی کے ایک گھونٹ کو کلی کر کے ڈول میں ڈال دیا اور فرمایا کہ پانی کا یہ ڈول زمزم کے کنویں میں انڈیل دیا جائے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں خود ڈول کھینچوں مگر میں نے اس لیے ایسا نہیں کیا کہ بعد میں آنے والے لوگ اس کو سنت سمجھ کر آپس میں کش مکش نہ شروع کر دیں۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول خود کھینچا، جس کا پانی آپؐ نے خود استعمال کیا اور بقیہ کنویں میں ڈال دیا۔

تکمیل نعمت ربانی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عرفہ میں سورہ المائدہ کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے اتمام اور دین کی تکمیل کی بشارت دی۔ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا۔ (المائدہ ۵: ۳) آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔

ایک مرتبہ ایک یہودی نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ اگر ہمارے اوپر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید اور جشن کے طور پر مناتے۔ خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں ہمیں اس آیت کا خوب علم ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ کب اور کہاں نازل ہوئی تھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حج کے روز عرفات کے میدان میں اتری تھی اور اس روز ہم عرفہ کے میدان میں ہر سال لاتعداد حجاج کی صورت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔

مدینہ واپسی کا سفر

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل حج کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدینہ میں آپ کی واپسی ذوالحجہ کے آخری دنوں میں ہوئی۔ اس سے قبل کی رات آپ نے ذوالحلیفہ میں بسر کی۔ اگلے روز فجر کی نماز پڑھ کر آپ مدینہ کی جانب چل پڑے۔ مدینہ کی بستی نگاہ پاک میں آئی تو آپ نے یہ کلمات ادا فرمائے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَيُّوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ عَدَهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَ حَدَهُ۔ خدا بزرگ

و برتر ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، بس اسی کی سلطنت ہے، اسی کے لیے مدح و ستائش ہے، وہ ہر بات پر قادر ہے، ہم لوٹ کر واپس آ رہے ہیں، توبہ کرتے ہوئے، فرماں برداری کے ساتھ، زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے پروردگار کی مدح و ستائش میں مصروف ہو کر، خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور تمام قبائل [لشکروں] کو تنہا شکست دی۔ (سیرت النبوی، ج ۲، ص ۱۳۰ بحوالہ: صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ما یقول اذا رجع عن الحج، ج ۱، ص ۲۴۲، کتاب الحج، باب ما یقول اذا قفل من سفر الحج وغیرہ، ج ۱، ص ۵۱۶)

ایک التجا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کردہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر حج اور ادائیگی مناسک، پند و نصائح اور خطبات گفتگو اور ہدایات کی تفصیل پڑھتے ہوئے قاری محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہے۔ کیا خوش نصیب لوگ تھے جن کو رب العزت نے اپنے محبوب کی صحبت کے لیے منتخب کیا تھا۔ کتنے صاحبِ عزم و ہمت تھے وہ روشن ستارے کہ جنہوں نے ناقابل بیان مشکلات و بلیات کا سامنا کیا، مگر کبھی بددل اور مایوس نہ ہوئے۔ اے اللہ ہم ان عظمت کے امین، تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں سے محبت کرتے ہیں۔ ہمارے اندر بھی وہی صفات پیدا فرما جن سے تو نے ان کو نوازا تھا!



باب سوم

وصال النبی ﷺ

نبی اکرم ﷺ کا وصال

قرآنی فلسفہ موت و حیات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عمومی انداز میں جگہ جگہ موت کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک آیت تو بہت ہی معروف ہے جو تین مقامات پر آئی ہے۔ تینوں مقامات پر اس کا آغاز ہے: **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ**۔ یعنی ہر تنفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ پھر ہر آیت میں موقع و محل کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے کچھ حقائق بیان فرمائے۔ اس حوالے سے ترتیب قرآنی میں پہلی آیت سورہ آل عمران میں ملتی ہے: **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورًا كُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ** (آل عمران ۳: ۱۸۵) آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ شخص ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک دھوکہ ہے۔

دوسری باریہ مضمون سورہ الانبیاء میں بیان ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِن قَبْلِكَ الْخَالِدِينَ أَفَإِن مِّن مَّتِّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ** ○ **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبَلُّوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاللَّيْنَاتُ تَرْجَعُونَ** ○ (الانبیاء ۲۱: ۳۴-۳۵) اور اے نبی، ہمیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لیے نہیں رکھی ہے، اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔

تیسرا مقام جہاں اسی آیت کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وہ سورہ العنکبوت ہے جس میں فرمایا

ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ○ (العنكبوت ۲۹: ۵۷)۔ ہر تنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔

مخلوق فانی، خالق باقی

موت کے بارے میں یہ حقائق بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بھی واضح فرما دی کہ اس کی اپنی ذات کے علاوہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے۔ البتہ انسانوں اور جنوں کو دوبارہ زندہ کیا جانا ہے اور وہ سب حساب کتاب کے بعد جنت اور دوزخ کا مستحق قرار پائیں گے۔ سورہ الرحمن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَ يَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ○ (الرحمن ۵۵: ۲۶-۲۷)۔ ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔

انبیاء و رسل کا وصال

غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی فتح بظاہر شکست میں بدلی اور یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس تناظر میں سورہ آل عمران کی یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ○ أَفَأَنْتُمْ مَاتُوا قُتِلْتُمْ أَنْتَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ○ وَمَنْ يَنْتَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ شَيْئًا ○ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ○ (آل عمران ۳: ۱۴۴) محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا، اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: إِنَّكَ مَيِّتٌ ○ وَإِنَّهُمْ مَمِيَّتُونَ ○ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ○ (الزمر ۳۹: ۳۰-۳۱) (اے نبی) تمہیں بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔ آخر کار

قیامت کے روز تم سب اپنے رب کے حضور اپنا اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔

الوداعی اشارات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب تریسٹھ سال کو پہنچی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریلؑ نے ماہ رمضان میں معمول کے مطابق قرآن مجید کا دور کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی گئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر اپنی زندگی کے آخری سال میں بیس دن مسجد نبوی میں معتکف رہے۔ اسی طرح ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ آخری رمضان میں انہوں نے دو مرتبہ آپ سے دور فرمایا اور کہا کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ اس سے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی تعبیر کی کہ یہ آپ کی زندگی کا آخری سال ہے۔

اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دعائیں

۱۱ھ کے ماہ صفر میں آپ آدھی رات کو ایک دن جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ اہل بقیع کو سلام کہا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ اس روایت کو آپ کے غلام ابو موسیٰ بہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آدھی رات کے وقت اٹھایا اور فرمایا: اے ابو موسیٰ بہ رضی اللہ عنہ! آج مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بقیع الغرقد جاؤں اور وہاں مدفونین کے لیے مغفرت کی دعا کروں۔ تم بھی میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں آپ کے ساتھ قبرستان گیا۔ آپ نے قبرستان کے بیچ پہنچ کر فرمایا:

لیهنتکم ما انتم فیہ مما فیہ الناس، ات الفتن کقطع اللیل المظلم یتبع بعضها بعضا، الآخر اشد من الاولی، فلیهنتکم ما انتم فیہ مما فیہ الناس، ثم رجع فقال: یا ابامویہبہ، انی اعطیت۔ او قال خیرت بین مفاتیح ما یفتح علی امتی من بعدی والجنة اولقاء ربی۔ قال فقلت: بأبی انت رامی فاخترنا۔ قال: لان ترده علی عقبها ماشاء الله، فاخترت لقاء ربی۔ فما

لبث بعد ذلک الاسبعا او ثمانیا حتی قبض۔ اے اہل قبرستان تم پر سلامتی ہو۔ تم جس صورت حال میں ہو وہ اس سے بہتر ہے بعد میں آنے والے جس صورت حال میں ہوں گے اللہ ان سب کیفیتوں میں تم سب کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ اندھیری رات کے چھا جانے کی طرح فتنے ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ ہر فتنہ پہلے فتنے سے بدتر ہوگا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابو موسیٰ یہہ! مجھے دنیا کے خزانوں اور دنیا میں دائمی ٹھکانے اور اپنی امت کو ملنے والی فتوحات اور جنت کی چابیاں حاصل کرنے یا اپنے رب سے ملاقات کرنے کے درمیان اختیار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ یہہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دنیا کے خزانوں اور اس میں ہمیشہ رہنے اور جنت کی چابیوں کو ایک ساتھ لے لیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابو موسیٰ یہہ! خدا کی قسم میں دنیا کے خزانوں کی چابیاں نہیں لوں گا۔ میں نے اپنے رب کی ملاقات اور اس کی جنت کو پسند کر لیا ہے۔ پھر آپ نے اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کی اور واپس آ گئے۔ اسی دن سے آپ کو اس مرض کا آغاز ہوا جس میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اس دن اور مرض کے درمیان سات یا آٹھ دن کا وقفہ تھا۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۴۰-۱۰۴۱، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۰۳-۲۰۴)

شہدائے احد کی قبروں پر دعا

ابن سعد نے ان واقعات کو لکھنے کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی راتوں کو جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے رہے۔ آپ کے ساتھ کبھی آپ کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ ہوتے تھے اور کبھی ابو موسیٰ یہہ رضی اللہ عنہ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کروں۔ اسی دوران آپ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ شہدائے احد کی قبروں پر جاؤں اور وہاں ان کے لیے نماز (دعا)

پڑھوں۔ ابن سعد مزید لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد سے اس انداز میں خطاب فرمایا جیسے الوداعی ملاقات ہوتی ہے۔ پھر آپ اپنے منبر پر تشریف لائے اور خطاب فرمایا: میری اور تمہاری ملاقات اب حوض کوثر پر ہوگی۔ میں حوض کوثر کو یہاں سے بالکل اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تمہارے بارے میں ہرگز یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم مشرک ہو جاؤ گے، لیکن میں تمہارے بارے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تمہارے اوپر کھول دی جائے گی اور تم اس میں اسی طرح غرق ہو جاؤ گے، جس طرح تم سے پہلے لوگ ہوئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۰۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اجتماع

اس بیماری کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ جب مرض نے زور پکڑا۔ آپ کی ازواج مطہرات کو اطلاع ملی تو وہ سب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہو گئیں۔ اس مرض کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمول کے مطابق تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں اپنے ایام تقسیم نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے تمام ازواج مطہرات سے مشاورت کی اور کہا کہ اگر تم اجازت دو تو اس مرض کے دوران میں عائشہ کے حجرے میں مقیم رہوں۔ سب ازواج مطہرات نے بخوشی اس کی اجازت دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سب ازواج میں سے کم عمر تھیں اور بیماری کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت زیادہ کر سکتی تھیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۰۵-۲۰۶)

صحابہؓ کی عیادت

مرض الموت میں مختلف صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آتے رہے۔ یہ تفصیل بہت لمبی ہے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اس قدر شدت اختیار کر گئی تھی کہ جماعت مومنین پوری کی پوری غم اور حزن میں مبتلا ہو گئی۔ بہت سے اشارات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمائے تھے، جن سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ آپ کے کوچ کا

وقت آ گیا ہے۔ ایسے میں آپ پر جان قربان کرنے والے وفادار و محبت صحابہ و صحابیات ان لمحات میں ایک جانب پریشان تھے تو دوسری جانب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضری دے کر آپ کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ بالکل فطری بات ہے۔ مضمون بہت لمبا ہے۔ ہم اسے مختصر طور پر نذر قارئین کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہم صرف تین صحابہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ایک حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، دوسرے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور تیسرے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ یہ تینوں باری باری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ تینوں نے آپ کی پیشانی مبارک پر ہاتھ رکھا تو بخار کی شدید تپش محسوس کی۔

گناہوں کا جھڑ جانا، درجات کی بلندی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو شدید بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں جتنا تم میں سے دو لوگوں کو بخار ہوتا ہے اتنا مجھ اکیلے کو ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے لیے اجر بھی تو بہت زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی بندہ مومن کو جب کوئی مصیبت آتی ہے تو لازماً اس کی خطائیں جھڑ جاتی ہیں، جس طرح خزاں میں درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (ایضاً، ص ۲۰۸)

انبیاء علیہم السلام کا ابتلا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ نے نخل کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ انہوں نے چادر کے اوپر ہی سے آپ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو درمیان میں چادر کے باوجود شدت کی گرمی محسوس کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بہت شدید بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں اے ابوسعید! ہم جماعت انبیاء کو سب سے زیادہ ابتلا میں ڈالا جاتا ہے اور اسی طرح ہمارا اجر بھی کئی گنا بڑھایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ مشکل امتحان انبیاء کا ہوتا ہے، پھر ان کے امتیوں میں سے جو جتنا صالح ہو،

اسی کے مطابق اسے بھی امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔ (ایضاً)

شکر گزار بندہ!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس حاضر ہو کر اپنے دونوں ساتھیوں کی طرح آپ کے بخار کی شدت اور حدت پر تاسف کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: اے عمر! اللہ کا شکر ہے کہ میں نے گزشتہ رات ستر سورتوں کی تلاوت کی، جن میں سات طویل سورتیں بھی شامل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے آپ کو اتنی مشقت میں کیوں ڈالتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سب اگلی اور پچھلی خطائیں معاف فرمادی ہیں۔ آپ اپنے نفس کے ساتھ نرمی برتیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا، کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (ایضاً، ص ۲۰۸-۲۰۹)

خاتونِ جنت کی حاضری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان ایام کو یاد کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے میرے گھر کی طرف چلے۔ مرض کی شدت کی وجہ سے آپ کے لیے قدم اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔ آپ نے ایک ہاتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھا ہوا تھا اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر۔ اس مرض کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے ہر روز کی طرح ایک دن آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق جو صحیحین میں ہے وہ فرماتی ہیں: فاطمہ کی چال ڈھال بالکل اپنے والد گرامی قدر کی طرح تھی، انھی کی طرح قدم اٹھاتی اور زمین پر رکھتی۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھیں تو آپ نے فرمایا: مرحبا بابنتی۔ میری پیاری بیٹی خوش آمدید۔ پھر حضرت فاطمہ آپ کے دائیں یا بائیں جانب بیٹھ گئیں۔ ازواجِ مطہرات کچھ دیر بعد اپنے اپنے حجروں میں چلی گئیں اور میں بھی گھر کے کام کاج میں لگ گئی۔ (صحیح بخاری، ج ۳، ص ۳۳۲، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۳۳۲)

لحنتِ جگر سے سرگوشی

ایسے میں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ سے سرگوشی کے انداز میں کچھ کہا تو سن کر وہ بے ساختہ رونے لگیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی انداز میں کوئی اور بات کہی تو فاطمہؓ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہؓ سے پوچھا: فاطمہؓ! تم کس بات پر روئیں اور کس بات پر ہنسیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ہے، میں اسے فاش نہیں کر سکتی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد میں نے فاطمہؓ سے کہا فاطمہؓ میرا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ اب تم مجھے وہ بات بتا دو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے قبل تم نے بتانے سے انکار کیا تھا۔ تو فاطمہؓ رضی اللہ عنہا نے کہا: امی جان اچھا اب میں بتا دیتی ہوں۔

پھر یہ بات یوں بتائی۔ بابا جان نے مجھ سے فرمایا: ان جبریل کان یعارضنی بالقرآن فی کل سنة مرة، وانه عارضنی هذا العام مرتین، ولا اری ذلک الا لاقتراب اُجلی، فاتقی اللہ واصرری، فنعم السلف انا لک، فَبَكَيْتُ ثم سارنی فقال: اما ترضین ان تكونی سيدة نساء المؤمنین؟ او سيدة نساء هذه الامة؟ فضحکت. وله طرق عن عائشة وقد روى البخاری۔ جبریل میرے ساتھ قرآن کا ہر سال ایک بار دور کیا کرتے تھے۔ اس مرتبہ ایک بار جب ہم نے دور مکمل کر لیا تو جبریلؑ نے دوسری مرتبہ میرے ساتھ دور کیا۔ جبریلؑ کے اس عمل سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ میرے کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ پس (اے پیاری بیٹی) اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ میں اگلی زندگی میں تیرا بہترین استقبال کرنے والا ہوں گا۔ بابا جان کی وفات کی خبر نے مجھے رُلا دیا۔ پھر آپ نے مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا کہ اے بیٹی! کیا تو اس بات پر راضی اور خوش نہیں ہے کہ تو (جنت میں) تمام اہل ایمان عورتوں کی سردار ہوگی۔ یا فرمایا کہ اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی، یہ سن کر میں ہنسی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے امام بخاری نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۴۰-۱۰۴۱،

طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۴۷-۲۴۸)

ایک اور روایت میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے تو ہی سب سے پہلے مجھ سے آکر ملے گی۔ (صحیح بخاری، ج ۳۲۶) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کی لخت جگر فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی آپ کے پاس آئیں۔ یعنی آپ کے وصال اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے درمیان صرف چھ مہینے کا وقفہ ہے۔

شدتِ الم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں یہ آخری ایام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی شدت کی وجہ سے بہت تکلیف دہ تھے۔ صحابہ اور ازواج مطہرات آپ کی تکلیف کی شدت کو محسوس کرتے اور بہت رنج سے دوچار ہوتے، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر تکلیف کے باوجود بہت ارفع و اعلیٰ تھا۔ شدت تکلیف سے ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یا عائشہ ما زال اجد الم الطعام الذی اكلت بخبير، فهذا اوان وجدت انقطاع ابهری من ذلك السم۔ اے عائشہ! خیبر میں زہر آلود گوشت کی بوٹی کے زہریلے اثرات آج بھی میں اپنے جسم میں محسوس کرتا ہوں۔ اب اس وقت تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس زہر نے میرے دل کو چھید ڈالا ہے۔ یہ حدیث امام بخاری نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی نقل کی ہے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۴، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۰۲-۲۰۳)۔ ہم نے اپنی کتاب رسولِ رحمتِ تلواروں کے سائے میں جلد سوم کے صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۶ میں زہر آلود گوشت کے اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

مسنون دعائیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے کے

وقت معوذات (چاروں قل) پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر پھونک مارتے اور پھر سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم پر اپنے دست مبارک پھیرتے۔ مرض الموت میں جب آپ بہت کمزور ہو گئے تو مجھ سے فرماتے کہ تم یہ سورتیں تلاوت کر کے اپنے ہاتھوں پر پھونک مارو اور پھر اپنے ہاتھ میرے پورے جسم پر پھيرو۔ چنانچہ میں آپ کی ہدایات پر عمل کرتی۔

آخری لمحات کا تذکرہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحات کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری گود میں تھا آپ کی زبان سے نکلنے والے آخری الفاظ: الصلوٰۃ و ماملکت ایمانکم، یعنی نماز، نماز اور غلاموں کے حقوق تھے۔ ایک اور روایت میں آپ نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں بھی آخری لمحات میں تلقین فرمائی۔ (سنن ابن ماجہ، باب الجنائز، ج ۱۶۲۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اللہ نے آپ کی روح اس حال میں قبض فرمائی کہ آپ کا سر میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ آپ نے پانی کا ایک پیالہ طلب کیا، آپ اپنا ہاتھ اس میں ڈبوتے اور چہرے اور سر پر پھیرتے۔ پھر فرماتے: اللہم اعنی علی سكرات الموت۔ یعنی اے اللہ سكرات موت کی سختی میں میری مدد فرما۔ (بحوالہ: ترمذی و نسائی) ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی مسنون دعائیں نقل کی ہیں، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں پڑھتے رہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۱۰-۲۱۲۔

مسواک سنتِ رسول

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک باقاعدگی سے کیا کرتے تھے۔ جب آپ خود مسواک چبانے کے قابل نہ رہے تو ایک دن میرے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آپ سے ملنے اور عیادت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک تازہ مسواک تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسواک دیکھی تو فرمایا کہ یہ مسواک مجھے دے دو۔ جب انھوں

نے وہ مسواک دی تو آپ نے میری طرف بڑھادی۔ میں نے اپنے دانتوں سے اس مسواک کو چبایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی۔ اس وقت آپ کا سر میرے سینے کے ساتھ لگا ہوا تھا اور آپ میرے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں آپ نے وہ مسواک کی۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۴۹، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۳۳-۳۳۴)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آخری لمحات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت کمزور تھے کوئی بات چیت نہ ہو سکی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت دیکھ کر کہا ہائے موت کی غشی! اللہ کے رسول کو کس قدر شدید غشی کی کیفیت کا سامنا ہے۔ جب یہ دونوں حضرات جانے لگے تو دروازے کے قریب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تو کسی فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک اللہ تعالیٰ منافقین کو مکمل طور پر ختم نہ کر دے۔ یہ باتیں کرتے ہوئے وہ مسجد نبوی کی طرف چلے گئے۔

یارِ غار کی آمد

میں پردے کے پیچھے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پھر آ گئی۔ اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھ کر کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُونَ۔ اللہ کے رسول وصال فرما گئے۔ پھر آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی جانب سے آپ کے قریب آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین چار مرتبہ بوسہ دیا اور ہر مرتبہ کہا: ہائے یا نبی اللہ!

ہائے صفی اللہ، ہائے خلیل اللہ۔ یہ الفاظ کہنے کے بعد انتہائی غم زدہ حالت میں حضرت ابو بکر مسجد نبوی کی طرف چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ۲۶۳-۲۶۶)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول آپ نے آخری الفاظ جو فرمائے وہ تھے: فی الرفیق الاعلیٰ فی الرفیق الاعلیٰ۔ پھر آپ دنیا کی اس فانی زندگی سے آخرت کی اس ابدی زندگی کی طرف پرواز کر گئے۔ (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۴۸-۱۰۴۹)

غسل اور تکفین و تدفین

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، آپ کے دونوں بیٹوں فضل رضی اللہ عنہ، قثم رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ آپ کے غلام صالح پانی لا رہے تھے۔ آپ کو جس پانی سے غسل دیا گیا اسے بیری کے پتے ڈال کر ابالا گیا تھا۔ جب آپ کو غسل دیا جا چکا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسم کو خشک کیا۔ آپ کا کفن تین چادروں پر مشتمل تھا۔ جن میں سے دو سفید تھیں اور ایک یمنی چادر تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یمنی چادر کے بارے میں فرماتی ہیں کہ پہلے تو اس میں آپ کو لپیٹا گیا تھا بعد میں اس کو ہٹا دیا گیا تھا اور دو سفید چادریں ہی آپ کا کفن تھا۔ تکفین ہو چکی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ ایک حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور دوسرے ابو طلحہ زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں۔ یہ دونوں لحد تیار کرنے کے ماہر تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نہ مل سکے جبکہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فوراً آگے اور انھوں نے آپ کی لحد آپ کے حجرے کے اندر بنائی۔ (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۶۱، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۷۷-۲۸۰)

آنحضور ﷺ کا جنازہ

آپ کی وفات کی خبر امت مسلمہ کے لیے قیامت صغریٰ سے کم نہ تھی۔ آپ کی نماز جنازہ اور آپ کی قبر کے بارے میں صحابہ نے آپ کے احکام کی روشنی میں طے کیا کہ سب لوگ باری

باری آتے جائیں گے اور حجرہ مبارک میں جتنی گنجائش ہے اتنی تعداد میں وہاں داخل ہوں گے۔ انفرادی طور پر نماز جنازہ ادا کریں گے اور پھر دوسروں کے لیے جگہ خالی کر دیں گے۔ روایات کے مطابق آپ کو غسل دینے کے بعد آپ کے جسم اطہر کو حجرے میں رکھ دیا گیا اور سب لوگ باہر نکل گئے۔ سب سے پہلے فرشتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر کبار صحابہؓ باری باری آتے گئے اور جتنے لوگ گھر میں سما سکتے تھے اتنی تعداد میں جنازہ پڑھ کر نکلتے رہے۔ آپ کی نماز جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ مردوں کے جنازہ پڑھ لینے کے بعد عورتوں نے بھی آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر بچوں اور غلاموں نے بھی باری باری آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی صف میں کبار انصار و مہاجرین کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا کی۔ اس موقع پر صاحبین نے یک زبان یہ الفاظ کہے:

السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته. (وسلم المهاجرون
والانصار كما سلم ابوبكر وعمر)، ثم صَفُّوا صفوفًا لا يؤمهم احد، فقال
ابوبكر وعمر- وهما في الصف الاول حيا لرسول الله ﷺ اللهم انا
نشهد انه قد بلغ ما انزل اليه، ونصح لأُمَّته وجاهد في سبيل الله حتى
اعز الله تعالى دينه وتمت كلمته، وأؤمن به وحده لا شريك له، فاجعلنا
الهناء ممن يتبع القول الذي انزل معه، واجمع بيننا وبينه حتى تعرفه بنا
وتعرفنا به، فانه كان بالمؤمنين رؤفاً رحيمًا، لا نبتغي بالايمان بدلا، ولا
نشترى به ثمنا ابداً.

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمت و برکتیں آپ کے شامل حال رہیں۔ (اس موقع پر موجود مہاجرین و انصار نے بھی اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا، جس طرح ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھیجا تھا) پھر لوگوں نے صفیں بنالیں، کوئی بھی امام نہیں تھا۔ ابو بکر اور عمر پہلی صف میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ اطہر کے ساتھ کھڑے تھے۔ پھر انہوں نے یہ دعا پڑھی۔ اے اللہ ہم گواہی دیتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مکمل پیغام پہنچایا جو آپ کی طرف نازل ہوا، آپ نے اپنی امت کی خیر خواہی کا حق ادا کیا۔ آپ نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو عزت و اقتدار بخشا اور اپنے کلمے کو تمام کر دیا۔ ہم اس وحدہ لاشریک پر ایمان لائے۔ پس اے ہمارے رب ہمیں ان لوگوں میں شامل رکھنا جو ان احکام کی اتباع کرتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے۔ اے اللہ ہمیں اپنے محبوب سے ملا دینا یہاں تک کہ وہ ہمیں پہچان لیں اور ہم ان کو پہچان لیں۔ بلاشبہ آپ مومنین کے لیے رؤف الرحیم تھے۔ ہم ایمان کے متبادل کسی اور چیز کی تمنا نہیں رکھتے اور نہ کسی بھی قیمت پر ہم کبھی بھی اپنے ایمان کا سودا کریں گے۔

جواب میں تمام لوگ آمین آمین پکار رہے تھے۔ (البداية و النهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۶۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن، دفن اور نماز جنازہ کا تذکرہ مورخ ابن سعد نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے، جو ان کی کتاب طبقات ابن سعد میں جلد دوم، صفحہ ۲۸۱ سے لے کر ۳۰۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

وصال سے تدفین تک کا وقفہ

شہور سیرت نگار اور رحمة للعالمین کے مصنف جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے جنازے کے بارے میں بہت جامع عبارت لکھی ہے: جسد اطہر اسی جگہ رکھا رہا جہاں انتقال ہوا تھا۔ نماز جنازہ پہلے کنبے والوں نے، پھر مہاجرین نے پھر انصار مردوں نے، پھر عورتوں نے اور پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں امام کوئی نہیں تھا۔ حجرہ مبارک تنگ تھا۔ اس لیے دس دس شخص اندر جاتے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے، تب اور دس اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک شب چہار شنبہ کو یعنی رحلت سے قریباً ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے پر یہ دعا پڑھی گئی:

اِنَّ اللّٰهَ وَاَمَلِيْكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اللهم ربنا لبيك وسعديك صلوة الله البر الرحيم والملائكة المقربين
والنبيين والصديقين والشهداء والصالحين وما سبح لك من شيء
يارب العالمين على محمد بن عبد الله خاتم النبيين وسيد المرسلين
وامام المتقين ورسوله رب العالمين الشاهد المبشر الداعي باذنك
السراج المنير وبارك عليه وسلم۔ اے اللہ ہمارے پروردگار! ہم تیرے حکم پر
سرسلم خم کرتے ہیں اور تیرے فیصلوں پر راضی ہیں۔ اے منبع خیر اور رحمت بے پایاں
پروردگارِ عالم! تیری طرف سے اور تیرے مقرب فرشتوں، عالی مقام انبیاء، سعادت مند
صدیقین، جنت مکین شہدا اور صالحین اور تیری تسبیح پڑھنے والی ہر چیز کا محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو۔ اس ذاتِ عالی پر جو محمد بن عبد اللہ (کے نام سے تو نے
مبعوث فرمائی)، جو خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں، جو امام المتقین اور رسول رب
العالمین ہیں، جن کی شان شاہد و مبشر اور تیرے اذن کے مطابق داعی حق کی ہے، جو
سراج منیر ہیں۔ اے اللہ ان پر برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔ (رحمة للعالمین، ج ۱،
ص ۲۷۰-۲۷۱، بحوالہ: الکافی شیخ یعقوب، ملا باقر حیات القلوب، ج ۲، باب ۶۴،
زرقانی، ج ۸، ص ۲۹۳)

قبر مبارک کا تعین

قبر کے بارے میں بھی یہ طے ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نبی جس
قطعہ زمین پر وفات پائیں وہی ان کی قبر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے ہی میں
آپ کی قبر بنائی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال
ہوا تو صحابہ کے درمیان یہ بحث چھڑ گئی کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ اس پر حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: ما قبض
نبی الا دفن حیث قبض۔ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے
کہ اللہ کے جس نبی کی روح جس جگہ پر قبض کی جاتی ہے وہی اس کا دفن ہوتا ہے۔ پس اس پر سب

لوگوں کا اطمینان ہوا اور اسی حجرے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تیار ہوئی جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۶۵)

روزہ اطہر کے مکین!

روضہ اطہر کے اندر آپ کے ساتھ یارِ غار، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور ناطق بالصدق والصواب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبور ہیں۔ ایک قبر کی جگہ خالی ہے، جہاں قیامت سے قبل سیدنا عیسیٰ ابن مریم روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان سے نزول، دجال کی فوجوں کے مقابلے اور شاندار فتح کے چالیس سال بعد اپنی طبعی وفات کے بعد ان کی قبر بنے گی۔ یوں یہ چار قبریں ہوں گی۔ دو انبیا کی اور دو صحابہ کی۔ دراصل اپنے حجرے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تدفین تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ خیال تھا کہ اپنی وفات پر وہ بھی یہیں دفن ہوں گی لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت سے پہلے ان سے اپنی قبر کے لیے اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ میں نے یہ جگہ اپنے لیے مختص کر رکھی تھی لیکن میں عمر کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر بننے کے بعد انہوں نے یہاں دفن ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ اب مجھے اس حجرے میں دفن نہ کرنا بلکہ جب میں فوت ہو جاؤں تو دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ مجھے جنت البقیع ہی میں دفن کرنا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۶۹)

لحد مبارک میں اترنے کا اعزاز

جب جنازہ مکمل ہو گیا اور تمام لوگوں نے یہ سعادت حاصل کر لی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی لحد میں اتارا گیا۔ لحد میں اتارنے کا کام حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا۔ جب وہ لحد سے باہر نکلے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری انگوٹھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد میں گر گئی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے اجازت دیں، میں اپنی انگوٹھی

نکال لوں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو کئی مرتبہ بیان کیا کرتے تھے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اترنے سے منع کر دیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی دوسرے شخص کو اور ثقہ روایات کے مطابق حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی ان کو پکڑا دیں۔ امام ابن کثیرؒ ہی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اجازت دی گئی اور وہ لحد میں اترے، اسی لیے وہ کہا کرتے تھے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں ملاقات کرنے والا صحابی ہوں۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۶)

اذانِ بلالیؓ

اہلِ مدینہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی اطلاع اس وقت ہوئی جب حضرت بلال نے فجر کی اذان دی اور اشہد ان محمدًا رسول اللہ پر پہنچے تو رو پڑے۔ ان کی سانس رک گئی اور لمبے سانس لینے لگے۔ اس سے اہلِ مدینہ کو اندازہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین بدھ کی شب کو ہوئی جب کہ آپ کی رحلت پیر کے دن ہوئی تھی۔ درمیانی عرصے میں آپ کی جانشینی کا معاملہ صحابہ کرام نے بالاتفاق اور خوش اسلوبی سے طے کر لیا۔ (تفصیلات البدایة والنہایة صفحہ ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، پر دیکھیں)

خلافتِ علی منہاج النبوة

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو نام لے کر واضح الفاظ میں اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک خاتون آپ کے پاس آئی اور آپ سے کچھ سوال کرنے لگی۔ جب جانے لگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں آئندہ یہاں آؤں اور آپ کو موجود نہ پاؤں تو کس سے سوال کروں؟ آپ نے فرمایا: ابو بکر صدیقؓ سے۔

خليفة اول کا مقام

اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کے دوران حکم دیا کہ ابو بکر لوگوں کو نماز

پڑھائیں اس وقت آپ اپنے حجرے میں تھے۔ جب آپ نے اپنی طبیعت میں ذرا بہتری محسوس کی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی آمد محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، مگر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں حکم دیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں بلکہ اپنی امامت میں نماز مکمل کرائیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ یوں یہ نماز مکمل ہوئی۔ آپ کی آمد پر بعض صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی نیت کر لی۔ بعض نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی ہی نیت کی۔ یہ ابن کثیر کی روایت ہے جو انہوں نے امام شافعی کے شیخ حضرت وکیع کے حوالے سے بیان کی ہے۔ ان باتوں سے یہ اشارہ تو ضرور ملتا ہے کہ آپ نے اپنے بعد اس امت کی امامت و قیادت کے لیے اشارتاً اگر کچھ ہدایات دیں تو وہ خالصتاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں تھیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۱۵-۲۲۲)

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات

ایک حدیث میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد نبوی کے اندر کھلنے والی سب کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیے جائیں سوائے ابو بکر کے۔ ایک اور حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہل دنیا میں سے میں اگر کسی کو اپنا خلیل بنانا چاہتا تو ابو بکر کو بناتا، مگر میں نے رفیق اعلیٰ کو منتخب کیا ہے۔ ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کے جس کسی انسان نے میرے ساتھ کوئی نیکی کی میں نے اس کا بدلہ اتار دیا، سوائے ابو بکر کے۔ اس کی نیکیاں اور احسانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی اتارے گا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے: البدایة والنہایة، صفحہ ۱۰۵۵ تا ۱۰۵۷ اور طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۲۷-۲۲۸)۔

مورخ ابن ہشام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض اور اس کے دوران رونما ہونے والے تمام واقعات، پھر آپ کی وفات اور رتھبیز و تکفین، جنازے اور قبر کا تذکرہ ابن کثیر اور ابن سعد کی طرح تفصیلاً کیا ہے۔ یہ تفصیلات سیرت ابن ہشام، قسم الثانی، صفحہ ۶۳۹ تا ۶۵۶ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور قریش کا مرتبہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس کی روشنی میں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خدمت اسلام کے لیے کارہائے نمایاں کی وجہ سے، جن سے تمام صحابہ واقف تھے، قرین انصاف اور قرین قیاس یہی تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ امت کسی پر اتفاق نہ کرے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی مرتبہ کسی مسئلے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاملے میں میں میں راضی ہوں، ابوبکر راضی ہے اور مومنین راضی ہیں۔ ساتھ ہی آپ نے یہ بات بھی واضح کر دی تھی کہ قُرَيْشٌ وُلَاةٌ هَذَا الْأَمْرِ، فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّهِمْ وَفَاجِرُهُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِهِمْ۔ یعنی قیادت کے مقام پر قریش ہی سرفراز ہوں گے، جو نیک لوگ ہیں وہ قریش کے نیک لوگوں کی اتباع کریں گے اور جو فاجر ہیں وہ قریش کے فجار کی پیروی کریں گے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۵۴)

نازک گھڑی میں اہم فیصلہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی خود کو خلافت کا امیدوار نہ سمجھا، نہ ہی آپ کی زبان اور اعمال سے کوئی ایسی چیز سامنے آتی ہے جس سے اس خواہش کا اظہار ہوتا ہو۔ ظاہر ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا سے اٹھ جانا اپنی جگہ بہت بڑا اندوہناک واقعہ تھا اور تمام صحابہ اس سے غم زدہ تھے۔ لیکن نظام اسلام تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی باقی رہنا تھا اور اللہ کی حاکمیت

کو قائم کرنا اور قائم رکھنا تمام امت کی ذمہ داری تھی۔ اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غم کی ان گھڑیوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی میراث یعنی دین اسلام کا شیرازہ مجتمع رکھنے کے لیے نہایت ذمہ داری، بالغ نظری اور دور اندیشی کا مظاہرہ فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر امت کو بتا دیا تھا کہ آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول آنے والا نہیں۔ البتہ خلافت علی منہاج النبوة قائم ہوگی اور وہ بالکل اسی طرح واجب الاتباع ہوگی، جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ آپ کا ارشاد بالکل واضح ہے۔ عَلَيكُمْ بِسُنَّتِي وَبِسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، فَتَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ۔ (سنن ابو داؤد، ج ۲، ح ۲۶۰۷، سنن ابن ماجہ، ج ۱، ح ۲۲)

اجتماعیت کا اظہار

انھی وجوہات سے تمام کبار صحابہؓ اس اہم مسئلے پر سوچ بچار کر رہے تھے۔ اگر یہ معاملہ فوراً طے نہ ہوتا تو امت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ مدینہ منورہ میں بڑے اکٹھے سقیفہ بنو ساعدہ میں ہوا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہیں پر جمع ہو گئے۔ انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ خلافت انصار کا حق ہے اور انصار میں سے سب سے زیادہ محترم شخصیت وہی ہیں، اس لیے بیعت انھی کی ہونی چاہیے۔ اس کی تفصیلات تاریخ میں مذکور ہیں۔ ہم ان تفصیلات میں نہیں جا رہے۔ البتہ انصار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موثر خطاب کے بعد پوری یکسوئی اور اتحاد کے ساتھ اجتماعیت کا ساتھ دیا۔

سقیفہ بنو ساعدہ میں خطابات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچے تو انصار و مہاجرین صحابہؓ جمع تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وہاں پہنچنے کے بعد انصار کے ایک خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کی اور کہا: ہم اللہ کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے گروہ مہاجرین! تم ہمارے نبی کا قبیلہ ہو، تم میں سے ایک جلد باز نے کہا کہ تم ہمیں اپنی جڑ سے الگ کرنا چاہتے ہو اور ہمیں

حکومت سے بچانا چاہتے ہو۔ جب وہ صحابی خاموش ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: خدا کی قسم! میرے بھائی نے جو باتیں کی ہیں، وہ اپنی جگہ بہت اچھی ہیں اور انصار میں بہت زیادہ خوبیاں ہیں لیکن عرب قبائل قریش کے سوا کسی اور کی قیادت کو قبول نہیں کریں گے۔ جہاں ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی، وہاں کوئی دوسرا کیسے امیر بن سکتا ہے؟ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر جو باتیں کہی تھیں وہ میری عجلت اور نا سمجھی تھی۔ اس موقع پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہی درست تھا اور میرے دل نے گواہی دی کہ اللہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ کھڑے ہوں اور ہم آپ کی بیعت کریں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب لوگوں نے بیعت کر لی۔

خلیفہ اول کا پہلا خطاب

بیعت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے جو پہلا خطاب کیا وہ بہت اہم ہے۔ انھوں نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے، حالانکہ میں تمہارا بہترین آدمی نہیں ہوں، پس اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلطی کروں تو مجھے سیدھا کر دینا صدق، امانت اور جھوٹ، خیانت ہے اور تمہارا کمزور آدمی میرے نزدیک طاقت ور ہے یہاں تک کہ میں اس کی علت کو دور کر دوں۔ ان شاء اللہ۔ تمہارا طاقت ور کمزور تصور ہوگا یہاں تک کہ میں اس سے حق کو وصول کر لوں۔ ان شاء اللہ۔ جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ذلت کی موت مار دیتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر مصیبت کو عام کر دیتا ہے، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں، میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت کرنا لازم نہیں۔ اپنی نمازوں کے لیے کمر بستہ رہو، اللہ تم پر رحم کرے۔

عظمتِ صدیقِ رضی اللہ عنہ

ابن کثیر اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں تم میں بہتر نہیں ان کا انکار بھی ہے اور عظمت بھی، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کبھی اس بارے میں اختلاف نہیں رہا کہ وہ تمام اہل ایمان میں سب سے بلند درجہ اور عالی مرتبہ ہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ابو بکر واحد فرد ہیں جن کے احسانات کا وہ بدلہ نہیں اتار سکے۔ امت اس پر بھی متفق ہے کہ آپ أَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ ہیں۔ ہم نے اختصار کے ساتھ یہ باب لکھ دیا ہے تفصیلات کے لیے البداية والنهاية اور سیرت ابن ہشام دیکھی جاسکتی ہیں۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۰۵، سیرت ابن ہشام، قسم الثانی، ص ۶۵۶-۶۶۱)



آنحضور ﷺ اور دولتِ دنیا

آنحضور ﷺ کا ترکہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر نعمت پیش کی، مگر آپ نے اپنے لیے آخرت میں مقامِ محمود طلب کیا۔ آپ نے اپنے وصال کے وقت کوئی مال و دولت اور درہم و دینار نہیں چھوڑا۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو اس سے قبل آپ نے تمام غلام اور کنیزیں آزاد کر دیے تھے۔ آپ نے اپنے پیچھے نہ کوئی بھیڑ بکری چھوڑی اور نہ اونٹ گھوڑا۔ آپ کی رحلت کے وقت امام بخاری کے مطابق صرف ایک سفید خچر آپ کے پاس تھا، جس پر آپ سواری کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ میدانِ جہاد میں استعمال ہونے والی تلواریں اور نیزے آپ کے گھر میں تھے۔ آپ کے پاس جو زمین تھی وہ آپ نے اپنی رحلت سے پہلے مسافروں کے لیے صدقہ کر دی تھی۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۷۵)

دولتِ دنیا سے بے نیازی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی طرف دیکھا اور فرمایا: والذی نفسی بیدہ، ما یسرنی ان احدا لآل محمد ذہبا انفقہ فی سبیل اللہ، اموت یوم اموت وعندی منہ دیناران الا ان ارصدہما للدین۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے لیے یہ چیز خوشی کا باعث ہوتی کہ آلِ محمد کی ملکیت میں احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا اور میں اسے اپنی زندگی میں اللہ کی راہ

میں خرچ کر دیتا یہاں تک کہ جب میرا آخری لمحہ آتا تو میرے پاس صرف سونے کے دو دینار ہوتے، جنہیں میں قرض چکانے کی خاطر اپنے پاس رکھتا۔ (مسند احمد، ج ۲۳، ۲۷، البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۷۵)

دنیا کے بادشاہ اور شاہِ دو جہاں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو پہر کے وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ گرمی کی وجہ سے آپ نے تہبند زیب تن کیا ہوا تھا اور کرتہ اتار رکھا تھا۔ چٹائی کے پتوں کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر صاف نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور انہوں نے گلوگیر لہجے میں کہا: یا نبی اللہ لو اتخذت فراشا او ثرمن هذا۔ یعنی اے اللہ کے نبی! اے کاش آپ اس سے بہتر بستر استعمال کرتے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ قیصر و کسریٰ تو دنیا میں مزے اڑائیں اور اللہ کے نبی ایسی پر مشقت زندگی گزاریں تو آپ نے فرمایا: یا عمر! الترضیٰ ان تکون لہم الدنیا ولنا الآخرة۔ یعنی اے عمر! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ (اور دنیا کے دیگر پجاریوں) کے لیے اس دنیا کی مزے میسر ہوں اور ہمارے لیے آخرت کی دائمی نعمتیں مقدر ہوں۔ (مسند احمد، ج ۷۹)

دنیا مسافر خانہ ہے

امام احمد نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت بیان کی ہے جس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جواب دیا: مالی وللدنیا، ما انا فی الدنیا الا کراکب استظل تحت الشجرة ثم راح وترکھا۔ یعنی مجھے اس دنیا سے کیا سروکار ہے۔ میری اور اس دنیا کی مثال تو ایسے ہے جیسے ایک سوار جو ایک گرم دن میں سفر پر نکلا اور اس نے دو پہر کا کچھ وقت کسی درخت کے سائے میں گزارا اور پھر اپنی منزل کی طرف چل پڑا اور درخت کو

وہیں چھوڑ دیا۔ (مسند احمد، ج ۲۷۴، صحیح ابن حبان، ج ۶۴۸) مستدرک
علی صحیحین میں بھی اس موضوع پر احادیث موجود ہیں۔

سونے سے بے رغبتی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے پوری وادی
بٹھا کو سونا بنا دینے کی پیش کش کی۔ میں نے کہا: اے میرے مولا! مجھے سونے چاندی کی ضرورت
نہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن تو مجھے پیٹ بھر کھانا دے اور میں اسے کھا کر تیرا شکر ادا کروں
اور ایک دن میں خالی پیٹ رہوں اور اس کیفیت پر صبر کروں اور اسی حال میں تجھ سے جا ملوں کہ
میرے پاس دنیا کا کوئی مال و دولت نہ ہو۔ (جامع ترمذی، ج ۲۳۴)

مساکین کا بلند مرتبہ

سیرت النبیؐ کا گہرا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
ایسے مواقع اور امکانات تھیں کہ اگر آپؐ چاہتے تو بے پناہ دولت اور لاتعداد درہم و دینار جمع
کر لیتے، مگر آپؐ نے دنیا کو اپنے دل میں نہیں بسایا بلکہ آخرت کی فکر سے سرشار رہے۔ آپؐ کو اس
فقر پر مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ آپؐ نے اسے خود اختیار کیا اور آپؐ کے طرز عمل سے کسی کو کبھی یہ
احساس نہ ہوا کہ آپؐ دنیوی ساز و سامان کی قلت کی وجہ سے کسی احساس کمتری میں مبتلا ہیں۔ اسی
طرح آپؐ کی دعاؤں میں سے ایک دعا ہے: اللھم احیننی مسکینا و توفنی مسکینا
واحشرنی فی زمرۃ المساکین وان اشقی الاشقیاء من اجتماع علیہ فقر الدنیا
وعذاب الآخرة۔ یعنی اے اللہ! روزِ حشر مجھے مساکین کے زمرے اور جماعت کے ساتھ
اٹھانا۔ سب سے زیادہ بد بخت وہ شخص ہے جو دنیا میں بھی فقیر ہو اور آخرت میں بھی عذاب کا مستحق
ٹھہرے۔ (المستدرک، ج ۷۹۱)



انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث

میراث نہیں، نان و نفقہ!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا نورث، ماتر کنا صدقة۔ یعنی ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی ہم (انبیائے کرام) جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر ہم نے حدیث کا مطالعہ کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ بڑی تعداد میں اسی عنوان سے محدثین نے صحیح احادیث نقل کی ہیں جو متواتر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ میرے وارث آپس میں دینار تقسیم نہ کریں گے۔ میری بیویوں کے اخراجات اور میری زمین کے عامل کے معاوضہ کے بعد جو کچھ بچے گا وہ صدقہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد والستیر، باب قول النبی لا نورث ماتر کنا صدقة، ح ۴۵۰۴)۔

صحیح بخاری میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات اس موضوع پر بکثرت روایت ہوئی ہیں۔ شارحین حدیث نے بھی اس حوالے سے بہت سی روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ بالخصوص فتح الباری، امام نووی کی شرح صحیح مسلم میں ایک اچھا خاصا ذخیرہ احادیث دیکھا جاسکتا ہے۔

خليفة رسول کا فیصلہ

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو زمینیں خیبر اور فدک وغیرہ میں تھیں وہ ان کے انتظامات کرنے والوں کے معاوضہ جات اور آپ کے اہل و عیال کے نان نفقہ کے بعد صدقہ شمار ہوتی تھیں۔ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے بعض کے ذہن

میں یہی تھا کہ انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے حصہ ملے گا اس لیے انھوں نے جب اس کا مطالبہ کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے متعلقہ احادیث پیش کیں۔

آپ نے کہا: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: لانورث، ماترکنا صدقة، انما یاکل آل محمد من هذا المال۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم ترکے میں چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور آل محمد اس مال میں سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ (البدایة والنہایة،

امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۶۷، ۱۰، طبقات ابن

سعد، ج ۲ ص ۳۱۴-۳۱۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعامل

سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے میں کوئی رد و بدل نہیں کیا۔ اگر انھیں خلیفہ اول اور ان کے دونوں جانشینوں کے فیصلوں پر کوئی اعتراض ہوتا تو یقیناً وہ اپنے دورِ خلافت میں ان فیصلوں کے خلاف عملاً یا کم از کم اشارۃً اپنا ردِ عمل ظاہر کرتے۔ فدک اور خیبر کی زمینوں کے متعلق انھوں نے وہی پالیسی اختیار کیے رکھی جو آپ کے پیش رو خلفائے راشدین نے اپنائی تھی۔



نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات

اہل بیت المؤمنین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا تذکرہ قرآن مجید اور احادیث میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ اہل بیت المؤمنین کو ازواج نبی بھی کہا گیا ہے اور نساء النبی سے بھی خطاب کیا گیا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِهِنَّ ۗ (الاحزاب ۳۳: ۵۹)۔ اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔

اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتَنْ كَاٰحِدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنْ اَتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (الاحزاب ۳۳: ۳۲)۔ نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں بتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔

اہل البیت

ازواج مطہرات کو اہل البیت بھی کہا گیا ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُولٰٓئِ وَاقْنِ الصَّلٰوةَ وَاتَيْنَ الزَّكٰوةَ وَاطَعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۗ اِنَّمَّا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب ۳۳: ۳۳)۔ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں

پوری طرح پاک کر دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں بھی قرآن ہی نے قرار دی ہیں: سورۃ الاحزاب ہی میں اللہ کا ارشاد ہے: **النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ**۔ (الاحزاب ۶:۳۳)۔ بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

امہات المومنین کا تذکرہ سیرت کی تمام کتابوں کے علاوہ احادیث کے مجموعوں میں بھی ملتا ہے۔ ہم اس باب میں مورخ حافظ ابن کثیرؒ کی معرکہ آرا کتاب البداية والنهاية سے بالاختصار ان عظیم اور مقدس ہستیوں کا تذکرہ نذر قارئین کر رہے ہیں۔

ہماری عظیم مائیں!

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گیارہ خواتین، ازواج مطہرات اور دو خواتین کنیزوں کی حیثیت سے (جن سے آپؐ نے تمتع کیا) آئیں۔ بیک وقت آپؐ کے حرم میں گیارہ ازواج رہیں۔ جب آپؐ دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت نو امہات المومنین زندہ تھیں، جن میں سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا، سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، سیدہ ہند (ام سلمہ) بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اور سیدہ صفیہ بنت حنی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے اسمائے گرامی تاریخ میں مذکور ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو کنیزیں حضرت ماریہ قبطیہؓ (والدہ حضرت ابراہیم بن محمدؐ) اور ریحانہ بنت زید یا ریحانہ بنت شمعون بھی آپؐ کے وصال کے وقت زندہ تھیں۔ جو امہات المومنین آپؐ کے گھر میں بیک وقت اکٹھی رہیں ان کی تعداد گیارہ ہے۔ ان میں نو کا تذکرہ تو اوپر آ گیا، باقی دو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پہلے وفات پا چکی تھیں وہ ہیں سیدہ خدیجہ لکبری رضی اللہ عنہا اور سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت خدیجہؓ سے اولادِ نبیؐ

سب سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سے قبل دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ نکاح کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ یہ روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزام بن خویلد رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دو بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ یعنی حضرت قاسم، جن کی نسبت سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ انھیں طیب بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرے عبد اللہ ہیں جنھیں طاہر کہا جاتا ہے۔ دونوں بیٹے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

بناتِ نبیؐ

بیٹیوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔ آپؐ کی تمام بیٹیاں جوانی کی عمر کو پہنچیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے لقیط بن ربیع المعروف ابوالعاص سے ہوا، جو جنگ بدر کے بعد مہمان ہوئے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر کے دوران بیمار ہو کر فوت ہو گئیں تو آپؐ نے اپنی تیسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا۔ یوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین کہلاتے ہیں جو ان کا بہت بڑا اعزاز ہے۔

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور آپؐ کو سب سے زیادہ پیاری بھی تھیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں بیٹیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپؐ کی زندگی ہی میں اللہ کو

پیاری ہو گئیں۔ آپ کے وصال کے وقت آپ کی اولاد میں صرف سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ بستر مرگ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتادی تھی کہ وہ آپ کی تمام اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ سے خلد میں جا لیں گی (اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے)۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رحلت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے صرف چھ ماہ بعد ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یادگار خدمات

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام کی خاطر بہت عظیم خدمات سرانجام دیں۔ اس کا اعتراف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر کرتے رہے۔ واقعتاً سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مثالی بیوی تھیں۔ ان کی وفات کے سال کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ اسی سال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابوطالب کا انتقال ہوا تھا۔ یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ یہ شادی ہجرت مدینہ سے قبل ہوئی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز بھی حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کے مشورے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آپ کی تیسری بیوی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ امہات المؤمنین میں سے واحد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں جو کنواری تھیں۔ باقی تمام امہات المؤمنین آپ کے نکاح میں آنے سے قبل بیوہ یا مطلقہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی محبت

تھی۔ اس کی ایک وجہ تو خود سیدہ محترمہ کی اپنی ذہانت اور اعلیٰ صفات تھیں، دوسرے وہ آپ کے عزیز ترین دوست سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لخت جگر تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث کی روایت میں بھی بہت اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم میں سے ایک بڑی تعداد نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ وہ بہت بڑی محدثہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ کی بھی بڑی عالمہ تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طبعی محبت کے باوجود مساوات اور حسن سلوک کے لحاظ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج میں کبھی ذرہ برابر تفاوت نہیں کیا تھا۔ آپ کا سلوک سب کے ساتھ ایک جیسا تھا۔

دیگر ازواجِ مطہرات

آپ کی چوتھی شادی حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور پانچویں شادی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ آپ کی چھٹی بیوی حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا ہیں اور ساتویں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے۔ آٹھویں بیوی آپ کی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں اور نویں بیوی ہونے کا اعزاز حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا۔ امہات المؤمنین میں بنی اسرائیل میں سے ایک ہی خوش بخت خاتون کا نام ملتا ہے اور یہ تھیں حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دسویں بیوی تھی۔ گیارھویں زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ہیں۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۸۰-۱۰۸۵)۔

ہم نے یہاں اختصار کے ساتھ ازواجِ مطہرات کا تذکرہ کر دیا ہے۔ ان کے تفصیلی حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے ہماری کتاب روشن قندیلیں ملاحظہ فرمائیے۔



نبی اکرم ﷺ کے غلام

غلامی رسول ہر امتی کا اعزاز!

اس باب کا آغاز کرتے ہوئے یہ احساس دل میں جاگزیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت جو آپ کے دور سے لے کر قیامت کے دن تک آپ پر ایمان لانے کا اعزاز حاصل کرے گی، اس کے افراد، بڑے اور چھوٹے، سب کے سب آپ کے غلام ہیں۔ تاہم معروف معنوں میں آقا و غلام کا جو تصور تاریخ میں ہمیشہ موجود رہا ہے اور جس کی فقہی حیثیت بھی مسلم ہے، اس کے مطابق آپ کے غلاموں کی تعداد مختلف حوالوں سے مختلف سامنے آتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان غلاموں کا تذکرہ تاریخ اور حدیث میں ملتا ہے۔ ان کی تعداد کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو غلام اور لونڈیاں آتے تھے آپ اکثر ان کو آزاد کر دیتے تھے۔ ہم نے سیرت کی کتابوں میں اس باب میں جو مطالعہ کیا ہے اس کے مطابق ہمیں ۱۳۸ ایسے نام ملے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی تھے اور درجہ صحابیت پر بھی اللہ نے ان کو فائز کیا تھا۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۹۳-۱۰۹۲)

۱۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور اور محبوب ترین غلام تھے۔ دورِ جاہلیت میں بنی قیس بن جسر کے سواروں نے ان کے خاندان پر ڈاکہ مارا اور ان کو قید کر لیا۔ پھر عکاظ کے بازار میں ان کو فروخت کر دیا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنی پھوپھی حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے خرید لیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مکہ میں نبوت سے پہلے ہی یہ عظیم لڑکا اپنے میاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا اور اپنا متمبشی (منہ بولا بیٹا) بنا لیا۔ ۸ھ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں اسلامی فوج کی قیادت کرتے ہوئے سرزمین شام میں شہید ہوئے۔ (البدایة و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۱-۱۰۹۲) اس کتاب کی جلد سوم میں حضرت زید بن حارثہ کی شہادت کا پورا تذکرہ غزوہ موتہ کے باب میں صفحہ ۳۸۳ اور ۳۸۴ پر مذکور ہے۔

۲۔ حضرت اسلم رضی اللہ عنہ

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کے کئی نام مورخین اور محدثین نے بیان کیے ہیں۔ ان کو بعض نے ابراہیم لکھا ہے، جبکہ بعض ان کو ثابت اور بعض ہرمز ابورافع قبلی کہتے ہیں۔ آپ جنگ بدر سے قبل مسلمان ہوئے، لیکن اس وقت تک وہ مکہ ہی میں تھے۔ غزوہ بدر کے بعد آپ نے ہجرت کی۔ بدر میں شریک نہ ہو سکنے کی حسرت دل میں ہمیشہ رہی، اس لیے غزوہ احد اور بعد کے معرکوں میں بڑے شوق اور جوش و جذبے کے ساتھ شریک رہے۔ آپ پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ حضرت عباس اگرچہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس دور میں انہوں نے آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور ساتھ ہی آزاد کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سلمیٰ سے ان کا نکاح کر دیا تھا، جس سے آپ کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے قیمتی سامان کے محافظ و نگران ہوا کرتے تھے۔ (البدایة و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۲)

۳۔ انسہ بن بادہ ابو مسرح رضی اللہ عنہ

حضرت انسہ حبشی النسل تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوئے۔ بدری صحابہ میں مہاجرین کی فہرست میں ان کا چوتھا نمبر شمار ہوتا ہے۔ ان سے پہلے حضرت

حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں تشریف فرما ہوتے تو لوگوں کو آپ کے پاس آنے کی اجازت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت ابو مسرح رضی اللہ عنہ ہی دیا کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ واقدی کے مطابق یہ غزوہ بدر کے بعد غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے۔ ہماری تحقیق کے مطابق دوسری رائے درست ہے۔ بدر کے شہدا میں حضرت انسہ رضی اللہ عنہ کا نام شامل نہیں ہے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۲)

۴۔ حضرت ایمن بن عبید بن زید الحسبشی رضی اللہ عنہ

مورخ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لوٹے کے منتظم تھے۔ آپ ﷺ کے لیے مسواک کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔ بہادر اور جری انسان تھے۔ ہر معرکے میں کارنامے سرانجام دیے، حنین کے روز ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں شامل تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۲)

۵۔ باذام رضی اللہ عنہ

امام ابن کثیر نے ان کے پانچ نام لکھے ہیں۔ وہ باذام، طہمان، مہران، ذکوان اور کیسان کو ایک ہی غلام بتاتے ہیں۔ ان کے متعلق تفصیلی حالات و واقعات طہمان اور کیسان کے نام کے تحت ہی ملتی ہیں۔ طہمان ایک دوسرے صحابی اور غلام رسول حضرت ذکوان کا نام بھی بتایا جاتا ہے اور تیسرے صحابی بھی اسی نام سے موسوم ہیں جن کا ذکر آگے ۷ نمبر پر آ رہا ہے۔

۶۔ ثوبان بن بجد رضی اللہ عنہ

ان کو ابن جدر ابو عبد اللہ، ابو عبد الکریم اور ابو عبد الرحمن بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا اصل مسکن السراة تھا۔ یہ مقام مکہ اور یمن کے درمیان واقع ہے۔ حکم بن سعد العشیرہ جو مذحج قبیلے کی ایک شاخ سے ہے انھوں نے ان کو غلام بنا لیا تھا۔ انھی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا اور

آزاد کر دیا تھا۔ آزاد کرنے کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ آپ چاہیں تو اپنے قبیلے میں واپس چلے جائیں۔ لیکن حضرت ثوبان نے آپ کی رفاقت قبول کر لی۔ بڑے مجاہد تھے۔ جہاد بالخصوص غزوہ ہند کے بارے میں ان کی روایت بہت مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کمان میں فتح مصر میں شامل ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۳)

۷۔ حضرت حنین رضی اللہ عنہ

یہ صحابی مشہور تابعی ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین کے دادا ہیں۔ یہ بھی بعض دیگر صحابہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتے تھے۔ ان کی خاص بات یہ ہے کہ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی یہ ایک مٹکے میں جمع کر لیتے تھے، جس پر صحابہ نے آپ سے شکایت کی کہ حنین آپ کے وضو کا پانی جمع کر لیتا ہے۔ آپ نے حنین سے پوچھا کہ تم اس پانی کو کیا کرو گے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! میں اسے اپنے پاس جمع رکھوں گا اور پیوں گا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے کوئی عقل مند دیکھا ہے؟ حنین کس قدر عقل مند ہے۔ پھر آپ نے حنین کو اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو آزاد کر دیا۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۳)

۸۔ حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، بعض لوگ ان کو طہمان اور بعض ان کو مہران بھی کہتے ہیں۔ اصل نام ذکوان ہی تھا اور یہی مشہور بھی ہے۔

۹۔ حضرت رافع یا ابورافع رضی اللہ عنہ

ان کو ابولہبھی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سعید بن العاص الاکبر کے غلام تھے۔ سعید کی وفات کے بعد یہ غلام ان کے بیٹے اور مشہور صحابی حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئے۔ غزوہ بدر کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرما کر آزاد کر دیا۔ اس آزادی کے باوجود یہ بعد میں بھی کہتے رہتے تھے کہ میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے بھی ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۳)

۱۰۔ حضرت رباح الاسود رضی اللہ عنہ

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاجب کے طور پر خدمات سرانجام دیتے تھے۔ جب کوئی عام بدویا معروف صحابی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے آپ کے گھر آتے تو آپ کے ارشاد کے مطابق ان کو خدمت اقدس میں بار پانے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ یہی وہ شخص تھے جنہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کہنے پر ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ نے اپنی بیویوں سے ایلاء کیا ہوا تھا اور ان سے الگ ہو کر بالاخانے کے ایک کمرے میں اکیلے رہتے تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۳)۔

اس کمرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں اپنی رائے اور تجاویز پیش کی تھیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: بیویوں کے معاملے میں آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ اگر آپ ان کو طلاق دے دیں تو اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ سارے ملائکہ جبریل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں اور ابوبکر اور سب اہل ایمان آپ کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اللہ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ کم ہی ایسا ہوا کہ میں نے کوئی بات کہی ہو اور اللہ سے یہ امید نہ رکھی ہو وہ میرے قول کی تصدیق فرمادے گا۔ چنانچہ اس کے بعد سورۃ التحریم کی آیات نازل ہو گئیں۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اس پر میں نے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے ہو کر باوازا بلند اعلان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے۔ (بحوالہ: تفہیم القرآن، ج ۶، سورۃ التحریم، حاشیہ ۱۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قول پڑھیے اور تصور کیجیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا عقیدت و محبت اور اطاعت و فاداریوں کا تعلق کس قدر مضبوط تھا۔ آپ کی بیٹی سیدہ

حفصہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں شامل تھیں۔ آپؐ کو اپنے بھائی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان و وفا کا بھی کس قدر یقین تھا کہ ان کی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سے تھیں، مگر فرمایا: میں اور ابوبکرؓ اور سب اہل ایمان آپؐ کے ساتھ ہیں۔

۱۱۔ حضرت روایف رضی اللہ عنہ

مصعب بن عبد اللہ زبیری اور ابوبکر بن ابی خیشمہ نے انھیں غلاموں میں شمار کیا ہے۔ یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت روایف کا بیٹا حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے دورِ خلافت میں ان کے پاس گیا تو آپؐ نے اس کی بہت قدر افزائی فرمائی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا بیٹا ہے۔ پھر آپؐ نے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۹۳)

۱۲۔ حضرت زید ابویسار رضی اللہ عنہ

امام ابن کثیر نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ مشہور مورخ ابوالقاسم بغوی اپنی کتاب معجم الصحابةؓ میں بیان کرتے ہیں، کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کی اجازت سے انھوں نے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی۔ انھیں آپؐ کا غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۹۴)۔ اس حدیث میں استغفار کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ حدیث کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سچے دل سے یہ الفاظ کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ اتُوبُ إِلَيْهِ۔ اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اگرچہ وہ میدان جنگ سے بھاگا ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔

۱۳۔ حضرت سفینہ ابوعبدالرحمن رضی اللہ عنہا

ان کو ابوالبختری بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام مہران تھا۔ کچھ مورخین نے عبس، بعض نے احمر اور بعض نے رومان بھی بتایا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور انھوں نے ان کو آزاد کر دیا

تھا اور ساتھ یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ان کی خدمت کیا کریں گے۔ انہوں نے یہ شرط نہایت خوش دلی کے ساتھ قبول کر لی تھی اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ مجھ پر یہ شرط نہ بھی لگائیں تب بھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی جدا نہ ہوتا۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۹۴)

۱۴۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

ابو عبد اللہ سلام یہودی کے غلام تھے، اصل میں ایرانی تھے۔ گردش احوال سے مدینہ کے اس یہودی کے غلام بن گئے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو سلمانؓ مسلمان ہو گئے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہودی آقا سے مکاتبت کر لی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کوان کے ساتھ تعاون کی ترغیب دی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے مکاتبت کے مطابق فوراً کھجور کے درخت لگائے اور ساتھ ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رقم کی ادائیگی کا اہتمام کر دیا جو مکاتبت میں طے ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور فرمایا کہ سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا نسب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: سلمان بن اسلام بن اسلام۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا: سلمان منّا اهل البيت۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہی نے جنگ احزاب کے موقع پر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے علاوہ انھی کا یہ مشورہ تھا کہ تہبند کی جگہ پاجامے کا استعمال کیا جائے۔ دونوں تجاویز کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ آپ کی وفات حضرت عثمان کے دور میں ۳۵ھ کے آخر یا ۳۶ھ کے اوائل میں ہوئی۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۴-۱۰۹۵)

۱۵۔ حضرت شقران حبشی رضی اللہ عنہ

اصل نام صالح بن عدی تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے والد مرحوم کے ورثے میں پایا، جبکہ ایک دوسری روایت بھی تاریخ میں ملتی ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مصعب زبیری اور

محمد بن سعد کے بیان کے مطابق یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ اکثر مورخین کے مطابق یہ بدر کے معرکے میں بھی شریک ہوئے ہیں۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۰۹۵)

۱۶۔ حضرت ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری رضی اللہ عنہ

یہ یمن کے آزاد شہری تھے۔ دورِ جاہلیت میں ایک جاہلی حادثے میں قید ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خرید کر آزاد کیا تھا۔ انھی کی روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ میری والدہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ میری والدہ رو رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ تو کیوں رو رہی ہے؟ کیا تو بھوک اور ننگ سے عاجز ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور میرے بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بچے اور اس کی والدہ کے درمیان تفریق نہ کی جائے۔ پھر آپ نے اس آدمی کے پاس پیغام بھیجا جس کا میں غلام تھا۔ اس کو بلا کر ایک اونٹ کے بدلے میں مجھے خرید کر آزاد کر دیا۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۰۹۵)

۱۷۔ حضرت طہمان رضی اللہ عنہ

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ ان کا نام ذکوان بھی بیان کیا گیا ہے اور بعض مورخین نے مہران بھی لکھا ہے۔ یہ تینوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔ ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ چونکہ میرے اہل بیت کے لیے صدقہ اور زکوٰۃ حلال نہیں اس لیے اے طہمان! میرے غلاموں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ لہذا تم صدقے کا مال نہ کھایا کرو۔ (أسد الغابة فی معرفة الصحابة، اردو ترجمہ، ج ۲، مطبع مکتبہ خلیل، لاہور، ص ۱۱۷، ۱۱۸) امام ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس روایت کو آپ سے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ جس طرح بنی ہاشم پر صدقہ و زکوٰۃ حرام ہے، اسی طرح ان کے غلاموں اور کنیزوں پر بھی یہ حرام ہے۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو اسے حرام تصور کرتا، مگر یہ صحابہؓ اسے اپنے لیے بہت بڑا اعزاز شمار کرتے تھے کہ گویا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت و خاندان سے ان کی ایک مضبوط و معتبر نسبت ہے۔

۱۸۔ حضرت عبید رضی اللہ عنہ

حضرت عبید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ سلیمان تیمی نے ان سے غیبت کے از حد قبیح اور کبیرہ گناہ ہونے کے ضمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: دو روزہ دارخواتین لوگوں کی غیبت کر رہی تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوا کر اس میں ان دونوں کو قے کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے قے کی جس میں پیپ، خون اور تازہ گوشت نکلا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے روٹی سے روزہ رکھا تھا اور حرام چیز سے افطار کیا۔ (أسد الغابة فی معرفة الصحابة، اردو ترجمہ، ج ۲، مطبع مکتبہ خلیل، لاہور، ص ۴۴۲)

۱۹۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ

مورخ واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم کو خط لکھا کہ آپ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم، مردوں، عورتوں اور غلاموں کو تلاش کریں تو انھوں نے آپ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یمانی غلام فضالہ تھا، جو شام میں فروکش ہو گیا۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو موسیٰ بہہ کی اولاد میں سے تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کا پتا چلا تو آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ ابن عساکر بھی اس روایت کی تائید کرتے ہیں۔ (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۹۶)

۲۰۔ حضرت قفیز رضی اللہ عنہ

ابن کثیر نے حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کو قفیز کہا جاتا تھا۔ (البداية و النہایة، محمولہ بالا، ص ۱۰۹۶)

۲۱۔ حضرت کر کرہ رضی اللہ عنہ

مغازی کی روایات میں ہے کہ بعض غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

شخص کو کچھ خصوصی ذمہ داریاں سونپیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اور مال غنیمت سے متعلق سامان کی نگرانی کرتا تھا۔ امام احمد کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر ایک شخص نگران تھا جسے کر کرہ کہا جاتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ صحابہ نے دیکھا کہ اس پر ایک چغہ یا چادر تھی، جسے اس نے مال غنیمت سے حاصل کیا تھا۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۶)

اس حدیث کی تشریح میں شارحین نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ صاحب ایمان تھے، اس لیے اس چوری پر انھیں سزا تو دی گئی، مگر اہل ایمان کے لیے دائمی جہنم نہیں۔ ان کو گناہ کی سزا مل جانے پر وہ پاک ہو جاتے ہیں اور پھر اللہ کے اذن سے جنت کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اس موضوع پر اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

۲۲۔ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ

امام بغوی عطاء بن السائب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عطاء بن السائب، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام جسے کیسان کہتے ہیں، نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اہل بیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ پس تو بھی ہمارا غلام ہے اور ہم میں سے ہے۔ اس لیے صدقہ نہ کھایا کر۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۶)

یہاں ہمارے نزدیک مورخین سے خلط مبحث ہوا ہے۔ یہ واقعہ حضرت طہمان (۷۱ نمبر) کے تذکرے میں بھی گزر چکا ہے۔ یہ وہی غلام ہیں جن کا نام طہمان بیان ہوا ہے۔ طہمان اور کیسان ایک شخص کے دو نام ہیں۔

۲۳۔ مایورا لقبطی النخصی

مایورا لقبطی کو حاکم اسکندریہ مقوقس نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، حضرت شیریں، اور ایک قیمتی سفید خچر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا تھا۔ اس مصری (قبطی) غلام کے مسلمان ہونے کی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۶)

۲۴۔ مدعم

یہ سیاہ فام غلام تھا۔ حسی جو وادی القریٰ سے شام کو جانے والے راستے پر ایک بستی کا نام تھا، اس شخص کا تعلق اسی علاقے سے تھا اور یہ رفاعہ بن زیدہ الجذامی نے آپ کو ہدیاً پیش کیا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قتل ہو گیا تھا۔ غزوہ خیبر سے واپسی پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی القریٰ میں پہنچے تو مدعم آپ کی اونٹنی سے پالان اتار رہا تھا کہ اچانک نامعلوم تیر لگا، جس سے وہ مر گیا۔ اس پر صحابہؓ نے کہا کہ شہادت مبارک ہو۔ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ہرگز شہادت مبارک نہ ہو۔ کیونکہ اس نے خیبر کے دن مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے ایک چادر چرائی تھی، وہ اس پر آگ بھڑکاتی رہے گی۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۹۷-۱۰۹۶)۔ اس واقعہ کے حوالے سے بھی ہماری رائے وہی ہے جو اوپر ۲۱ ویں غلام کر کرہ کے متعلق لکھی گئی ہے۔

۲۵۔ حضرت مہران رضی اللہ عنہ

ان کو طہمان بھی کہا جاتا ہے انھی سے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے بنی ہاشم اور ان کے غلاموں پر صدقہ حرام ہونے کی روایت کی ہے۔

۲۶۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ

یہ حضرت نافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے معروف ہیں۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: بوڑھا زانی، متکبر مسکین اور اپنے کام کا اللہ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۷، اطراف الغرائب والافراد، محمد بن طاہر المقدسی ۳/۳۳۳، تفسیر مفاتیح الغیب للرازی، ۳/۵۵)۔

۲۷۔ حضرت نفع رضی اللہ عنہ

ان کو مسروح اور نافع بن مسروح بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام سمیہ تھا جو زیاد کی ماں

تھی۔ یہ اور غلاموں کے ساتھ اسلامی لشکر کی حمایت میں طائف کی فصیلوں سے اترے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا۔ یہ چرخہ میں نیچے آئے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ابو بکرہ (چرخہ والا) رکھ دیا تھا۔ بہت مخلص مسلمان اور نہایت صالح آدمی تھے، معرکہ جمل و صفین میں شامل نہیں ہوئے تھے، مبادا ان کے ہاتھوں سے کوئی مسلمان قتل ہو جائے۔ ان کی وفات ۵۱ یا ۵۲ھ میں ہوئی۔ (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۹)

۲۸۔ حضرت واقد یا ابو واقد رضی اللہ عنہ

حافظ ابو نعیم اصبہانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت واقد مولیٰ سے بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اطاع اللہ فقد ذکر اللہ وان قلت صلاته و صيامه و تلاوته القرآن، و من عصی اللہ فلم یذکرہ و ان کثرت صلاته و صيامه و تلاوته القرآن۔ یعنی جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے ذکر الہی کیا، خواہ اس کے نماز، روزے اور تلاوت قرآن کم ہی ہو اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا، خواہ اس کی نمازیں، روزے اور تلاوت قرآن زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹)

۲۹۔ حضرت ہرمز ابو کیسان رضی اللہ عنہ

ان کو ہرمز یا طہمان بھی کہا جاتا ہے۔ ابن کثیر کے مطابق یہ وہی ہیں جنہوں نے صدقہ نہ کھانے والی حدیث روایت کی ہے۔ ان کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ غزوہ بدر میں بیس غلام شامل ہوئے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہرمز بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کر دیا اور فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آزاد کیا ہے اور قوم کا غلام انھی میں سے ہوتا ہے اور ہم اہل بیت صدقہ نہیں کھاتے، پس تم بھی صدقہ نہ کھانا۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، اردو ترجمہ، ج ۳، مطبع مکتبہ خلیل، لاہور، ص ۳۰۶)۔ اگرچہ ان دونوں مستند مورخین نے حضرت ہرمز رضی اللہ عنہ کو بدری صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے، مگر ہماری تحقیق کے مطابق ان کا نام بدری صحابہ کی فہرست میں نہیں ملتا۔

۳۰۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان سے ابو زبیر نے روایت کی ہے کہ ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو روکتی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔ وہ کہنے لگا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے بے حد محبت کرتی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۹۸)

۳۱۔ حضرت ابو الجحراء رضی اللہ عنہ

یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور خادم تھے۔ انھی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کا نام بلال بن الحارث تھا، بعض کہتے ہیں کہ ابن مظفر اور بعض کے نزدیک بلال بن الحارث بن ظفر السلمی تھا۔ یہ جاہلیت میں قیدی بن گئے تھے۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے مدینہ میں جو سات مہینے گزارے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دن میں ہی گزر گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فجر سے پہلے) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر جایا کرتے تھے اور الصلاة الصلاة پکارتے تھے۔ پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔ اِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ (الاحزاب ۳۳: ۳۳)

انھوں نے ہی بیان کیا ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں سے گزرے اور ایک شخص جو کھانے پینے کی چیزیں فروخت کر رہا تھا اس کے سامان میں ہاتھ ڈالا، پھر فرمایا تم نے ملاوٹ کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ المسلم، عن ابی ہریرہ)۔ جو ملاوٹ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۰۹۸)

۳۲۔ حضرت یسار رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں کہ عربیوں نے انھیں قتل کیا تھا اور ان کا مثلہ کیا تھا۔ واقدی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قرقرہ الکرد کے روز بنی غطفان اور سلیم کے اونٹوں کے ساتھ گرفتار کیا تھا اور لوگوں نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا تو آپ نے اسے قبول کر لیا۔ کیونکہ آپ نے اس کو بہت اچھی طرح نماز پڑھتے دیکھا تھا، پس آپ نے اسے آزاد کر دیا۔
(البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۸)

۳۳۔ حضرت ابو سلمیٰ رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے تھے۔ انھیں ابو سلام بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام حریت تھا۔ محدثین نے ان سے کئی احادیث بھی نقل کی ہیں۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۸)

۳۴۔ حضرت ابو ضمیرہ رضی اللہ عنہ

ضمیرہ کے والد ہیں، جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر بھی دی تھی، جس میں یہ تحریر تھا: بلاشبہ یہ عرب کے لوگ ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بطور غنیمت دیا ہے۔ آج سے یہ لوگ اہل بیت میں سے ہیں کیوں کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا ہے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۸)

۳۵۔ حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ

امام احمد اور امام ترمذی نے شمائل میں ان سے ایک حدیث روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ہنڈیا پکائی جس میں گوشت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کا دست دو۔ میں نے آپ کو دیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اس کا دست دو۔ میں نے پھر آپ کو دیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اس کا دست دو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے کتنے دست ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں

میری جان ہے اگر تو خاموش رہتا تو میں جتنے دست طلب کرتا تو مجھے دیتا چلا جاتا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۹)

۳۶۔ حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ

ان کو ابو عسیب بھی کہتے ہیں، مگر درست نام ابو عثیب ہی ہے۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں بھی شریک تھے اور آپ کے دفن کے وقت بھی موجود تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۹)

۳۷۔ حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ

مشہور روایت کے مطابق قبیلہ مذحج کی شاخ انمار میں سے تھے۔ ان کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ سب سے مشہور قول یہ ہے کہ ان کا نام سلیم تھا، بعض عمرو بن سعد اور سعد بن عمرو بھی بیان کرتے ہیں۔ یہ سرزمین دوس کے رہنے والے تھے اور غزوة بدر میں شریک تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۹)

۳۸۔ حضرت ابو مویہہ رضی اللہ عنہ

قبیلہ مزینہ میں ان کی رہائش تھی، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ آپ کا اصل نام معلوم نہیں ہو سکا، ابو مصعب زبیری بیان کرتے ہیں حضرت ابو مویہہ غزوة المریسع میں شامل ہوئے اور آپ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو آگے سے کھینچ رہے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم انھی کو اپنے ساتھ لے کر زندگی کے آخری ایام میں ایک رات کو جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ (ایضاً ص ۱۱۰۰)



آنحضور کے ﷺ کے خدام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے دس سالہ قیام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بات پر آپ کو ملامت نہیں کیا، نہ کسی بات پر ٹوکا اور نہ ہی کسی کام کے نہ کرنے پر ڈانٹا۔ آپ کی والدہ حضرت ام سلیم نے انھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینہ آمد کے وقت ہی آپ کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھ ہی کہا کہ ان کے لیے دعا فرمائیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمایا اور آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کے مال و اولاد کو زیادہ اور اس کی عمر کو دراز کر۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ اس دعا کا اثر قبولیت میں دیکھ چکا ہوں۔ خدا کی قسم! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور میرے بیٹے اور پوتے ایک سو سے بھی زیادہ ہیں۔ عمر بھی طویل پائی یعنی ۱۰۳ سال۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۱۰۵)

حضرت اسلم بن شریک بن عوف الاعرجی رضی اللہ عنہ

محمد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا کرتا تھا اور آپ کے ساتھ سوار ہوتا تھا۔ ایک شب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسلم اٹھو اور کجاوہ کسو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ناپاکی کی حالت میں ہوں۔ اس وقت آیت صعدنازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تیمم کر لو۔ پھر آپ نے تیمم کر کے مجھے تیمم کرنے کا طریقہ سکھایا۔ میں نے تیمم کیا اور نماز پڑھی۔ پھر جب پانی کے قریب

پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وضو کرنے کا حکم دیا۔ اسی سے یہ مقولہ بنا ہے: آب آمد تیمم
برخاست۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۰۵)

حضرت اسماء بن حارثہ بن سعید رضی اللہ عنہ

محمد بن سعد واقدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حارثہ کے دونوں
بیٹے حضرت اسماء اور حضرت ہند آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے اور حضرت اسماء
اصحاب صفہ میں سے تھے۔ اسما اور ہند دونوں نام مذکر و مونث کے لیے یکساں مستعمل تھے۔
حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا اور حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہما مشہور صحابیات ہیں۔ (البداية
و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۰۵-۱۱۰۶)

حضرت بلال بن رباح الحبشي رضی اللہ عنہ

آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
بہت سامال دے کر آپ کو خرید کر آزاد کیا تھا، کیونکہ امیہ آپ کو شدید عذاب دے کر شرک پر مجبور
کرتا تھا۔ آپ شدید اذیت کے باوجود اُحد اُحد پکارتے رہتے تھے۔ آپ بدر اور اُحد کے معرکوں
میں شریک رہے۔ آپ بلال بن حمامہ کے نام سے مشہور تھے۔ حمامہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔
بڑے فصیح البیان تھے۔ مسجد نبویؐ میں اذان دیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہت
اہم مواقع پر فود اور اہم شخصیات کی ذمہ داری سونپی، جسے آپ نے ہمیشہ نہایت خوش اسلوبی اور
سلیقہ مندی سے سرانجام دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شام چلے گئے تھے۔
(البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۰۶)

حضرت بکیر بن الشداخ اللیثی رضی اللہ عنہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب بالغ ہو گئے تو آنحضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اب بالغ ہو گیا ہوں اور میں آپ کے
اہل خانہ کے پاس جاتا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اللہم صدق قوله، ولقہ الظفر۔ یعنی اے

اللہ! اس کے قول کو سچا کر اور اسے کامیابی سے ہمکنار فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک یہودی قتل ہو گیا تھا۔ قاتل نامعلوم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں اللہ کے نام پر اس شخص سے اپیل کرتا ہوں جس کو اس قتل کے بارے میں کچھ علم ہو، وہ مجھے بتائے۔ حضرت بکیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیر المؤمنین یہ قتل میں نے کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ نے اس خون کا اقرار کیا ہے تو بتاؤ کہ اس کو قتل کرنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین ایک مجاہد نے مجھے اپنے اہل و عیال کی ذمہ داری سونپی تھی۔ ایک دن میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ یہ یہودی اس کی بیوی کے پاس بیٹھ کر فحش اشعار پڑھ رہا تھا، میں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس بات کی تصدیق کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آپ کے حق میں دعا کی تھی اس کی برکت سے ان کی غیرت ایمانی پر ان کو معاف کر دیا۔ یوں فحش گوئی کرنے والے یہودی کا خون رائیگاں گیا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۰۶)

حضرت حبہ، سواء ابنائے خالد رضی اللہ عنہما

یہ دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ امام احمد بیان کرتے ہیں کہ حبہ اور سواء دونوں نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ کسی چیز کو درست کر رہے تھے جس نے آپ کو تکلیف دی تھی۔ آپ نے فرمایا: جب تک تم دونوں کے سر ہلتے ہیں یعنی زندگی تمہارا ساتھ دیتی ہے، رزق میں کوئی کمی اور تاخیر نہیں ہوگی۔ بلاشبہ انسان کو اس کی ماں سرخ جنتی ہے اور اس پر چھلکا نہیں ہوتا، یعنی وہ بے بس، خالی دست اور عریانی کے ساتھ دنیا میں آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۰۶)

حضرت ذومخر رضی اللہ عنہ

آپ کو ذومخر بھی کہا جاتا ہے۔ آپ شاہ حبشہ نجاشی کے بھتیجے تھے۔ نجاشی نے آپ کو اپنی نیابت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے بھیجا تھا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا،

ص ۱۱۰۶-۱۱۰۷)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

امام احمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں تمام دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ رات کو جب آپ عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو میں آپ کے دروازے پر بیٹھ جاتا تھا کہ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں پوری کر دوں۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ربیعہ! مانگو کیا مانگتے ہو میں تمہیں اللہ کے حکم سے دوں گا۔ میں نے سوچا یہ دنیا تو ویسے بھی ختم ہونے والی ہے اور جو رزق مجھے ملنا ہے وہ مل جائے گا۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آخرت میں آپ کی رفاقت چاہیے۔ آپ نے فرمایا: کثرتِ سجد سے میری اور اپنے نفس کی مدد کرو۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۱۰۷-۱۱۰۸)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی خدمت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ امام احمد کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اِغْتَقِ سَعْدًا اَتَّكَ الرَّجَالُ اَتَّكَ الرَّجَالُ۔ یعنی سعد کو آزاد کر دو تمہارے پاس بہت لوگ آئیں گے، تمہارے پاس بہت لوگ آئیں گے۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۱۰۸)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

انصار کے معزز گھرانے سے تعلق تھا۔ نہایت ہی اچھے شاعر تھے۔ ہر میدانِ جہاد میں ان کے کارنامے تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان کا تذکرہ سابقہ جلدوں میں گزر چکا ہے۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۱۰۸)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

بہت مشہور صحابی ہیں بے شمار احادیث کے راوی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں

اور پانی کے منتظم تھے۔ سفر و حضر میں آپ کی خدمت اور بالخصوص پانی کا اہتمام آپ کے ذمے ہوا کرتا تھا۔ جب آپ سواری پر سوار ہو کر سفر پر روانہ ہونا چاہتے تو آپ کی سواری پر کجاوہ باندھتے تھے۔ کلام الہی کی تلاوت اور تفسیر پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی پنڈلیاں پتلی تھیں، جن پر بعض صحابہ نے مذاق بھی کیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میزان میں ان دونوں پنڈلیوں [کے اعمال صالحہ] کا وزن احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ علم کے سمندر ہیں۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۱۰۸)

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ سفر میں آپ کی ناقہ کی نیل پکڑ کر چلتے تھے۔ نسائی کی ایک روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر جا رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اے عقبہ! تم سوار نہیں ہو گے؟ حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں ڈرا کہ کہیں گستاخی نہ ہو جائے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور میں تھوڑی دیر سوار ہو گیا، پھر میں اتر آیا اور آپ سوار ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے عقبہ! میں تمہیں دو بہترین سورتیں نہ پڑھاؤں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ضرور پڑھائیے تو آپ نے مجھے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھائیں۔ پھر فرمایا: جب کبھی تم سوؤ اور جاگو تو یہ سورتیں پڑھا کرو۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۱۰۸)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں وہی مقام تھا جو حاکم وقت کے ہاں کسی داروغہ کا ہوتا ہے۔ حضرت قیس بڑے دراز قامت تھے۔ آپ کی داڑھی کے بال صرف ٹھوڑی پر تھے رخساروں

پر نہیں تھے۔ آپ بڑے سخی اور دانش مند آدمی تھے۔ سردار خزر ج حضرت سعد بن عبادہ کے بیٹے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد کے ایک سخت اور انتقامی نوعیت کے نعرے پر آپ نے ان سے جھنڈالے لیا اور ان کے اسی بیٹے حضرت قیس کو عطا فرمایا۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۱۰۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ شہر طائف کے سردار قبیلے بنو ثقیف کے چشم و چراغ تھے۔ فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلا کرتے تھے۔ ایک ہتھیار بند اور سکیورٹی گارڈ کی حیثیت رکھتے تھے اور حدیبیہ کے روز خیمے میں آپ کے پاس تلوار لے کر کھڑے تھے۔ آپ کا پچا عروہ بن مسعود سفیر بن کر آیا۔ دوران گفتگو عربوں کے دستور کے مطابق وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف جھکتا اور ہاتھ بڑھاتا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کے دستے سے اس کے ہاتھ کو ہٹاتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے اپنے ہاتھ دور رکھو۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ کو عربوں کے دانش مند ترین لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۱۰۹)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ

امام احمد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی مدینہ آئے اور ہم لوگوں سے ملے تو کسی نے مہمان نوازی نہ کی۔ ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر اس بات کا ذکر کیا تو آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ آپ کے پاس چار بکریاں تھیں، آپ نے مجھے حکم دیا کہ ان کا دودھ دو ہو اور اس کے چار حصے کرو اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ دو۔ یعنی تین حصے ان مہمانوں کے لیے اور ایک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے لیے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۱۰۹-۱۱۱۰)

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ (غلامِ امِ سلمہ)

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور آپ نے مجھے کسی کام کے کرنے کو نہیں کہا اور نہ کسی کام کے نہ کرنے پر کبھی ڈانٹا۔ میں نے آپ کی دس سال بعض روایات کے مطابق پانچ سال خدمت کی۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور بڑے مؤدب اور معزز انسان تھے۔

(البداية و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۰)

حضرت ابو سح رضی اللہ عنہ

ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے کہ حضرت ابو سح رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ جب غسل کا ارادہ کرتے تو فرماتے میری چھاگل مجھے دو۔ میں پانی سے بھری ہوئی چھاگل آپ کو دے دیتا اور خود اوٹ میں ہو جاتا۔ ایک مرتبہ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے تو انہوں نے آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ میں اسے دھونے کے لیے آیا تو آپ نے فرمایا کہ لڑکی کے پیشاب کرنے سے کپڑا دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب کرنے سے کپڑے پر پانی بہا دیا جائے۔ (البداية و النہایة، محولہ بالا،

ص ۱۱۱۰)



کاتبین وحی

حضرت عبداللہ بن عثمان، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ راشد ہیں، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہیں۔ افضل البشر بعد الانبیاء کے مقام پر فائز ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سے مناقب و فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس امت کو بتائے۔ آپ کا ارشاد ہے: ارحم امتی بامتی ابوبکر یعنی ابوبکر میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ ہجرت مدینہ کے سفر کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار سے نکل کر جب سفر شروع کیا تو سراقہ بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا۔ پھر اس کے بعد اس کے گھوڑے کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ تاریخ میں مذکور ہے۔ اس پر سراقہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ اسے پروانہ امان لکھ دیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ ہی نے وہ امان کی تحریر لکھ کر دی تھی۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۱۷)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ عمر دین کے بارے میں سب سے زیادہ سخت ہیں۔ آپ کا یہ اعزاز ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ.

یعنی [میں خاتم النبیین ہوں] اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا۔ آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مختلف مواقع پر مکتوبات اور معاہدے تحریر فرماتے تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۸)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ یکے بعد دیگرے آنحضور صلی اللہ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان میری امت کے سب سے زیادہ حیادار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کا کتابت کرنا ایک مشہور بات ہے۔ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب نہشل بن مالک الوائلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہی حکم دیا تھا کہ اس کو ایک تحریر لکھ کر دیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ایک تحریر لکھی تھی جس میں اسلامی قوانین بیان ہوئے تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۷-۱۱۱۸)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری صاحبزادی اور سیدہ خواتین جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ میری امت کے سب سے زیادہ صائب فیصلے کرنے والے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان جو تاریخی معاہدہ طے ہوا تھا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ ہی نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی مواقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مختلف تحریریں لکھواتے تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۸)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپ ان چھ اصحاب شوریٰ میں بھی شامل تھے، جن سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ کی پھوپھی بھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے شوہر ہیں۔ ۱۶ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، تمام معرکوں میں شرکت کی۔ خندق کے روز آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نے اس موقع پر ان کے جواب میں فرمایا: ہر نبی کا حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر ہے۔ آپ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں۔

جنگ جمل کے روز شہادت پائی۔ ان کے قاتل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اسے اپنا کارنامہ قرار دیا تو جواب میں انہوں نے فرمایا: صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی بشارت ہو۔
(البدایة و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۳-۱۱۱۴)

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

حضرت ابان بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف بن قصی، الاموی نے اپنے دونوں بھائیوں خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ تاریخ میں ان کے تذکرے میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس وقت پناہ دی تھی جب حدیبیہ کے روز آپ نے ان کو اپنا سفیر بنا کر قریش مکہ کے پاس بھیجا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ نے غزوہ خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ (البدایة و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۰)

حضرت ابی بن کعب بن قیس رضی اللہ عنہ

آپ کو ابو طفیل بھی کہا جاتا ہے۔ آپ سید القراء تھے، بیعت عقبہ ثانیہ، غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابو یزید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید جمع کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن سناؤں۔ حضرت ابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر حکم دیا

ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ (البدایة والنہایة، مجولہ بالا، ص ۱۱۱۱)

حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبد مناف بن اسد بن جندب بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم الحزومی تھا۔ آپؐ نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپؐ ہی کے گھر میں جو صفا کے قریب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سالہا سال تک اپنے صحابہ کو قرآن اور اسلام کی تعلیم دیتے رہے۔ اس کے بعد اس گھر کا نام خیزران مشہور ہوا۔ آپؐ نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور اس کے بعد کفر اور اسلام کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ ہجرت کے بعد آپؐ اور حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم کی۔ ۵۳ھ میں آپؐ نے وفات پائی۔ (البدایة والنہایة، مجولہ بالا، ص ۱۱۱۱)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

آپ کو ابو محمد المدنی خطیب بھی کہا جاتا ہے، نیز آپ کو خطیب النبیؐ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت بھی دی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور ۱۲ھ کو شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (البدایة والنہایة، مجولہ بالا، ص ۱۱۱۱)

حضرت حنظلہ بن الربیع رضی اللہ عنہ

آپ کے بھائی حضرت رباح بن ربیع بھی صحابی تھے اور آپ کا چچا اکثم بن صنفی عرب کے دانا لوگوں میں سے تھا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ عراق کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ آپ کا انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد ہوا۔ (البدایة والنہایة، مجولہ بالا، ص ۱۱۱۲)

حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

آپ نے شروع ہی میں پانچ، چھ آدمیوں کے بعد ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس طرح آپؐ

سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں۔ اسلام لانے کا واقعہ یوں ہے کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ جہنم کے کنارے کھڑے ہیں جس کی بہت زیادہ گہرائی ہے۔ آپ کا باپ آپ کو اس میں دھکیل رہا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بچا رہے ہیں۔ آپ نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ لہذا تم ان پر ایمان لے آؤ، بھلائی پاؤ گے اور جس بات کا تمہیں خوف ہے اس سے تم نجات پا جاؤ گے۔ اس پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اسلام قبول کر لیا۔ جب ان کے والد کو اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے ایک لاٹھی آپ کے سر پر مار مار کر توڑ دی اور آپ کو گھر سے نکال دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے اور پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ خیبر میں یہ دونوں صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر ملے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایرانیوں کے خلاف جنگ اجنادین میں شرکت کی اور رتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۲-۱۱۱۳)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

صائب الرائے، بڑے دلیر اور قابل تعریف خصائل کے حامل ہیں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شکست نہیں کھائی۔ حدیبیہ کے بعد مدینہ آ کر داخل اسلام ہوئے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ اور بعد میں خلفیہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جس فوج میں بھی آپ کو بھیجا، ہمیشہ سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا تھا اور آپ کی جگہ امین الامت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار اس شرط پر بنایا تھا کہ جنگی معاملات میں خالد بن ولید کی رائے سے ہرگز تجاوز نہ کریں۔ حمص کے قریب دثرت نام کی ایک بستی میں آپ نے بستر مرگ پر وفات پائی اور حسرت سے کہا کہ ہر جنگ میں شہادت کی تمنا تھی، مگر شہادت نصیب نہ ہو سکی۔ جنگ موتہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا، جو

ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۳)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر ۱۱ سال تھی۔ آپ صغریٰ کی وجہ سے غزوہ بدر اور احد میں شریک نہیں ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلے غزوہ خندق میں شرکت کی۔ پھر اس کے بعد تمام معرکوں میں شریک رہے۔ دانا، عقل مند، عالم اور حافظِ قرآن تھے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا کہ آپ یہود کی تحریر کو سیکھیں تاکہ جب بھی ان کی کوئی تحریر آئے تو آپ پڑھ کر سنا لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے بارے میں ارشاد ہے کہ میری امت میں فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر انھی کے دور خلافت میں آپ نے قرآن کریم جمع کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حج کے دوران آپ کو دو مرتبہ مدینہ کا امیر مقرر کیا گیا۔ ۴۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۴-۱۱۱۵)

حضرت السجل رضی اللہ عنہ

سنن ابو داؤد کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ حضرت السجل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ زیادہ معروف نہیں ہیں۔ ابوالجوزاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب (الانبیاء ۲۱: ۱۰۴) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ سجل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کاتب کا نام سجل تھا۔ (أسد الغابة فی معرفة الصحابة، اردو ترجمہ، ج ۲، مطبع مکتبہ خلیل، لاہور، ص ۸۰۸)

حضرت سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ آپ سے سنائی ہیں اور کاتبین میں شمار ہوتے

ہیں۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ان کے بیٹے ہیں۔ ان کو بھی صحابیت کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت عامر بن فہیر رضی اللہ عنہ

آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں صحابہ کے لیے تدریس شروع کرنے سے قبل ہی یہ مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو بھی جملہ ضعف صحابہ کی طرح مکہ میں عذاب دیا جاتا تھا، لیکن آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی تو آپ ان کے ساتھ ردیف تھے۔ حضرت عامر بن فہیر رضی اللہ عنہ کو بیسڑ معونہ کے روز بنی کلاب کے ایک آدمی نے نیزہ مار کر شہید کر دیا تھا۔ جب آپ کو نیزہ مارا گیا تو آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے: *فزت برب الكعبة رب كعبة كى قسم* میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کا جسم آسمان کی طرف اٹھ گیا۔ جب اس بات کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اسے ملائکہ نے ذبح کیا ہے اور علیین میں اتارا ہے۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۱۱۶)

حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

آپ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے۔ کتابت جانتے تھے۔ قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا اور کاتب وحی بنے۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ آپ جو کام کرتے اس کا حق ادا کرتے اور سب سے آگے بڑھ جاتے۔ پوری محنت اور مکمل یکسوئی سے ہر کام کرتے تھے۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بادشاہوں کی طرف بھیجے گئے خطوط کو تحریر کرتے تھے اور آپ کی طرف سے ان پر مہربوت لگا دیتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی آپ ان کے کاتب رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بطور امیر المومنین آپ سے سرکاری خطوط کی کتابت کرواتے تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا،

ص ۱۱۱۶-۱۱۱۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

پورا نام عبداللہ بن زید بن عبد ربہ الانصاری الخزرجی ہے۔ آپ کی آواز خوب صورت اور بلند تھی۔ آپ مؤذن بھی تھے۔ ابتدائی دور میں مسلمان ہو چکے تھے۔ عقبہ اولیٰ کے ستر آدمیوں میں شامل ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ بدر اور احد کے معرکوں میں شرکت کی۔ آپ کی سب سے بڑی منقبت و فضیلت یہ ہے کہ آپ نے خواب میں اذان اور اقامت کے الفاظ و کلمات سنے اور اپنا خواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ اذان پڑھیں۔ چنانچہ اولین مؤذن وہی تھے۔ بعد میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ ان کا خواب سننے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد بھی فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے۔ آپ یہ بلال کو لکھوادو، بلاشبہ وہ آپ سے زیادہ دل پسند اور بلند آواز ہیں۔ آپ نے ۶۴ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱) [حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خواب میں یہی الفاظ سنے تھے۔ یہ خوب صورت حسن اتفاق تھا]۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ آپ بھی کاتب وحی تھے۔ بد قسمتی سے اسلام سے ارتداد اختیار کر کے مشرکین مکہ کے ساتھ مل گئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے قتل کا حکم دیا تھا، ان میں یہ بھی شامل تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ طلب کی تھی۔ اس کے بعد پھر یہ مسلمان ہو گئے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جگہ آپ کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور بلاد افریقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے ان علاقوں کو فتح کر لیا۔ ۳۶ھ میں نماز پڑھتے ہوئے آپ کی وفات ہوئی۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱)

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کا نام عباد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو شاہ منذر بن سادی کے پاس بھیجا تھا، پھر جب بحرین فتح ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بحرین کا امیر مقرر کیا۔ وصال النبی کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو اس علاقے کی امارت پر قائم رکھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کی امارت سے ہٹا کر بصرہ کا امیر مقرر کر دیا، ابھی آپ راستے ہی میں تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ یہ ۲۱ھ کا واقعہ ہے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۸)

حضرت العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت العلاء بن عقبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت کرتے تھے۔ واقدی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کی شاخ بنی سیح کو جاگیر دی اور اس کے متعلق آپ کے حکم سے حضرت العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے تحریر لکھی اور اس دستاویز پر اپنی گواہی بھی ثبت کی۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۸-۱۱۱۹)

حضرت محمد بن مسلمہ بن جریر رضی اللہ عنہ

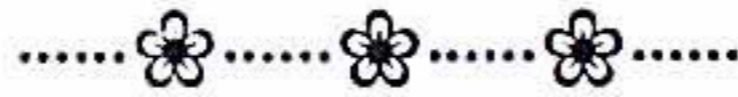
حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ انصار کے مشہور صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخاۃ قائم کی۔ بدر اور بعد کی تمام جنگوں میں آپ شریک رہے۔ بد بخت یہودی اور گستاخ رسول کعب بن اشرف کو آپ ہی نے اس کے قلعے کے اندر جا کر جہنم رسید کیا تھا۔ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر کیا۔ آپ کا شمار فضلاء صحابہ میں ہوتا ہے اور فتنے کے دنوں میں تمام جنگ و جدال سے کنارہ کش رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے مختلف وفود کے لیے تحریریں لکھیں۔ ۴۳ھ میں وفات پائی۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۹)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

احادیث میں آپ کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں کیا گیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چند باتیں بطور نصیحت مجھے عطا فرمادیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا۔ عرض کیا: آپ مجھے حکم دیجیے کہ میں کفار سے ایسے ہی جنگ کروں جیسے میں جاہلیت میں مسلمانوں سے کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا: میرے بیٹے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: بہت اچھا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

آپ کا تفصیلی تذکرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں ہو چکا ہے۔ ابن عساکر اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہی حصین بن نضلہ اسدی کی جاگیروں کی کتابت کی تھی، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبول اسلام کے وقت اپنے حکم سے جاگیر دی تھی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کاتب ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کے سامنے بیٹھ کر کتابت کرتے تھے۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۹)



حضور ﷺ کے اُمنّا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرامؓ کو خصوصی القاب و اعزازات سے نوازا۔ یوں تو آپؐ کے تمام صحابہؓ و صحابیات اعلیٰ درجے کے امانت دار اور دیانت دار تھے۔ اس کے باوجود آپؐ نے تین صحابہؓ کو خصوصی طور پر امین کے لقب سے نوازا۔ امام ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور کتاب البدایة و النہایة میں ایک فصل الگ سے قائم کی ہے، جس میں اُمنّا (امانت دار صحابہ) کا ذکر ہے۔

۱۔ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

ان اُمنّا میں سب سے نمایاں نام تو سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری میں ملتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: لكل امة امین و امین هذه الامة ابو عبیدة بن الجراح۔ یعنی ہر امت کے اندر ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ ابن جراح ہے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب نجران کا وفد آیا اور انہوں نے درخواست کی کہ ان کے ساتھ کسی شخص کو بھیجا جائے جو ان کے معاملات کی نگرانی بھی کرے اور آپؐ کی نمائندگی کا حق بھی ادا کرے۔ آپؐ نے فرمایا: لابعثن معکم امینا حق امین۔ میں تمہارے ساتھ اس شخص کو بھیجوں گا جو حقیقی معنوں میں امین ہے۔ پھر آپؐ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ آپؐ کے نمائندے کے طور پر جائیں۔ (البدایة و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۱۲۰)

قابل رشک اعزاز

یہ بڑا اعزاز تھا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابو عبیدہ کے مقام و مرتبے پر رشک کرتے

تھے۔ اور تو اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اس واقعہ کو بیان فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے کبھی کسی ذمہ داری یا منصب کی تمنا نہ کی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر اس روز میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش مجھے یہ ذمہ داری دی جائے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف کئی بار دیکھا، مگر آپ نے ابو عبیدہؓ کو یہ اعزاز عطا فرمایا۔

عشرہ مبشرہ کا خوب صورت موتی

عشرہ مبشرہ وہ دس خوش نصیب صحابہ ہیں جن کے نام لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ گویا یہ جماعت صحابہ کے درمیان ممتاز شخصیات اور روشن ہیرے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہر جہاد میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ بدر کے معرکے میں اپنے باپ کو قتل کیا تھا۔ آپ کے دور میں بھی سرایا میں قیادت فرمائی اور پہلے دونوں خلفائے راشدین کے دور میں بھی بڑے بڑے معرکوں میں سپہ سالاری کا حق ادا کیا۔ روم کے مقابلے میں جنگوں میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کے وقت کہا تھا کہ اگر ابو عبیدہؓ آج زندہ ہوتے تو میں اسے اپنا جانشین نامزد کر دیتا۔

۲۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ

قریش کے قبیلے بنو زہرہ میں سے تھے۔ ابتدائی زمانے میں مسلمان ہوئے۔ ان کا نام بھی عشرہ مبشرہ میں شامل ہے۔ میدان کارزار میں ان کے کارنامے بھی بہت زیادہ اور نہایت ایمان افروز ہیں۔ یہ جہاد بالنفس کے علاوہ جہاد بالمال کے میدان میں بھی صف اول میں تھے۔ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی اپیل کی، انہوں نے بغیر گنے اور تولے درہم و دینار اور سونا چاندی پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خطیر رقم سونے، چاندی اور درہم و دینار کی صورت میں پیش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَارَكَ اللَّهُ فِيْمَا أَمْسَكْتَ وَفِيْمَا أَعْطَيْتَ لِعَنَى اللَّهِ

تمہارے اس مال میں بھی برکت دے جو تم نے اپنے پاس رکھا اور اس میں بھی جو تم نے اللہ کے راستے میں دے دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، ص ۴۳۰، تفسیر سورہ توبہ آیت: ۷۹)

خلافت کا فیصلہ، اہم ذمہ داری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بنائی جانے والی کمیٹی کے ارکان نے ان کی امانت و دیانت اور ذہانت و قابلیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہی کو یہ مشکل کام سونپا تھا کہ وہ لوگوں سے رائے لے کر کمیٹی کو بتائیں کہ امت مسلمہ کی سوچ کیا ہے؟ چنانچہ انہی کی کاوش سے لوگوں کی آرا معلوم کی گئیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت کا فیصلہ ہوا۔ ان کو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امین قرار دیا تھا اور یہ خود بھی اپنی دولت کے بارے میں جو بے انتہا تھی، کہا کرتے تھے کہ مالک تو اللہ ہے میں تو محض امین ہوں۔ (أسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۴۰۱)

۳۔ معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ اصل میں قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے اور بنو عبد شمس کی غلامی میں بھی رہے تھے۔ پھر یہ آزاد ہو گئے اور اپنے ایمان میں بڑے مضبوط ثابت ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امین ہونے کا اعزاز بخشا تھا۔ انھیں پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کا اعزاز حاصل ہوا اور پھر وہاں سے پلٹ کر مدینہ کی طرف بھی ہجرت کی۔ یہ بدری صحابہ میں سے ہیں۔

خاتم بردار

آنجناب کا یہ اعزاز ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی جو چاندی کی تھی ان کے سپرد کر رکھی تھی۔ یہ اس کی حفاظت کرتے اور آپ کی طلب پر آپ کے حوالے کر دیتے تھے۔ مورخین و محدثین بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں سونے کی انگوٹھی بھی پہنی۔ لیکن جب مردوں کے لیے سونا پہننے کی ممانعت آئی تو آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور

فرمایا: **فواللہ لا البس** یعنی خدا کی قسم اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ صحیحین میں اس موضوع پر احادیث موجود ہیں۔

انگوٹھی کی گم شدگی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ انگوٹھی آپ کی مہر بھی تھی۔ اس کے اوپر **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** تین سطروں میں نقش تھا۔ آپ کے بعد یکے بعد دیگرے یہ انگوٹھی خلفائے راشدین کے پاس رہی۔ تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں، ان کی خلافت کے چھٹے سال اریس کے کنوئیں میں گر پڑی۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کی بڑی کوشش کی گئی، مگر کنوئیں سے انگوٹھی برآمد نہ ہو سکی۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابوداؤد نے اپنی مشہور کتاب سنن ابی داؤد میں اس انگوٹھی کے بارے میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جس میں کئی احادیث جمع کی گئی ہیں۔

ناظم مالیات

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ ہر جہاد میں شریک رہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ان کو بیت المال کا خزانچی مقرر کیا۔ ان کو جذام کا مرض لاحق ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حنظل (ثمہ، خربوزے کی طرح کا ایک چھوٹا سا پھل جو سخت کڑوا ہوتا ہے) سے ان کا علاج کیا، جس سے ان کی بیماری بڑھنے سے رک گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جذام (کوڑھ) کی بیماری کو بہت خطرناک قرار دیا، مگر ایک صحابی کو آپ کی زندگی میں یہ بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے ایک پیالے میں پانی بھر کر اس سے کہا: اس پیالے میں ہاتھ ڈال دو۔ امام ابوداؤد کے الفاظ میں آپ نے فرمایا: **کل ثقة باللہ، وتوکل علیہ** یعنی ہر مشکل کا علاج اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنے سے ممکن ہے۔

جامع دعا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیماریوں سے شفا کے لیے بھی دعا کرتے تھے اور بیماریوں سے بچاؤ اور تحفظ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے مناجات کیا کرتے تھے۔ آپ کی ایک جامع دعا ہے:

اللهم انى اعوذ بك من البرص، والجنون، والجذام وسىء الاسقام۔ اے اللہ میں تجھ سے برص (پھل بہری)، جنون (پاگل پن)، جذام (کوڑھ) اور ہر قسم کی بری بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فى الاستعاذۃ، ح ۱۵۵۶، مسند احمد ۳/۱۹۲)۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی وفات خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی اور بعض کی رائے میں ۴۰ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۱۲۰-۱۱۲۱)



باب چہارم

لشکرِ اسامہ بن زیدؓ

لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

آنحضور ﷺ کا تیار کردہ آخری لشکر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل جو آخری لشکر تیار کیا وہ لشکر اسامہ تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت روایات کے مطابق اٹھارہ سال تھی۔ امام بخاری نے ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی بیان کیا ہے کہ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر سپاہ بنایا گیا تو ان کی امارت پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس لشکر میں سابقون الاولون صحابہ شامل تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ، قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ اور دیگر معروف صحابہ کے اسمائے گرامی بھی شامل تھے۔

سپہ سالار کے بارے میں تحفظات

بعض لوگوں کو یہ عجیب محسوس ہوا کہ کبار صحابہ کی موجودگی میں ایک نوجوان لڑکے کو سپہ سالاری کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ بات تھی بھی عجیب، مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ بھی کرتے ہیں اسے اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ کبار صحابہ کو اس فیصلے پر کوئی اعتراض اور انقباض نہیں تھا۔ البتہ بعض لوگوں نے جب اس فیصلے پر اعتراض کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بہت برا منایا۔ اس وقت آپ کا مرض شروع ہو چکا تھا۔ شدید بخار کے باوجود آپ اپنے سر پہ ایک رومال لے کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کی فضیلت

اے لوگو! تم نے اسامہ کی سپہ سالاری پر اعتراض کیا ہے۔ اس سے قبل اس کے والد کے امیر مقرر کیے جانے پر بھی کچھ لوگوں نے اعتراض کیے تھے۔ **وَإِئْتِمُ اللَّهُ كَانَ لِلْإِمَارَةِ لَخَلِيقًا وَإِنَّ ابْنَهُ مِنْ بَعْدِهِ لَخَلِيقٌ لِلْإِمَارَةِ وَإِنَّهُ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَهُوَ حَبِيبِي وَإِنَّهُمَا لَمُخَيَّلَانِ لِكُلِّ خَيْرٍ، وَاسْتَوْصُوا بِهِ خَيْرًا فَإِنَّهُ مِنْ خِيَارِكُمْ**۔ یعنی خدا کی قسم! وہ [حضرت زیدؓ] اس امارت کا اہل تھا۔ اب اس کا بیٹا بھی امارت کا اہل ہے اور یہ دونوں مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ دونوں ہر کار خیر کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہنے والے ہیں۔ اس [اسامہؓ] کے بارے میں جب بھی بات کرو تو اچھائی اور خیر کی بات کرو، کیونکہ یہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہے۔ (طبقات

ابن سعد، ج ۲، ص ۱۹۰)

علم بردار

ہر جنگ کی طرح اس موقع پر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جھنڈا تیار کیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جانے والے معروف صحابہ حضرت بریدہ بن حصیب سلمی رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے اپنے دست مبارک سے یہ جھنڈا عطا فرمایا۔ پھر لشکر کو عمومی ہدایات دیں اور ساتھ حکم فرمایا کہ اے اسامہ! اپنے لشکر کے ساتھ جاؤ اور موتہ سے آگے بلقا اور الداردم کی حدود تک چلے جاؤ اور پورے علاقے کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالو اور اپنے باپ کے خون کا بدلہ لو۔

حضور پاک ﷺ سے آخری ملاقات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ابھی لشکر کے ساتھ نواح مدینہ ہی میں مقیم تھے۔ انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرتی ہوئی صحت کے بارے میں اطلاعات ملنے لگیں۔ وہ مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے چہرے کو بوسہ دیا۔ آپ کی زبان سے کچھ سنا تو نہ گیا، مگر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور آپ کے لب ہلے۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی۔

وصال کی اطلاع

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کوچ کے لیے تیار تھے کہ ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا ایلیچی ان کے پاس آیا۔ یہ بارہ ربیع الاول ۱۱ھ، پیر کا دن تھا۔ ایلیچی نے آ کر بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ شدید غم کی حالت میں اپنے ساتھیوں سمیت واپس آ گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پوری امت غم کے سمندر میں ڈوب گئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر شخصیت بھی اس موقع پر یہ کہتے ہوئے سنی گئی کہ جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام بلند

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا اور بیماری کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ابن کثیر، ابن سعد اور ابن ہشام کے مطابق اس وقت فوج مدینہ کے قریب جرف کے مقام پر خیمہ زن تھی۔ یہ فوج روانہ ہو جاتی، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی کیفیت نے سپہ سالار اور تمام مجاہدین کو اس منحصے میں ڈال دیا تھا کہ آیا ان حالات میں ان کا کوچ کرنا مناسب بھی ہے یا نہیں۔ اسی دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سخت الفاظ میں اس کی تردید کی تو مزاج شناس رسول، یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں داخل ہو کر آپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ تر آنکھوں کے ساتھ زیارت کی اور چہرے کو بوسہ دینے کے بعد کہا: اے اللہ کے رسول! یہ منزل ایک ہی بار آپ پر آئی تھی۔ اب آپ رفیق اعلیٰ کے پاس (اپنے اختیار سے) جا چکے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور مشہور خطبہ دیا جس کا تذکرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

رحلت کے باب میں تمام محدثین و مورخین نے کیا ہے، جو آگے جا کر ہم نقل کریں گے۔

اسلامی آداب

اس موقع پر جب تمام اہل ایمان کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو ظاہر ہے کہ ان کا لشکرِ اسامہ کے ساتھ جانا اب ممکن نہیں تھا۔ یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ بعض صحابہ بالخصوص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلیفہ رسول نے سپہ سالار لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے اجازت لی کہ وہ انھیں مدینہ میں چھوڑ دیں تاکہ اہم امور میں مشاورت میں ان سے مدد لی جاسکے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بطور خلیفہ خود بھی جس کو چاہتے رک جانے کا حکم دے سکتے تھے، مگر چونکہ لشکر کی ترتیب و تنظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، اس لیے خود فیصلہ صادر کرنے کی بجائے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف رجوع فرمایا۔ نیز اس کے اندر اسلامی آداب کی یہ جھلک بھی نظر آتی ہے کہ جسے آپ گسی ذمہ داری پر فائز کریں، اس کے حدود میں کسی رد و بدل کے لیے اسے اعتماد میں لیں۔ یہ اسلام کا حسن ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت اور تدفین کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہی جھنڈا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا جرف کے مقام پر حضرت بربدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اسامہ جاؤ، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا دشمن کو کچل ڈالو۔

موت کی یادیں

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام میں اس علاقے کی طرف روانہ فرمایا تھا، جہاں جنگ موتہ واقع ہوئی جس میں حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم فوج کی کمان کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بلقاء کی ملاحقہ سرحد پر پہنچ کر دشمن کو سبق سکھا دو۔ حضرت

اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے۔

جرات واستقامت صدیقی

اس موقع پر ایک دل چسپ بات یہ ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ وہ عرب میں پھیلے ہوئے فتنہ ارتداد، جھوٹے مدعیان نبوت سے پیش آمدہ خطرات اور مانعین زکوٰۃ کی بغاوت کے پیش نظر لشکر اسامہ کو سر دست سرحدوں پر نہ بھیجیں، کیونکہ حالات سخت ناموافق ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ پلائی اور فرمایا: وَاللّٰهِ لَا أَحِلُّ عُقْدَةَ عَقْدَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ أَنَّ الطَّيْرَ تَخَطَّفُنَا، وَالسَّبَّاعَ مِنْ حَوْلِ الْمَدِينَةِ، وَلَوْ أَنَّ الْكِلَابَ جَرَّتْ بِأَرْجُلِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، لَا جَهْزَنَ جَيْشَ أُسَامَةَ۔ یعنی خدا کی قسم جو جھنڈا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لہرایا میں اسے سرنگوں نہیں ہونے دوں گا، خواہ پرندے ہمارا گوشت نوچیں اور مدینہ کے ارد گرد سے درندے ہمیں دبوچنے کے لیے یلغار کر دیں اور اگر امہات المؤمنین کے (مقدس) پاؤں کو کتے کھینچنے لگیں تب بھی میں لشکر اسامہ کو ضرور بھیجوں گا۔ (البدایة والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۰۶)

تاریخی خطاب

لشکر کو الوداع کہتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر ایک خطاب فرمایا جس میں اہم ہدایات و نصائح تھے:

اے لوگو! ذرار کو میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں انہیں پلے باندھ لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔ (۱) خیانت نہ کرنا، بد عہدی نہ کرنا، چوری نہ کرنا۔ (۲) مقتولوں کے اعضا نہ کاٹنا، بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ (۳) کھجور کے درخت کا ٹٹا نہ جلانا، پھل والے کسی بھی درخت کو نہ کاٹنا۔ (۴) کسی بھیڑ، گائے یا اونٹ کو سوائے کھانے کی ضرورت کے ذبح نہ کرنا۔ (۵) تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزر دو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں

عبادت کے لیے وقف کر دیا ہے اور وہ دن رات انھی میں بیٹھے عبادت کرتے رہتے ہیں، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ (۶) تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جو تمہارے لیے برتنوں میں مختلف کھانے لائیں گے، جب بھی کھانا شروع کرنا اس پر اللہ کا نام ضرور لے لیا کرنا۔ (۷) تم ایسے لوگوں سے ملو گے جنہوں نے سرکارِ میانی حصہ تو منڈوا دیا ہوگا لیکن چاروں طرف بڑی بڑی لٹیں لٹکتی ہوں گی، یہ خطرناک لوگ ہیں، انھیں تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ (۸) اپنی حفاظت کے لیے اللہ کے ذکر اور نام کو وردِ زبان بنانا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شکست اور وبا سے محفوظ رکھے گا۔ (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جو کچھ کرنے کا حکم دیا تھا وہ سب کچھ کرنا۔ جنگ کی ابتدا قضاء سے کرنا، اس کے بعد آبل جانا۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ (سیرت سیدنا ابو بکرؓ، از محمد حسین بیگل، طبع اول ۱۹۵۷ء، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ص ۱۴۰)

حکیمانہ تدابیر سے استفادہ

ان ہدایات کے بعد یہ لشکر روانہ کر دیا گیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے گرد و نواح میں رہنے والے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ہوشیار رہیں اور مدینہ کی طرف کسی خطرے کو نہ آنے دیں۔ ان ہدایات سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور آپ کے احکام پر ہر حال میں عمل پیرا رہنے کی تعلیم بھی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ خلیفہ اول کی بے پناہ جرأت و استقامت کی اعلیٰ مثال بھی سامنے آتی ہے۔ ساتھ ہی یہ درس ملتا ہے کہ حکیمانہ تدابیر سے پوری طرح استفادہ کرنا مومن کی شان بھی ہے اور پہچان بھی!

برادرانہ سرزنش

لشکرِ اسامہ کی روانگی سے پہلے انصار کے کچھ بزرگ صحابہ نے ایک بار پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ خلیفہ رسول سے درخواست کریں کہ اسامہ کی جگہ کسی بزرگ اور تجربہ کار صحابی کو امیر سپاہ بنا دیں۔ جب انہوں نے خلیفہ رسول سے بات کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی

داڑھی پکڑ لی اور برادرانہ سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ثَكَلْتُكَ اُمَّكَ يَا عُمَرُ..... اے عمر تیری ماں تجھے کھوئے۔ کیا اس امیر کو میں تبدیل کر دوں، جسے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا عطا فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ پیدل چلنے لگے اور عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس ناقہ کی نکیل تھامے اس کے آگے آگے چلنے لگے، جس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اتر کر پیدل چل رہے تھے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دعائیں بھی دے رہے تھے اور ہدایات بھی۔ اس موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بڑے ادب سے عرض کیا: اے خلیفہ رسول! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا میں بھی سواری سے نیچے اتر آؤں۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم اپنی سواری پر سوار رہو اور مجھے پیدل چلنے دو۔ پھر ایک مقام پر پہنچ کر خلیفہ رسول نے سالار لشکر اور تمام مجاہدین کو الوداع کہا اور واپس مدینہ پلٹ آئے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۰۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گواہی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزیمت اور شرح صدر کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارہا کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم جب ہم سب لوگ پریشان ہو جاتے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اللہ تعالیٰ کھول دیتا اور وہ ایسی جرأت مندی سے حالات کو قابو کرتے کہ سب لوگ حیران رہ جاتے۔ حافظ ابو بکر بیہقی کے حوالے سے امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔ آپ نے یہ بات تین بار دہرائی تو اہل مجلس نے کہا: ابو ہریرہ! خدا کا خوف کیجیے اور اب بس کیجیے۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کی روانگی اور اس وقت کے حالات کا تفصیلی تذکرہ کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی استقامت کی

مثالیں پیش کیں، جن کا تذکرہ سیرت کی تمام کتب میں موجود ہے۔ (البدایة و النہایة، محولہ بالا،

ص ۱۳۰۷)

اعصاب کی مضبوطی

لشکر اسامہ کی اپنی مہم میں کامیابی تو اپنی جگہ، ایسے حالات میں ان کی مدینہ سے روانگی کی بھی ایک نفسیاتی اور اعصابی اہمیت تھی۔ جو قبائل اسلام سے برگشتہ ہونے کے بارے میں سوچ رہے تھے وہ سہم گئے کہ ایسے حالات میں بھی خلفیہ رسول رومیوں کے مقابلے پر فوج روانہ کر رہے ہیں تو یہاں سے سر اٹھانے والی بغاوت کو کیوں نہیں کچلیں گے۔ ان قبائل میں ہر مجلس کے اندر لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہتے کہ بس انتظار کرو اور رومیوں سے ان کے مقابلے کے نتائج آنے دو۔ اگر یہ رومیوں پر غالب آگئے تو پھر ان کا مقابلہ کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ اگر رومیوں نے ان کو کچل دیا تو پھر ان کی حکومت باقی نہیں رہے گی۔ گویا یہ فیصلہ بہت دور رس نتائج کا حامل تھا اور جب لشکر اسامہ کامیابی سے واپس پلٹا تو عرب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پھر سے دھاک بیٹھ گئی۔

لشکر اسلام میدان جنگ میں

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ربيع الآخر ۱۱ھ کے پہلے دن مدینہ سے نکلے اور بیس دن کے سفر کے بعد اپنے دشمن پر چڑھ دوڑے۔ اس جنگ میں مسلمان فوج کا شعار (code word) یا منصور امٹ تھا۔ یعنی اے مدد کرنے والے (خالق حقیقی) دشمن پر موت طاری کر دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی بدر سے لے کر حنین تک بیش تر جنگوں میں اس شعار کا تذکرہ ملتا ہے۔

(انساب الاشراف، ج ۱، ص ۲۹، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۹۱)

اس جنگ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مقابلہ کرنے والوں کو قتل کیا اور بھاگنے والوں کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔ کئی محلات بھی جلا دیے گئے اور بعض باغات کو بھی جنگی ضرورت کے تحت آگ لگا دی گئی۔ عمومی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہدایات جاری کیا کرتے تھے کہ درختوں کو نہ کاٹا جائے اور فصلوں کو نہ اجاڑا جائے۔ بچوں،

عورتوں اور بوڑھوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ اسی تذکیر کا اعادہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہدایات میں بھی تھا۔ اس کے باوجود جب جنگی ضرورت کے تحت ناگزیر ہو جائے تو درخت کاٹے جاسکتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں سورۃ الحشر میں بنو نضیر کے قلعوں کے باہر درختوں کو کاٹنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت بھی دی اور اس عمل کی توثیق بھی فرمائی۔ اس کے باوجود اسلام کی تعلیمات میں درختوں اور فصلوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمانے کا عمومی حکم موجود و مستحکم ہے۔ کسی استثنائی صورت سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ اس عمل کی کھلی اجازت ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بھی دراصل سزا تھی اس قوم کے اس شنیع جرم کی جس کا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو شہید کر کے ارتکاب کیا تھا۔



لشکرِ اسامہؓ کی کامیابی واپسی

فتح کی نوید

اس جنگ میں بہت سامانِ غنیمت ہاتھ آیا اور طبقات ابن سعد کے مطابق اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قاتل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی تلوار سے قتل ہوا۔ مالِ غنیمت میں سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا خمس نکالنے کے بعد ہر گھوڑ سوار کے لیے دو حصے اور ہر مجاہد کے لیے ایک حصہ مقرر کیا اور خود بھی اسی کے مطابق حصہ لیا۔ پھر واپسی کا رخت سفر باندھا اور وادی القریٰ میں نور اتوں کے سفر کے بعد پہنچے۔ یہاں پر کچھ دنوں کے لیے قیام کیا اور مدینہ کی طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فتح کی بشارت دینے والے سواروں کو لشکر کے آگے روانہ کر دیا، جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ کو فتح اور اپنی کامیابی اور خیریت کی نوید سنائی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۹۱-۱۹۲)

لشکرِ اسامہؓ کی مدینہ آمد

یہاں سے جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا تو چھ دنوں میں مدینہ آ پہنچے۔ ان کی آمد کی خبر پہلے ہی مدینہ میں آ چکی تھی۔ بہت عظیم بات یہ ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں میں سے کوئی بھی مجاہد شہید نہیں ہوا۔ خلیفہ رسول مہاجرین و انصار اور اہل مدینہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے اور اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا استقبال کیا۔ انھیں کامیابی اور سلامتی پر مبارک باد دی۔ اس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے ملنے والے گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام سبحة بیان کیا گیا ہے۔ جہنڈا اس وقت بھی حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ سارے لشکر سے آگے

بڑی شان کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔

لشکرِ اسامہ کا استقبال

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی کامیاب واپسی کی خبر سنی تو بہت خوش ہوئے۔ کبارِ مہاجرین و انصار صحابہ کو ساتھ لے کر شہر سے باہر نکلے اور فاتح لشکر کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ مسلمان اس کامیابی سے انتہائی خوش تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر کافی مالِ غنیمت لے کر جنگ سے واپس آئے تھے۔ مشہور مصری مورخ محمد حسین ہیکل اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ میں لکھتے ہیں کہ مستشرقین ہمیشہ اسلام کی عظمت کو گہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی ان مذموم حرکتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب ہیکل تحریر فرماتے ہیں:

متعصب مستشرقین

بعض مستشرقین نے اس مہم کی اہمیت کو گھٹانے اور اس کا شمار معمولی سرحدی جھڑپوں میں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، چنانچہ مستشرق 'فکا' جس نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopaedia of Islam) میں اسامہ کے متعلق مقالہ لکھا ہے، کہتا ہے: جنگ ہائے ارتداد کے دوران میں مسلمانوں کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا انھیں دیکھتے ہوئے اسامہ کی فتح یا بی مسلمانوں کی نظروں میں زبردست اہمیت حاصل کر گئی، حالانکہ اسامہ کی کامیابی کو اس کے سوا اور کوئی اہمیت حاصل نہ تھی کہ وہ بعد میں پیش آنے والی شامی لڑائیوں کی ابتدا ثابت ہوئی۔ اس مہم میں اسامہ کا کارنامہ صرف اس حد تک ہے کہ انھوں نے بعض قبائل پر اچانک حملہ کر دیا اور کسی بڑے رومی لشکر سے ڈبھیڑ ہوئے بغیر مالِ غنیمت لے کر واپس چلے آئے۔ اس کے باوجود مسلمانوں، باغی عربوں اور رومیوں --- تینوں فریقوں پر اس کا دور رس اثر پڑا۔ جب باغی اور مرتد قبائل نے لشکرِ اسامہ کی روانگی کی خبر سنی تو وہ کہنے لگے: اس لشکر کے بھیجنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان زبردست قوت

وطاقت کے مالک ہیں، اگر ان کے پاس قوت و طاقت نہ ہوتی تو وہ ہرگز ایسے موقع پر اس لشکر کو نہ بھیجتے، جب سارا عرب ان کے خلاف متحد ہو چکا تھا۔ (سیدنا حضرت ابوبکرؓ، محمد حسین ہیکل، طبع اول ۱۹۵۷ء، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ص ۱۲۳-۱۲۴)

لمع کاری اور حقیقت

بلاشبہ محقق محمد حسین ہیکل کی یہ تحریر اسلام دشمنوں کے مکروہ چہروں سے تحقیق اور غیر جانب داری کے لمع کا پردہ خوب چاک کرتی ہے۔ اس میں کوئی دو آرا نہیں ہو سکتیں کہ اس نوعمر اور بہادر سالار لشکر نے انتہائی پر آشوب حالات میں نہایت شاندار کامیابی حاصل کی اور یہ کامیابی محض کسی عرب قبائلی جنگ میں حاصل نہیں ہوئی بلکہ دنیا کی نام نہاد سپر طاقت، سلطنت روما کی حدود میں داخل ہو کر حاصل کی گئی۔ اس جنگ کی کامیابی سے ہر قل بھی لرز اٹھا۔ اس کا تذکرہ تاریخ میں تفصیلاً موجود ہے۔

مرعوبیت کا مرض

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر مرعوب ذہنیت کے حامل، خود ساختہ محققین، متعصب مستشرقین سے متاثر ہو کر خامہ فرسائی کرنے لگتے ہیں۔ کوئی حرج کی بات نہیں کہ آپ ہر ایک کے خیالات و افکار سے استفادہ کریں، مگر آنکھیں بند کر کے اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دینا نہ تحقیق ہے نہ عقل مندی۔ ہمیں محمد حسین ہیکل کی بعض آرا سے اختلاف ہو سکتا ہے، مگر ان کی مندرجہ بالا رائے صحیح معنوں میں ایک مستند مورخ اور ایک ثقہ محقق کا ناقدانہ موقف ہے۔

عظمت صحابہؓ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ دونوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے۔ ان کا لقب ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کے درمیان حب رسول اللہ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب) تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اگرچہ جنگ پر جانے سے خلیفہ رسول کے ارشاد پر مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ خود کو لشکر اسامہ کا ایک سپاہی سمجھتے تھے۔

بعد کے ادوار میں جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ملتے تو انھیں امیر کہہ کر خطاب کرتے: کان عمر لا یلقاہ بعد ذلک الا قال: السلام علیک ایہا الامیر۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ملے، مگر ان الفاظ کے ساتھ کہ اے امیر آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ اس قول حکیمانہ میں خلیفہ راشد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کتنی عظمت اور انکسار مومنانہ ہے! عظمت صحابہ زندہ و پابندہ باد! (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۰)

سنت نبوی کا اتباع

خلیفہ رسول کی معیت میں فاتح لشکر مدینہ میں داخل ہوا تو سپہ سالار اپنے ساتھیوں سمیت سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ وہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام عرض کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق مسجد میں دو رکعت نفل ادا کیے۔ اس کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ساتھی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اس جنگ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ قیصر روم ہرقل اس وقت شام کے شہر حمص میں تھا۔ اسے جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو بہت گھبرایا۔ پھر اس نے اپنے لشکروں کو تیار ہونے کا حکم دیا، جن سے اسی سرزمین پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فیصلہ کن جنگیں ہوئیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے مطابق یہ نام نہاد سپر طاقت زوال پذیر ہو گئی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۹۹-۱۹۲، البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۰۶-۱۳۰۷، سیرت ابن ہشام، القسم ثانی، ص ۶۴۱-۶۴۲، المغازی للواقدی، ج ۳، ص ۱۱۱۷-۱۱۲۲)



باب پنجم

مرتدین اور مانعین زکوٰۃ

مرتدین کے خلاف جہاد

فتنہ ارتداد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بہت سے اعرابی قبائل مرتد ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی سے منافقین موجود تھے، وہ بھی اپنی خباثتوں پر اتر آئے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد امت کا شیرازہ بکھر جائے گا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بے بس ہو کر رہ جائیں گے۔ بظاہر حالات بھی ایسے ہی تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ یہ وعدہ فرما رکھا ہے: **إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ** (المومن ۴۰: ۵۱) یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں، اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

اہل ایمان کی نصرت

اسی طرح سورۃ الروم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاذْتَقَنَّا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۗ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ** (الروم ۳۰: ۴۷) اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے۔ پھر جنہوں نے جرم کیا ان سے ہم نے انتقام لیا اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہل ایمان کو اللہ کی نصرت پر یقین تھا۔ قرآن عظیم الشان پر

ان کی نظر سب سے زیادہ گہری اور ان کا فہم سب سے اعلیٰ وارفع تھا۔ اس کا اظہار و اعتراف خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہا کیا جن کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کی رائے وحی ربانی کے مطابق ہوتی تھی اور وحی ربانی ان کی رائے کی تائید کرتی تھی: كَانَ رَأْيُهُ مَوَافِقًا بِالْوَحْيِ وَالْكِتَابِ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس نازک موقع پر پورا قرآن تھا۔ انھیں اللہ کے وعدے پر یقین کامل تھا۔ اللہ کا ارشاد ہے: وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ○ (العنكبوت ۲۹: ۶۹) جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکو کاروں ہی کے ساتھ ہے۔

قائد المحسنين

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خود محسن ہی نہیں، قائد المحسنين تھے۔ ان کی قائدانہ صلاحیتیں اور جرأت و استقامت واقعی اس پائے کی تھی کہ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق وہی ادا کر سکتے تھے۔ لشکر اسامہ کے چلے جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی جرأت مندی کے ساتھ آغاز میں خود فوجی دستوں کی کمان سنبھالی اور کئی قبائل کو عبرت ناک سبق سکھایا۔ علامہ ابن کثیر نے ان قبائل کے نام لکھے ہیں۔ ان میں بنو عبس، بنو مرہ، بنو بیدان اور بنو کنانہ کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ ابن کثیر اور دیگر مورخین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو قرآن پاک کی ایک آیت کو اپنے باطل موقف کی حمایت میں پیش کیا۔ یہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۳ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جُذِّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّى عَلَيْهِمْ ۗ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَبِيغٌ عَلَيْهِمْ ○ (التوبہ ۹: ۱۰۳) اے نبی! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انھیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو، کیونکہ تمہاری دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہوگی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یہ منکرین اس آیت سے یہ منطوق نکالتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تو ہمارے لیے وجہ تسکین ہوتی تھی۔ اس لیے ہم ان کو زکوٰۃ دیتے تھے۔ ان کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں جس کی دعا ہمارے لیے وجہ تسکین بن سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب شیطان کسی شخص کو گمراہ

کرتا ہے تو پھر وہ قرآن و سنت کے حوالے دے کر بھی گمراہی کا راستہ ہی اپناتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی واضح طور پر حکم دیا ہے: **بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ** (متفق علیہ)۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) اللہ وحدہ لا شریک کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار اور شہادت، (۲) اقامت صلوٰۃ، (۳) زکوٰۃ کی ادائیگی، (۴) حج بیت اللہ، (۵) صوم رمضان۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے: البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۱۰-۱۳۱۲)

حفاظتی تدابیر

ان حالات میں جب کئی قبائل نے مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنائے تو خلیفہ رسول نے مدینہ کی طرف آنے والے تمام راستوں پر چاق و چوبند محافظ مقرر کیے، جو کوئی بھی مدینہ کی طرف بری نیت سے آتا یہ اس کو دبوچ لیتے۔ ان حفاظتی دستوں کے سالاروں میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے کبار صحابہ کرام کے نام ملتے ہیں۔

ابن کثیر البداية والنهاية میں قاسم بن محمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قبیلہ اسد، غطفان اور طے کے لوگوں نے طلحہ اسدی کو اپنا لیڈر مان لیا۔ اسی عرصے میں ان قبائل نے مدینہ پر غارت گری کا پروگرام بنایا۔ آدھے جنگجو ذی حسی کے مقام پر چھوڑے گئے تاکہ وہ پیچھے سے ان کی مدد کے لیے آجائیں۔ محافظوں نے خلیفہ رسول کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ نے پیغام بھیجا کہ کوئی فکر نہ کرو، اپنی جگہ ڈٹے رہو۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں موجود اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے، اونٹوں پر سوار ہوئے اور ان غارت گروں کو مار بھگایا۔ پھر ذی حسی کے

مقام تک ان کا تعاقب کیا اور سب کو شکست سے دوچار کر دیا۔

خليفة رسول کی پیش قدمی

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، بنو عبس، بنو مرہ، بنو ذبیان اور بنو کنانہ کے باغیوں کے خلاف بھی لشکر لے کر نکلے۔ یہ سب لوگ مدینہ کے ارد گرد ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اس مرتبہ ان قبائل نے ایک چال چلی اور وہ یہ تھی کہ جب شکست کھا کر بھاگے تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے، جہاں ان کے ساتھیوں نے آگ جلا رکھی تھی۔ انہوں نے آگ پہاڑوں سے نیچے کی طرف پھینکنا شروع کی۔ صحابہ کرام کے اونٹ اچانک اس آگ کو دیکھ کر بدک گئے اور منتشر ہو گئے۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنے ساتھیوں کو مجتمع کر لیا اور رات کے پچھلے حصے میں خود کمان کرتے ہوئے دشمن کی طرف چل پڑے۔ میمنہ پر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور میسرہ پر ان کے بھائی عبداللہ بن مقرن رضی اللہ عنہ اور پچھلے حصے پر ان کے تیسرے بھائی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ تینوں بھائی بڑے جانباز اور جنگجو تھے۔

عظیم فتح

اس مرتبہ مسلمانوں نے دشمن کو پہاڑوں کے اوپر جالیا اور ایسا زوردار حملہ کیا کہ طلیحہ اسدی کا بیٹا حبال بن طلیحہ جو ان کی کمان کر رہا تھا پہلے ہلے ہی میں قتل ہو گیا۔ ان کی سواریاں اور دوسرا مال مسلمانوں کو غنیمت میں ملا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھاگتے ہوئے دشمن کا ذوالقصد تک تعاقب کیا۔ یہ عظیم فتح تھی جس سے دشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور مدینہ کے اطراف میں جمع ہونے والے دشمن رسوا اور ذلیل ہو کر رہ گئے۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۱۱-۱۳۱۲)

شکست خوردہ مرتدین کی خباثت

اس ذلت امیز شکست کے بعد بنو ذبیان اور بنو عبس کے مرتدین نے اپنے قبیلے کے اندر

ان تمام لوگوں کو شہید کر دیا جو اپنے اسلام پر قائم تھے۔ یہ مردانگی نہیں خباثت تھی۔ نہتے اور پر امن لوگوں کو اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے تہ تیغ کر دینا انتہا درجے کی درندگی ہے۔ اس سفاکی کا علم ہونے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ وہ ہر اس قبیلے کے ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے مسلمانوں کو ناحق قتل کیا ہے اور بعد میں انہوں نے اپنے اس عہد کو پورا بھی کیا۔

گیارہ جنگی دستے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی حفاظت و دفاع کے لیے اس جرأت مندانہ پیش قدمی اور حکیمانہ پیش بندی کے ساتھ ایک بڑا جرأت مندانہ فیصلہ یہ کیا کہ جہاں جہاں فتنہ ارتداد نے سراٹھایا وہاں فوج کشی کا فیصلہ فرمایا۔ تاریخ میں اس حوالے سے گیارہ لشکروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ہر لشکر کا سپہ سالار بہادر اور تجربہ کار صحابی کو مقرر کیا گیا۔ خلیفہ رسولؐ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اپنے ہاتھ سے ہر ایک کا الگ الگ جھنڈا باندھا اور ان سپہ سالاروں کو زبانی ہدایات کے علاوہ تحریری ہدایات بھی دیں۔ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر ذوالقصدہ کے مقام پر ان دستوں کی تشکیل ہوئی اور وہیں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ فرمایا اور ان سب کی روانگی کے بعد واپس مدینہ تشریف لائے۔ گیارہ سپہ سالاروں کے نام درج ذیل ہیں:

کمانڈروں کے نام اور ذمہ داریاں

- ۱۔ حضرت خالد بن ولید، سیف اللہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔ ان کو حکم دیا گیا کہ پہلے بڑا خہ جا کر طلحہ بن خویلد اسدی سے نبرد آزما ہوں۔ اس کے بعد مالک بن نویرہ کی سرکوبی کریں۔
- ۲۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن ہشام۔۔۔۔۔ ان کو حکم دیا گیا کہ یمامہ جا کر مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ کی سرکوبی کریں۔
- ۳۔ حضرت شُرْحَبِیل بن حَسَنہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔ انہیں حکم دیا گیا کہ پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی

مدد کے لیے بنو حنیفہ کی طرف جائیں اور مسیلمہ کذاب کی سرکوبی سے فارغ ہو کر کندہ اور حضرت موت کے مرتدوں کی سرکوبی کریں۔

۴۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ انھیں اسود عنسی کے پیروؤں کی سرکوبی کے لیے صنعا جانے کا حکم دیا گیا۔

۵۔ حضرت حذیفہ بن محسن رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ انھیں عمان جا کر مرتدین دبا کر مغلوب کرنے کا حکم دیا گیا۔

۶۔ حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ انھیں یمن جا کر اہل تہامہ (یمن کے نشیبی علاقے کے مرتدین) سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔

۷۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ انھیں عرب و شام کی سرحد کے قریب آباد بنو قضاہ وغیرہ کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔

۸۔ حضرت عرفجہ بن ہرثمہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ انھیں اہل مہرہ کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن ابی محسن رضی اللہ عنہ کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں۔ جب عمان میں ہوں تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور جب مہرہ میں ہوں تو عرفجہ امیر ہوں گے۔

۹۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ انھیں ملک شام کی سرحد کی طرف حضرت عمرو بن العاص سے بھی اگلے مورچوں پر بھیجا گیا۔

۱۰۔ حضرت طریفہ بن حاجر رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ انھیں بنو سلیم اور بنو ہوازن کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔

۱۱۔ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ انھیں بحرین کے مرتدوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔



تحریری حکم نامے

سپہ سالاروں کو ہدایات

اس موقع پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو تحریری حکم نامے تیار کیے۔ پہلا حکم نامہ اپنے سالاروں کے لیے تھا کہ وہ حملہ کرنے سے پہلے اسے مجمع عام میں پڑھ کر سنائیں۔ اگر لوگ اطاعت کے لیے آمادہ ہو جائیں تو بغیر جنگ کیے ان سے معاملات طے کر لیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو پھر باقاعدہ اعلان جنگ کر کے ان پر حملہ کریں۔ یہ حکم نامہ سالاروں کے علاوہ اپنے خاص مقرر کردہ نامہ برداروں کو بھی عطا فرمایا اور حکم دیا کہ وہ لشکر کے آگے آگے چلیں اور متعلقہ مقام اور قبیلے کے پاس پہنچ کر وہی ان کو حکم نامہ سنائیں۔ سپہ سالاروں کے لیے لکھا گیا خط:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ابو بکر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے --- کے نام (ہر سپہ سالار کا نام الگ الگ لکھا گیا) جسے مرتدین سے لڑنے والی فوج کا امیر بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ یہ منصب اس کو اس شرط پر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں ظاہر و باطن حتی الامکان اللہ سے ڈرتا رہے گا اور اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ دین حق کے اس کام میں جدوجہد کرے اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی ہے اور اسلام سے منحرف ہو کر شیطان سے امیدیں باندھی ہیں ان سے لڑے۔ اتمام حجت کے لیے پہلے ان کو اسلام کی طرف بلائے اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے ہاتھ روک لے اور اگر قبول نہ کریں تو فوراً ان پر یلغار کر دے یہاں تک کہ وہ پھر اسلام لے آئیں۔ پھر ان پر اسلام کے جو حقوق و فرائض ہیں وہ انھیں بتائے جائیں اور ان کے جو حقوق اسلام پر ہیں ان

سے ان کو آگاہ کیا جائے۔ پھر ان پر جو حقوق واجب ہیں وہ ان سے وصول کرے اور ان کے جو حقوق ہیں وہ ان کو دے۔ اس میں کسی قسم کی رورعایت نہ کرے، نہ مسلمانوں کو اسلام کے دشمنوں سے لڑنے سے روکے۔

پھر جو خدائے عزوجل کے حکم کو مانے اور اس کا اقرار کرے تو اس کے اقرار کو تسلیم کر لیا جائے اور اچھی طرح اس کی اعانت کی جائے اور جس نے اللہ کے ہاں سے آئی ہوئی شریعت کا اقرار کر کے پھر انکار کیا اس سے ضرور جنگ کی جائے لیکن وہ جب اسلام کی دعوت قبول کر لے اور اس کے بعد اپنے دل میں کچھ پوشیدہ نہ رکھے تو اس پر ہماری طرف سے کچھ مواخذہ نہیں۔ اس کا محاسب اللہ تعالیٰ ہے البتہ جو شخص علانیہ طور پر اسلام کی دعوت رد کر دے، اس سے جنگ کی جائے اور اسے ذلت سے قتل کیا جائے۔ چاہے وہ کہیں ہو اور کہیں بھاگ کر جائے۔ اسلام لانے کے سوا اس کی کوئی دوسری شرط قبول نہ کی جائے۔ جو شخص اسلام کی دعوت قبول کر لے تو اس کے اقرار کو تسلیم کر لیا جائے اور اس کی مدد کی جائے اور جو شخص انکار کرے اس سے جنگ کی جائے۔ پس اگر خدائے عزوجل غلبہ دے تو ہتھیار سے یا آگ سے جس طرح ہو، اللہ کے باغیوں کو ہلاک کر ڈالا جائے اور اللہ تعالیٰ جو مال غنیمت دلائے اس میں سے پانچواں حصہ میرے پاس بیت المال میں بھیج کر باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

امیر کو لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو جلد بازی اور باہمی جھگڑے سے باز رکھے۔ کسی غیر اور اجنبی شخص کو جسے مسلمان جانتے پہچانتے نہ ہوں مسلمانوں میں نہ آنے دے اس لیے کہ ممکن ہے وہ دشمن کا جاسوس ہو۔ سفر اور قیام میں مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور میانہ روی اختیار کرے۔ ان کی خبر گیری کرتا رہے۔ ان کے ساتھ خود بھی حسن سلوک اور نرم گفتاری سے پیش آئے اور ان کو دوسروں کے ساتھ بھی ایسا ہی طرز عمل اختیار کرنے کی ہدایت کرتا رہے۔

دوسرا حکم تحریری حکم نامہ بنام مرتدین و باغیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ مکتوب ابو بکر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان تمام خاص و عام لوگوں کے نام ہے جن کے پاس یہ خط پہنچے خواہ وہ اسلام پر قائم ہوں یا اس سے پھر گئے ہوں۔ سلامتی ہو ان پر جنہوں نے ہدایت کی پیروی کی اور ہدایت پانے کے بعد ضلالت اور گمراہی اختیار نہیں کی۔ میں تمہارے سامنے اس معبود حقیقی کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ہم ان تمام چیزوں کا اقرار کرتے ہیں جو آپؐ لے کر آئے اور جو شخص اس سے انکار کرے ہم اسے کافر سمجھتے ہیں اور اس سے جہاد کریں گے۔

تکمیل رسالت

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جانب سے حق کے ساتھ مخلوق کے لیے بشیر و نذیر اور سراج منیر بنا کر بھیجا، تا کہ جو لوگ زندہ ہیں ان کو اللہ کا خوف دلائیں اور منکرین پر اللہ کی حجت تمام کر دیں۔ اللہ نے جس کو توفیق دی اس نے دین حق کو بخوشی قبول کر لیا اور جس نے انکار کیا اور اسلام کے خلاف ہتھیار اٹھائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اچھی طرح سزا دی۔ یہاں تک کہ وہ خوشی سے یا بادل نخواستہ اسلام لے آیا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کو اپنے پاس بلا لیا، مگر آپؐ اللہ کے حکم کو پوری طرح نافذ کر چکے تھے اور جو کچھ آپؐ پر فرض تھا اس کو آپؐ نے اپنی رحلت سے قبل مکمل فرما دیا تھا۔ اللہ نے آپؐ کی وفات کی اطلاع خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی کتاب میں دے دی تھی۔

اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ ﴿الزمر ۳۹: ۳۰﴾ [اے نبی!] تمہیں بھی موت کی وادی میں اترنا ہے اور ان لوگوں کو

بھی مرنا ہے۔ نیز فرمایا: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنَّ مَتَّ فَهَمُ الْخُلْدُونَ ○ (الانبیاء: ۲۱: ۳۴) اور اے نبیؐ، ہمیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لیے نہیں رکھی ہے، تو تم وفات پا گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟ اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر مزید فرمایا: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَكُنْ يَضُرَّ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ○ (آل عمران ۳: ۱۴۴) محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ (اللہ کے) ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم لوگ اٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔

الْحَيُّ الْقَيُّومُ خَالِقُ كَانَات

پس جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے تھے ان کو جان لینا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے تھے تو اللہ ان کا نگران ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے نہ اسے موت ہے اور نہ اسے اونگھ اور نیند آتی ہے۔ وہ اپنے امر کا محافظ ہے اور اپنے دشمن سے پورا پورا انتقام لینے والا ہے۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ جو انعامات ربانی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس سے اپنا حصہ حاصل کرو۔ اللہ کے دین پر مضبوطی سے قائم رہو۔ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا وہ بالکل گمراہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ (الکہف: ۱۸: ۱۷) جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لیے تم کوئی ولی مرشد نہیں پاسکتے۔

روشنی سے اندھیروں کی طرف

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے لوگ اسلام لائے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد اس سے روگردان ہو گئے۔ ان کو یہ جسارت اس لیے ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق غلط اندازہ قائم کیا اور شیطان کے بہکاوے اور جال میں آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّا اِبْلِیْسَ ۗ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۗ اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَ ذُرِّیَّتَہٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ۗ بِئْسَ لِلظَّالِمِیْنَ بَدَلًا ۝ (الکہف: ۱۸: ۵۰) یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی ذریت کو اپنا سرپرست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی برا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہٗ عَدُوًّا ۗ اِنَّہٗ یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لَیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝ (الفاطر ۳۵: ۶) درحقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیروں کو اپنی راہ پر اس لیے بلا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔ میں نے فلاں شخص کو مہاجرین، انصار اور تابعین باحسان کی جماعت کا (سالار لشکر) بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ جب تک وہ اللہ کا پیغام تم تک نہ پہنچادیں اور اتمام حجت نہ کر پائیں تو نہ کسی سے جنگ کریں اور نہ کسی کو قتل کریں۔

پیش کش اور تنبیہ

پس تم میں سے جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے گا اور ان کے کہنے کو مانے گا اور اپنی سرکشی سے باز آ جائے گا اور نیک عمل کرے گا، اس کے قبول حق کو تسلیم کر لیا جائے گا اور اس کی ہر طرح مدد کی جائے گی اور جو شخص انکار کرے گا، اس کے متعلق میں نے حکم دیا ہے کہ اس

سے جنگ کی جائے اور جو قابو میں آجائے تو اس کو حالات کے مطابق عقوبت میں مبتلا کر دیا جائے یا قتل کر کے ختم کر دیا جائے اور اس کے اہل و عیال کو غلام بنا لیا جائے اور اسلام کے سوا کسی بات کو قبول نہ کیا جائے۔ پس جو شخص میرے نمائندے کی بات مان کر اسلام کا اتباع کرے اس کے لیے بہتر ہے اور جو انکار (نافرمانی) کرے اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ خدا کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے قاصد کو ہدایت کی ہے کہ وہ تمہارے مجمع میں میرے فرمان کو سنادے اور تم کو اذان کی طرف بلائے۔ پس مسلمانوں کی اذان سن کر جو لوگ اذان دیں گے، مسلمان ان کی جان اور مال کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں گے اور جو لوگ اذان نہ دیں گے، ان سے اس کی وجہ دریافت کریں گے۔ اگر وہ اس کی معقول وجہ بیان نہ کریں گے تو مسلمان بلا پس و پیش ان سے لڑیں گے اور اگر وہ کوئی معقول وجہ بیان کریں گے تو اسے قبول کر لیں گے اور ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ میں نے اپنے نامہ بروں کو ہدایت کی ہے کہ میری یہ تحریر تم لوگوں کو ہر مجمع میں پڑھ کر سنائی جائے۔ (تاریخ طبری، جز ثالث، مطبع دارالمعارف، مصر، ص ۲۴۹-۲۵۲)



ام زل کی بغاوت اور اس کا انجام

خوب صورتی فتنہ بن گئی

ام زل ایک خاتون تھی جو قبیلہ فزارہ سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ بنوفزارہ کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئی۔ اس کا نام سلمیٰ اور اس کی ماں کا نام ام قرفہ فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر تھا۔ بنوفزارہ ایک بڑا قبیلہ تھا، جو عرب کے شمال مشرقی حصے میں آباد تھا۔ اونٹ اور بھیڑ بکری بڑی تعداد میں ان کی ملکیت میں تھے۔ اس کے علاوہ ان کے باغات اور فصلیں بھی خوب پیداوار دیتی تھیں۔ اس قبیلے کے لوگوں نے اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً خروج کی کوشش کی۔ جنگ خندق میں بھی قریش کے ساتھ مل کر انھوں نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا۔ ام زل کے بارے میں مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف کینہ و عداوت بھری ہوئی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں ام قرفہ کو مدینہ میں قتل کیا گیا تھا۔ اس کے قتل کا واقعہ بھی دل چسپ اور عبرت ناک ہے۔ ام قرفہ اپنی بیٹی سے بھی زیادہ خوب صورت اور ذہین خاتون تھی۔ حسن و جمال بھی اللہ کی عطا ہے۔ اگر انسان سنت رسول کے مطابق اپنے حسن صورت پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اس سے حسن سیرت بھی طلب کرے تو اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔ اگر انسان کا طرز عمل اس کے برعکس ہو تو پھر یہ حسن و جمال انسان کی تباہی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ!

شہدائے وادی القریٰ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بنوفزارہ کی طرف بھیجے گئے تھے۔ وادی القریٰ میں بنوفزارہ کے ساتھ ان کا آنا سامنا ہوا اس موقع پر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے

ساتھ بہت تھوڑے سے لوگ تھے، جبکہ بنوفزارہ بڑی تعداد میں تھے اور سب مسلح تھے۔ تمام صحابہ یہاں شہید ہو گئے، خود حضرت زید کو بھی گہرا زخم لگا، مگر وہ زخمی حالت میں ان کے ہاتھوں گرفتار ہونے کی بجائے مدینہ واپس پہنچ گئے۔ بنوفزارہ کی قیادت مردوں کے علاوہ ام قرفہ فاطمہ بنت بدر نے بھی کی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری رپورٹ دی تو آپ کو اس واقعہ سے سخت افسوس ہوا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے زخم جب مندمل ہو گئے اور وہ ہتھیار اٹھانے کے قابل ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی کی سربراہی میں ایک اور مہم بنوفزارہ کی طرف روانہ کی۔

شہدا کا بدلہ

اس مرتبہ مسلمان پوری طرح دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے۔ بنوفزارہ کو عبرت ناک شکست ہوئی اور ان کے بہت سے جنگجو قتل ہوئے اور باقیوں نے راہ فرار اختیار کی۔ بہت سارے لوگ گرفتار ہوئے جو جنگی قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے۔ ان میں ام قرفہ اور اس کی بیٹی ام زمل بھی تھی۔ ام قرفہ کے جرائم بہت زیادہ تھے۔ اس لیے ان جرائم کی پاداش میں اسے قتل کر دیا گیا، جبکہ ام زمل کو لونڈی بنا لیا گیا۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آئی۔ کچھ عرصہ بعد ام المومنین نے اسے آزاد کر دیا۔ جب یہ آزادی کے بعد اپنے قبیلے میں واپس گئی تو اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حسن سلوک کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اسلام کے خلاف بہت زہرا گلا اور اعلان کیا کہ اپنی ماں کے خون کا بدلہ لیے بغیر وہ چین سے نہیں بیٹھے گی۔ حالات موافق نہیں تھے، اس لیے وہ اندر ہی اندر تیاری بھی کرتی رہی اور اس انتظار میں تھی کہ اسے کب موقع ملے اور وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائے۔

نمک حرامی کا انجام

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اس کے لیے یہ موقع نکل آیا۔ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے، مگر خدا سے پھرے ہوئے لوگ کب اس حقیقت کا ادراک کرتے ہیں۔ ایسے نمک

حرام برے انجام سے بھی جلد ہم کنار ہو جاتے ہیں۔ ام زمل چونکہ ایک خوب صورت، چرب زبان اور ہوشیار عورت تھی اس لیے اس نے عرب میں پھیل جانے والی عمومی بغاوت وارتداد کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور کافی لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ طلحہ بن خویلد کی شکست کے بعد بہت سارے لوگوں نے تو اسلامی ریاست کی اطاعت قبول کر لی اور دوبارہ داخل اسلام ہوئے، جبکہ طلحہ کے بعض ساتھیوں اور کئی دیگر قبائل کے لوگوں نے ام زمل کے جھنڈے تلے مجتمع ہو کر قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ بہت سارے عرب قبائل نے ارتداد کا راستہ اپنایا تو اس کے قبیلے کے اندر بھی یہ فتنہ پھیلا۔ اس نے بنوفزارہ کے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اس کا والد مالک بن حدیفہ بنوفزارہ کا سردار تھا، جبکہ مشہور سردار عیینہ بن حصن اس کے چچا کا بیٹا تھا۔ اس کے بھائی بھی قبیلے میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ

مورخین لکھتے ہیں ام زمل کے پاس ایک سدھایا ہوا اونٹ تھا جو اس سے پہلے کئی جنگوں میں استعمال ہوتا رہا تھا۔ یہ اونٹ اسے اپنی ماں سے ملا تھا اسی اونٹ پر سوار ہو کر اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر جنگ لڑی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مختلف مقامات پر کئی قبائل کو شکست دے چکے تھے۔ ان سے شکست کھانے والے تمام لوگ ام زمل سے امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ چنانچہ اس کے گرد ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔ جب یہ لشکر جنگ کی تیاریاں کر رہا تھا اس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ بزائخہ میں خیمہ زن تھے۔ جب انھیں اطلاع ملی کہ بنوفزارہ پھر جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ بزائخہ سے ان کی طرف لپکے۔ دونوں فوجوں کے درمیان بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ام زمل اپنے اونٹ پر سوار تھی اور اس کے گرد سو بہادر جنگجو اپنے اونٹوں پر سوار اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ ام زمل کی آواز میں جادو تھا اور وہ بلا کی شعلہ نوا خطیب تھی۔ مقفیٰ و سجع فقرے بول کر فوج کا حوصلہ بڑھاتی رہی جس کے نتیجے میں اس کی فوج بڑی بے جگری سے لڑی۔

فتنہ کا خاتمہ

لڑائی کے دوران مجاہدین ام زمل کی طرف یلغار کرتے، مگر اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے جنگجو انہیں پسپا کر دیتے۔ آخر انہوں نے ایک ایک کر کے ان محافظوں کو قتل کیا اور ام زمل کے اونٹ تک پہنچ گئے۔ ایک صحابی نے بڑی پھرتی سے ام زمل کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں، جس کے نتیجے میں ام زمل اونٹ سے نیچے گر گئی۔ پھر انہوں نے ایک ہی وار سے اسے قتل کر دیا۔ ام زمل کے لشکریوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ان پر بدحواسی اور گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ وہ اپنی جانیں بچانے کے لیے میدان جنگ سے بھاگے۔ یوں ام زمل کا یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے زمین بوس ہو گیا۔ اس کا چچا زاد عیینہ بن حصن فزاری بعد میں توبہ تائب ہو کر پھر داخل اسلام ہو گیا۔ (ابو بکر، سیرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، از محمد حسین ہیکل، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ص ۱۹۴-۱۹۶)



بنو تمیم کا خروج

باوسائل قبیلہ

جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مشرق میں ایک بڑا قبیلہ بنو تمیم تھا۔ اس قبیلے کے لوگ بڑی خوبیوں کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ بہادری و فیاضی کے علاوہ خوب صورت شعر و شاعری اور فصاحت و بلاغت میں بھی ان کا پلہ بہت بھاری تھا۔ ہر دور میں ان کے شعرا و خطبا اپنے قبیلے کے مفاخر بیان کیا کرتے تھے۔ آبادی کے لحاظ سے بھی یہ قبیلہ بڑا تھا اور ان کے پاس وسیع قطععات اراضی اور چراگاہیں بھی تھیں۔ بنو حنظلہ، بنو مالک، بنو ربیع اور بنو دارم اسی قبیلے کی معروف شاخیں تھیں۔ بہت سارے صحابہ کا تعلق بھی ان قبائل سے تھا۔ اس قبیلے میں بت پرستی، آتش پرستی اور عیسائیت کے مذاہب پائے جاتے تھے۔ ان کی سرحدیں ایرانی سلطنت سے جا ملتی تھیں۔

حقیقی ایمان

فتح مکہ کے بعد جو وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں بنو تمیم قبیلے کے وفود بھی تھے۔ دراصل جزیرہ نمائے عرب میں قریش کی شکست کے بعد یہ سب قبائل فطری طور پر مدینہ کی اسلامی ریاست سے مرعوب ہو گئے اور اپنی وفاداری اور قبول اسلام کا اعلان کیا، مگر ان کی نہ تربیت ہوئی تھی نہ اسلام ان کے اندر ابھی تک پوری طرح داخل ہوا تھا۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے اسی جانب اشارہ کیا ہے: **قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ** (الحجرات ۱۴: ۲۰۹) یہ بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ ان سے

کہو، تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے۔ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری اختیار کر لو تو وہ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا، یقیناً اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔

بغاوت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی میں اس قبیلے کے غیر مسلموں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ایک فوج بھیجی تو یہ بامر مجبوری جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کی مختلف شاخوں میں اپنے نمائندے مقرر کیے جو وہاں کے مقامی امیر تھے۔ زیادہ تر یہ امر ان قبائل کے مسلمانوں ہی میں سے مقرر کیے گئے تھے۔ بنو ثعلبہ بن یربوع کا سردار مالک بن نوریہ (جس کا تذکرہ قدرے تفصیلاً آگے آئے گا) بھی انھی امر میں سے تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر اس علاقے میں پہنچی تو یہ قبائل دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ کچھ لوگ جو مخلص مسلمان تھے، انہوں نے کہا کہ ہم تو خلیفہ رسول کی اطاعت کریں گے، جبکہ اکثریت نے انکار کر دیا۔ اس کے نتیجے میں بہت سے مخلص مسلمان شہید بھی ہوئے، جس کی اطلاع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ بہت غم زدہ ہوئے اور انہوں نے عہد کیا کہ وہ ان قاتلوں سے مظلوم مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیں گے۔

مدعیہ نبوت

جب بنو تمیم بغاوت کا اعلان کر چکے تو ایک طالع آزمائے عورت سجاح بنت حارث بھی اس علاقے میں آ پہنچی۔ یہ عراق کے خطے الجزیرہ سے تعلق رکھتی تھی، جو قبیلہ بنو ثعلبہ کی چشم و چراغ تھی۔ یہ واحد خاتون ہے کہ جس نے دیگر جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ یہ اپنے قبیلے کی مشہور کاہنہ تھی۔ اس کے ساتھ بہت ذہین و شاطر بھی تھی۔ بنو تمیم کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر اس نے اس قبیلے میں اپنے نیچے گاڑ لیے۔ شروع میں تو بنو تمیم نے باہمی جنگ و قتال کے باوجود قبیلہ بنو ثعلبہ کی اس اجنبی عورت اور اس کے حامیوں کو پسندیدگی کی

نظر سے نہ دیکھا۔ لیکن سجاح نے بڑی ہوشیاری سے مالک بن نویرہ کو جو خود بھی انتہائی ذہین، خوب صورت، بہادر اور شعلہ نوا خطیب تھا اپنے شیشے میں اتار لیا۔ اس نے کہا: میرا ارادہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے کا نہیں ہے۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لیے آئی ہوں اور میرا ارادہ یہ ہے کہ تم جو مشورہ دو گے میں اس پر عمل کروں گی۔ اس پر مالک بن نویرہ نے اسے خوش آمدید کہا اور ساتھ ہی یہ تجویز پیش کی کہ وہ اس کے ساتھ مل کر مدینہ پر چڑھائی کرے۔ سجاح نے اس کی اس بات کو قبول کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا عزم جہاد

تھوڑے ہی عرصے کے بعد سجاح نے یمامہ کا رخ کیا اور وہاں مسیلمہ کذاب کے ساتھ معاملات طے کر لیے۔ نویرہ اور اس کی قوم کے لوگ بطاح میں مقیم تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزاحہ میں مرتدین اور باغیان اسلام کو شکست دے کر اس علاقے سے ان کا صفایا کر چکے تھے۔ اس دوران انہوں نے ارادہ کیا کہ اب بنو تمیم پر چڑھائی کی جائے۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں اس سے روکا اور کہا کہ امیر المؤمنین کا حکم یہی تھا کہ ہم بزاحہ کے باغیوں کا مقابلہ کریں، مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑے عزم کے ساتھ کہا کہ میں تمہارا امیر ہوں اور اسلام دشمنوں کا خاتمہ میری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ انصار کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ انصار نے پھر آپس میں مشورہ کیا اور طے پایا کہ واقعی اس جہاد سے پیچھے رہنا مناسب نہیں ہے۔ مالک بن نویرہ کے مقابلے پر ہمیں خالد رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا چاہیے۔ چنانچہ ایک قاصد کے ذریعے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کی تحسین کی اور انہیں تسلی ہو گئی کہ انصار بھی ان کی فوج میں شامل ہوں گے تو دشمن کا مقابلہ آسان ہو جائے گا۔ وہ انصار کے انتظار میں رک گئے۔ جب وہ آ پہنچے تو لشکر آگے روانہ ہوا۔

مالک بن نویرہ کی جنگی چال

مالک بن نویرہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر کی آمد کا پتا چلا تو اس نے ایک جنگی چال چلی۔

اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اے بنی یربوع! ہماری حالت اب ایسی ہے کہ ہم آنے والی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ جنگلوں، ٹیلوں، پہاڑوں اور وادیوں میں منتشر ہو جاؤ۔ جب خالد کی فوج یہاں پر پہنچے گی تو وہ سمجھیں گے کہ ہم ان کی اطاعت کر چکے ہیں۔ اس لیے یہاں ہمارا کوئی مسلح اکٹھا موجود نہیں ہے۔ اس منصوبے کے مطابق وہ خود بھی روپوش ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ مالک بن نویرہ کے قبیلے کا جو شخص بھی ملے اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے، جو قبول کر لیں ان سے کوئی باز پرس نہ کی جائے اور جو انکار کریں انھیں قتل کر دیا جائے۔

خلیفہ رسول کی ہدایات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہدایات دی تھیں کہ جس بستی میں جاؤ وہاں اذان پڑھو۔ اگر اہل بستی کی طرف سے بھی اذان کی آواز آئے تو سمجھو کہ وہ مسلمان ہیں۔ بعض روایات کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ بہر حال یہ ایک طویل بحث ہے جس پر قدیم مورخین نے بھی بہت کچھ لکھا ہے، مگر ہم اختصار کے ساتھ یہ واقعہ ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں۔

مالک بن نویرہ کی گرفتاری اور قتل

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ مالک بن نویرہ بہت قابل اور ذہین آدمی ہے۔ اس لیے انھوں نے حکم دیا کہ مختلف سمتوں میں چھوٹے چھوٹے دستے جائیں اور جہاں بھی مالک بن نویرہ ملے اسے گرفتار کر کے لے آئیں۔ چنانچہ مالک بن نویرہ چند ساتھیوں سمیت گرفتار ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اسے پیش کیا گیا تو دونوں کے درمیان سوال و جواب ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں نماز تو ادا کرتا ہوں لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کا میں قائل نہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ مالک بن نویرہ نے جواب دیا: ان صاحبکم کان یزعم ذلک۔ ہاں تمہارے صاحب [نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم] کا یہی خیال تھا۔ حضرت

خالد رضی اللہ عنہ کو اس جواب میں کھلی گستاخی نظر آئی۔ انہوں نے فرمایا: اھو صاحبنا ولیس بصاحبک؟ کیا وہ ہمارے صاحب تھے، تمہارے نہیں؟ (اشارہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا)۔ پھر آپ نے اس سے کہا کہ اگر زکوٰۃ دینے سے انکار کرو گے تو واجب القتل قرار پاؤ گے۔ مالک نے اس پر بھی عجیب جواب دیا۔ ابدلک امرک صاحبک؟ یعنی کیا تمہارے صاحب نے تمہیں یہی حکم دیا ہے؟ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کے لیے ضرار بن ازور کو حکم دیا: یا ضرارُ اِضْرِبْ عُنُقَهُ۔ اے ضرار اس کی گردن مار دو۔ چنانچہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۱)

مالک بن نویرہ کی بیوہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندگی بھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی وجہ سے ان سے ناراض رہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اول کے سامنے جا کر اپنی وضاحت پیش کی تو انہوں نے بھی اگرچہ ناراضی کا اظہار تو کیا تھا، تاہم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے عذر کو قبول کر کے انہیں معاف کر دیا۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ انہوں نے بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے سخت تنقید کی۔ مالک بن نویرہ کے قتل تک تو معاملہ اجتہادی نوعیت کا ہے، مگر اس سے اگلا جو مرحلہ ہے وہ قدرے پریشان کن ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی بیوہ ام تمیم بنت منہال سے نکاح کر لیا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ام تمیم سے عدت گزرنے سے پہلے ہی نکاح کر لیا، جب کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ نکاح اس وقت کیا جب وہ اپنی عدت پوری کر چکی تھی اور نکاح سے پہلے باقاعدہ اسے پیغام دیا، جسے ام تمیم نے قبول کر لیا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۳۱)

حضرت مہتمم بن نویرہ: ایک بھائی صحابی رسولؐ اور دوسرا مرتد
 مہتمم بن نویرہ مالک بن نویرہ کے بھائی تھے لیکن مالک جو حسین و جمیل تھا، کے برعکس ان کی
 شکل و صورت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ کسی جاہلی جنگ میں ان کی ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی تھی۔ ایک
 مرتبہ کسی عرب قبیلے نے چھاپہ مار کر مہتمم بن نویرہ کو گرفتار کر لیا اور اپنے ہاں لے جا کر رسیوں سے جکڑ
 دیا۔ مالک بن نویرہ کو اطلاع ملی تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اس قبیلے میں چلا گیا۔ لوگوں سے گھل مل کر
 باتیں کرتا رہا اور اس انداز سے ان کو بے حد متاثر کیا۔ وہ لوگ اس کی شخصیت سے مسحور ہو گئے۔ پھر
 جب ان کو بتایا کہ مہتمم میرا بھائی ہے، میں اس کو چھڑانے کے لیے آیا ہوں، تو انہوں نے بغیر کسی
 حیل و حجت اور فدیے کے مطالبے کے مہتمم کو چھوڑ دیا۔ مورخین کے مطابق مالک غیر معمولی
 صلاحیتوں اور ذہانت و فراست کا مالک تھا۔ اس کے ساتھ از حد وجیہہ اور بارعب شخصیت بھی رکھتا
 تھا۔ اس کے بھائی حضرت مہتمم اگرچہ ظاہری حسن و جمال نہیں رکھتے تھے، مگر ذہانت میں ان کی بھی
 کئی مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں۔ پھر یہ مقام تو بہت ہی بلند ہے کہ وہ درجہ صحابیت پر فائز تھے اور
 فتنے میں مبتلا ہونے کی بجائے اسلام پر ثابت قدم بھی رہے۔

فطری صدمہ

اوپر بیان کردہ واقعہ اسیری و رہائی کی طرح ایک مرتبہ بنو تغلب کے لوگوں نے بھی مہتمم کو قید
 کر لیا تھا۔ ان کے پاس بھی جب مالک پہنچا اور گفتگو کی تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ اس کے بھائی کو
 عزت و احترام کے ساتھ اس کے سپرد کر دیا۔ دونوں بھائیوں میں بے پناہ محبت تھی۔ ظاہری لحاظ
 سے دونوں میں کافی فرق تھا۔ دنیوی حسن و خوبصورتی میں مالک بہت فائق تھا لیکن باطنی لحاظ
 سے مہتمم بہت بلند و بالا شان کے مالک ہیں، کیونکہ فتنوں کے باوجود اللہ نے انہیں ایمان پر ثابت
 قدمی بخشی اور وہ صحابہ کی صف میں شامل رہے۔ انہیں بھی اس بات کا گلا تھا کہ ان کے بھائی کو قتل
 کرنے میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے عجلت از زیادتی کی ہے۔ تاہم وہ سمجھتے تھے کہ ان کے بھائی
 کے قتل کا جواز موجود تھا۔ فطری صدمہ جو اتنے قابل بھائی کے قتل پر ہو سکتا تھا وہ تو ان کے اندر

زندگی کے آخری دم تک موجود رہا لیکن خود انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ان کا بھائی جاہلی موت مرا ہے۔

کلامِ دردناک و اثر انگیز

حضرت متمم بن نویرہ نے تعلقاتِ اخوی کے تحت اپنے بھائی کے لیے جذبات میں ڈوبے ہوئے مرثیے لکھے، جنہیں سن کر ہر شخص اشک بار ہو جایا کرتا تھا۔ تواریخ میں بہت طویل مرثیے لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ ایک مرثیے میں وہ کہتے ہیں:

وَ كُنَّا كَنَدْمَانِي جُذَيْمَةَ بُرْهَةً
مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَّصِدَّعَا
وَعِشْنَا بِخَيْرٍ مَا حَيَّنَا وَقَبَلْنَا
أَبَادَ المَنَايَا قَوْمَ كِسْرَى وَتُبَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَانِي وَمَالِكَا
لِطَوِيلِ اجْتِمَاعِ لَمْ نَبْتَ لَيْلَةً مَعَا

ہم طویل عرصہ بنو جذیمہ کے دوے نوش ساتھیوں کی طرح ایک ساتھ رہے۔ (ہم ایک دوسرے سے کبھی پچھڑے ہی نہ تھے) یہاں تک کہ یہ زبان زد عام ہو گیا کہ (یہ دونوں بھائی) کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ ہم جب تک زندہ رہے خیریت سے رہے، مگر موت سے کس کو رستگاری ہے۔ ہم سے پہلے موت نے کسریٰ اور تیج کی قوموں کو بھی ہلاک کر دیا تھا۔ جب ہمارے درمیان جدائی ہو گئی تو ہائے افسوس یوں لگا جیسے میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے بسر نہیں کی۔

ایک اور مرثیے میں متمم نے اپنے درد و حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

لَقَدْ لَأْمَنِي عِنْدَ القُبُورِ عَلَى البُكََا
رَفِيقِي لِتَذْرَافِ الدَّمُوعِ السَّوَاْفِكِ
وَ قَالَ أَتَبِكِي كُلَّ قَبْرِ رَأَيْتَهُ

لَقَبِرِ ثَوَى بَيْنَ اللَّوَى فَالِدَكَادِكِ
فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ الْأَسَى يَبْعَثُ الْأَسَى
فَدَعْنِي فَهَذَا كُلُّهُ قَبْرُ مَالِكِ

میرے دوست نے مجھے ملامت کی کہ میں جس قبر کو بھی دیکھتا ہوں بے ساختہ اور زار و قطار رونا شروع کر دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا کیا دنیا کی ہر قبر پر تو یونہی آنسو بہائے گا، اس ایک قبر کی خاطر جو لوئی اور دکادک کے درمیان (ویران پڑی ہے)؟ میں نے اس سے کہا (کم عقل تجھے کیا معلوم) غم کی ہر چوٹ اس صدمے کا ہر منظر اور اصل غم کو تازہ کر دیتی ہے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کرۂ ارض پر ہر قبر مجھے مالک کی قبر نظر آتی ہے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۱۷-۱۳۱۸)

دو عظیم بھائی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متمم سے اس کے بھائی کے مرثیے سنے تو بہت متاثر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی صحابی تھے اور دونوں بھائیوں کے درمیان مثالی محبت تھی۔ دونوں کا بڑا مقام و مرتبہ ہے اور دونوں شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ ایک کو محرابِ رسول میں شہادت نصیب ہوئی، جبکہ دوسرے ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت پر قربان ہو گئے۔ جنگ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ اپنی زرہ ان کو دے دیں، مگر انہوں نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! جس طرح تمہیں اپنے لیے شہادت عزیز ہے اور یہ بات بھی کہ تمہارا بھائی محفوظ رہے، اسی طرح میں بھی شہادت کا متمنی ہوں اور میری بھی خواہش ہے کہ تمہیں کوئی زک نہ پہنچے۔ دونوں بھائیوں نے زرہ استعمال ہی نہیں کی تھی اور جنگ میں خوب جوہر دکھائے، مگر اللہ نے ان دونوں کو محفوظ رکھا۔ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر لڑی جانے والی جنگ میں علم بردار تھے اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

اطمینان بخش تعزیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی کی جدائی کا بڑا صدمہ تھا۔ انھوں نے حضرت مہتمم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم میرے بھائی کے لیے بھی ایسا ہی ایک مرثیہ لکھو۔ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین! اگر میرا بھائی بھی اسی طرح موت کی وادی میں اترتا ہوتا، جس طرح آپ کا بھائی شہادت کی خلعت پہن کر رخصت ہوا ہے تو میں اپنے بھائی کے لیے کبھی مرثیہ نہ لکھتا۔ (شہدا کے مرثیے نہیں لکھے جاتے کیونکہ وہ زندہ ہیں)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے بھائی کی جدائی پر مہتمم سے بہتر کسی نے میرے ساتھ تعزیت نہیں کی اور نہ ہی کسی کی تعزیت نے مجھے وہ تسلی بخشی جو مہتمم کی بات سے مجھے حاصل ہوئی۔ حضرت مہتمم رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے قتل کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے۔ شدت غم اور کثرت بکا سے ان کی آنکھوں کی پینائی ختم ہو گئی تھی۔ (اسد الغابہ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، لاہور، ج ۱، ص ۷۷۲-۷۷۳ اور ج ۳، ص ۱۰۱-۱۰۲)۔

قارئین! سچی بات یہ ہے کہ میں نے جب بھی حضرت مہتمم رضی اللہ عنہ کے اپنے بھائی کی جدائی اور غم میں لکھے ہوئے مرثیے تاریخ کے صفحات میں پڑھے ہیں، خود میری آنکھوں میں آنسو آگئے ہیں۔ یہ سطور لکھتے ہوئے بھی میری آنکھیں اشک بار ہیں۔ کلام میں زور بیان اور تاثیر زیادہ ہے۔ پھر حضرت مہتمم رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جو بات کہی اس میں کتنی عظمت اور دانائی ہے!



مرتدين بحرین كا انجام

منذر بن ساوي كا قبولِ اسلام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بحرین کو اپنی زندگی میں خط لکھا تھا۔ اس زمانے میں حاکم بحرین نے اسلام کے بارے میں سوچ بچار تو کی، مگر حکومتِ ایران کی اسلام دشمنی کی وجہ سے خاموش رہا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو فتح کر چکے تو بحرین کا حاکم منذر بن ساوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہ ایرانی حکومت کے ماتحت تھا، مگر نسلأ عرب تھا۔ بحرین میں عرب اکثریت میں تھے، جو مشرکین تھے، مگر ان کے ساتھ ایرانی الاصل آبادی بھی خاصی تھی جو مجوسی اور آتش پرست تھے۔

بحرین میں فتنہ ارتداد

حضرت منذر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد عرب تو تقریباً سارے کے سارے داخلِ اسلام ہو گئے۔ البتہ مجوسیوں نے اپنے مذہب کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ منذر ایک اچھا انسان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے دنوں ہی میں اس کی بھی وفات ہو گئی۔ وہ آخر دم تک اسلام پر قائم رہا۔ اب ایک جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد پورے عرب اور گردونواح میں فتنے پھیلے، دوسری جانب حضرت منذر رضی اللہ عنہ کی وفات سے بھی بحرین کی غیر مسلم آبادی جری ہو گئی۔ ایران کا بادشاہ کسریٰ بھی ان کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکادکا لوگوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں نے ارتداد کی راہ لی۔ اس علاقے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جو مدینہ میں آپ سے تعلیم بھی حاصل کرتے رہے تھے، بھی موجود تھے۔ ان کا نام

حضرت جارود رضی اللہ عنہ بھی بیان ہوا ہے اور حضرت بشر رضی اللہ عنہ بھی۔

قبیلہ عبدالقیس کی سعادت

جارود بن عمرو رضی اللہ عنہ کا تعلق ایک بڑے قبیلے سے تھا جو عبدالقیس کے نام سے مشہور تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فتنہ پردازوں نے کہا: لَوْ كَانَ مُحَمَّدًا نَبِيًّا مَا مَاتَ لِعَنَى اِذَا مَرَّ مُحَمَّدٌ اَللّٰهُ كَيْفَ هُوَ تَوَاتُرًا اِنَّمَا هُوَ مَوْتٌ وَّارِدَةٌ هَوْتِي۔ اس موقع جارود بن عمرو بن معلىٰ رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک بہت موثر خطبہ دیا۔ انہوں نے فرمایا: اے بنی عبدالقیس! کیا تمہیں علم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی اللہ کے نبی دنیا میں آئے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے پوچھا: آج وہ کہاں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ماتوا یعنی وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ اس پر حضرت جارود نے فرمایا: فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ كَمَا مَاتُوا، وَإِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح وصال فرما گئے جس طرح پہلے انبیا کا وصال ہوا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت جارود رضی اللہ عنہ کا خطبہ اتنا موثر تھا کہ عبدالقیس کے تمام لوگ اسلام کی طرف پلٹ آئے اور فتنوں کے درمیان بھی اللہ نے انہیں ثابت قدمی عطا فرمائی، مگر اس قبیلے کے علاوہ بحرین کے باقی لوگوں نے بغاوت کر دی۔

حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی آمد

جیسا کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کے خاتمے کے لیے مشہور صحابی حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا۔ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو صاحب علم بھی تھے اور زہد و تقویٰ میں بھی بلند مقام کے حامل تھے۔ ان کے بارے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرح مستجاب الدعوات تھے۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ جب بحرین کے علاقے میں پہنچے تو حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ بھی کافی ساز و سامان لے کر ان کی

خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مصائب میں ثابت قدمی

شام کے وقت ایک مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا فیصلہ ہوا، مگر بد قسمتی یہ ہوئی کہ جو نہی مجاہدین اپنے اونٹوں سے اترے ان کے اونٹ کسی چیز سے بد کے اور سب کے سب بھاگ کر آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اونٹوں کے اوپر ہی سارا زادِ سفر اور بیش تر اسلحہ تھا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ مجاہدین کے پاس سوائے اپنے تن کے کپڑوں کے کچھ نہ رہا۔ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کو بلند آواز سے پکار کر کہا: **أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَسْتُمْ الْمُسْلِمِينَ؟ أَلَسْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ أَلَسْتُمْ أَنْصَارَ اللَّهِ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَأَبْشِرُوا، فَوَاللَّهِ لَا يَخْذُلُ اللَّهُ مَنْ كَانَ فِي مِثْلِ حَالِكُمْ** یعنی اے لوگو! کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تم اللہ کے راستے میں نہیں نکلے؟ کیا تم انصار اللہ نہیں ہو؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں، یہ ساری صفات ہمارے اندر موجود ہیں۔ انھوں نے فرمایا: پھر تمہیں خوش خبری ہو۔ خدا کی قسم جب کوئی قوم تمہاری صفات کی حامل ہو تو اللہ اسے کبھی رسوا نہیں کرتا اور نہ ہی بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ قائد کی بڑی نازک ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ مشکل وقت اور مصائب کی یلغار کے سامنے ڈٹ جانا بڑا مشکل کام ہوتا ہے، مگر اللہ پر ایمان مضبوط اور توکل غیر متزلزل ہو تو ایسی مشکلات میں ایمان و حوصلہ اور بڑھ جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ بڑے صاحبِ عزیمت صحابی تھے۔

اللہ کی نصرت

اس مشکل گھڑی میں سالار کے ایمان افروز خطاب اور اللہ پر اعتماد سے بھرپور توکل کی مثال نے سپاہ کو بڑا حوصلہ بخشا چنانچہ تمام لوگوں کو حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی باتوں سے یک گونہ اطمینان ہوا۔ رات یہیں گزری، طلوعِ سحر کے وقت اذان دی گئی تو لوگوں کو حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے نماز فجر پڑھائی۔ سب لوگوں کو اس روز تیمم کے ساتھ نماز ادا کرنا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت

علاء رضی اللہ عنہ کے قول کو سچ ثابت کیا۔ لوگ نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ انہوں نے دیکھا ان کے تمام اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ قطار باندھے ان کی طرف چلے آ رہے تھے۔ اسی دوران سورج کی کرنیں نمودار ہوئیں تو کچھ فاصلے پر ایسے نظر آیا جیسے سراب ہو، مگر حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پانی ہے۔ چلو اس کے پاس چل کر سیراب ہو جاؤ۔ لوگ گئے تو واقعی وہ صاف اور میٹھے پانی کی ایک جھیل تھی۔

عظیم الشان فتح

یہ ساری وہ چیزیں تھیں جو اہل ایمان نے اس سفر کے دوران اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور یہ مجاہدین جتنا عرصہ زندہ رہے، بعد کے ادوار میں بھی اپنی مجالس میں ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ یہی نہیں کئی مزید کرامات بھی ظاہر ہوئیں۔ ایک مقام پر رات آگئی تو وہاں پر صحابہ رضی اللہ عنہم مقیم ہو گئے۔ رات کا کچھ حصہ بیتا تو کہیں قریب سے شور و شغب کی آوازیں آئیں۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کون اس جانب جائے گا اور حقیقت کی خبر لے کر آئے گا؟ حضرت عبد اللہ بن حذاف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔ جب وہ اپنے لشکر سے نکل کر آوازوں کی جانب گئے تو دشمن کے لشکر یوں کو ایک قلعے کے باہر پایا۔ وہ شراب کے نشے میں دھت تھے اور ان کے پہنچنے تک چند ایک کے سوا سب کے سب مدہوش پڑے تھے۔ قلعے کے اندر بھی جنگجو موجود تھے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حالات معلوم کر کے خاموشی سے واپس پلٹ آئے اور اپنے سپہ سالار کو رپورٹ دی۔ انہوں نے حکم دیا کہ ابھی ان پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حملے میں دشمن کا بھاری جانی نقصان ہوا، ان میں سے چند ایک ہی بھاگنے میں کامیاب ہو سکے۔ مسلمانوں میں سے کچھ جوان مرد قلعے کی دیواریں پھاند کر اندر داخل ہوئے اور قلعے کے دروازے کھول دیے۔ قلعے کے اندر بھی بہت سارے دشمن مارے گئے جبکہ کچھ لوگ پچھلے دروازوں سے نکل کر بھاگ گئے۔ اس جنگ میں بہت بڑی مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا خمس مدینہ

روانہ کیا اور باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

سمندر نے راستہ دے دیا

جس مقام پر یہ مقابلہ ہوا اس کا نام جواث بیان ہوا ہے۔ یہاں سے بھاگنے والے کشتیوں کے ذریعے جزیرے کو عبور کر کے دارین کے مقام پر چلے گئے۔ یہاں کی عیسائی آبادی بھی اسلام دشمن تھی۔ ان مرتدین کے ساتھ مل کر انھوں نے بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی خوب تیاری کی۔ اس عرصے میں حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے پورے علاقے کے بارے میں معلومات جمع کر لیں اور دارین پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت علاء بن حضرت رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ دارین کی طرف بڑھے تو راستے میں سمندر کو حائل پایا۔ مسلمانوں کو اپنے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ سمندر میں ڈالنے میں کچھ تردد ہوا۔ حافظ ابن کثیر نے البداية والنهاية میں لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ سب لوگ یہ دعا پڑھتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے سمندر میں داخل ہو جاؤ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ، وَالْبَدِيْعُ لَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَالذَّائِمُ غَيْرُ الْغَافِلِ، وَالْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ، وَخَالِقُ مَا يُرَىٰ وَمَا لَا يُرَىٰ، وَكُلُّ يَوْمٍ اَنْتَ فِيْ شَأْنٍ، وَعَلِمْتَ اَللّٰهُمَّ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔

اے اللہ تو رحمن و رحیم ہے۔ تیرے سوا کوئی الہ نہیں۔ تو ہر چیز کو عدم سے وجود بخشنے والا ہے، کوئی چیز تجھ سے پہلے نہیں ہے، تو ہمیشہ سے ہے (اور ہمیشہ رہے گا)۔ تو ہر چیز کو جانتا ہے کسی چیز سے بے خبر نہیں۔ تو حی و قیوم ہے، جس کے لیے موت اور فنا نہیں۔ جو چیز نظر آتی ہے اور جو پوشیدہ ہے، ہر ایک کا تو ہی خالق ہے۔ ہر روز تیری شان عظیم ہوتی ہے اور اے اللہ تجھے ہر چیز کا علم ہے۔

اسلام کا معجزہ

اس علاقے کا ایک راہب مسلمان ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے اسلام پر مائل کیا؟ اس نے مندرجہ بالا کلمات سنائے اور کہا کہ سحری کے وقت میں نے فضا میں یہ دعائیہ

کلمات سنے۔ مجھے علم و یقین حاصل ہو گیا کہ ان لوگوں کی امداد اللہ کے فرشتے کر رہے ہیں۔ امام ابن کثیر کے بقول یہ اپنے اسلام میں بہت پختہ ثابت ہو اور اکثر لوگ اس سے یہ واقعہ سنا کرتے تھے۔ (البداية والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۲۲)

خدا کی قدرت تمام مسلمان سمندر کو اس طرح عبور کر گئے جیسے ریت پر سے گزرتے ہیں۔ دارین میں مسلمانوں اور مرتدین و عیسائیوں کے درمیان گھمسان کارن پڑا جو ایک رات دن جاری رہا۔ بالآخر مرتدین و نصاریٰ کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ ان کے چھ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے مارے گئے اور باقی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

خوش خبری کا پیغام دربار خلافت میں

اس عظیم الشان واقعہ پر ایک مجاہد حضرت عقیف بن المنذر نے اشعار لکھے، جن میں سے دو اشعار البدایہ والنہایہ سے ہم نقل کر رہے ہیں:

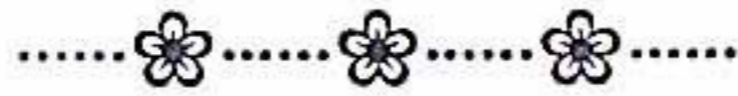
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ ذَلَّلَ بَحْرَهُ
وَأَنْزَلَ بِالْكَفَّارِ إِحْدَى الْجَلَائِلِ
دَعَوْنَا الَّذِي شَقَّ الْبِحَارَ فَجَاءَنَا
بِأَعْجَبَ مِنْ فَلَقِ الْبِحَارِ الْأَوَائِلِ

(اے مخاطب) کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سمندر کو کس طرح (ہمارے لیے) مطیع فرمان کر دیا اور کفار کے اوپر ایک بڑا عذاب نازل فرما دیا۔

ہم نے اس ذات کو پکارا جو سمندروں کو پھاڑ دیتی ہے۔ ہمارے رب نے ہماری دعا پر ہمیں معجزہ دکھایا اور سمندریوں پھٹا کہ یہ اس سے قبل سمندر پھٹنے کے تاریخی واقعات سے بھی عجیب تر تھا۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے بحرین کو مراجعت کی اور وہاں پہنچ کر

اسلامی نظام پوری طرح بحال کر دیا۔ پھر انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط روانہ کیا، جس میں تمام حالات تفصیل کے ساتھ لکھے۔ یہ خط پا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بہت خوشی ہوئی۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے قیام بحرین کے دوران کسی نے افواہ اڑادی کہ بنو شیبان مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ فی الحقیقت بنو شیبان کے مسلمان حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے جمع ہو رہے تھے لیکن اس کی ضرورت ہی نہ پڑی، کیوں کہ اللہ نے اس سے پہلے فتوحات کے دروازے وا کر دیے تھے۔ واللہ المستعان وعلیہ البلاغ۔



مرتدین مہرہ کا انجام

دشمن میں پھوٹ اور اس کا حکیمانہ استعمال

مہرہ کا علاقہ بحیرہ عرب کے ساحل پر واقع عمان اور بحرین کے قریب ہی پڑتا ہے۔ مہرہ کے علاقے میں بھی ارتداد کا فتنہ پھیلا ہوا تھا۔ عمان کی فتح کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مہرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل مہرہ کی بد قسمتی کہ وہ اسلامی لشکر کے آنے سے قبل اندرونی اختلافات کا شکار ہو گئے۔ دراصل فتنہ ارتداد کی جڑوں میں لالچ اور حسد دونوں کا فرما تھے۔ اہل مہرہ دوسر داروں کے درمیان تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ شحریت کے زیر قیادت تھا، جن کی تعداد نسبتاً کم تھی۔ دوسرے گروہ کا سالار بنو محارب کا سردار ارجح تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر نہایت حکمت و تدبیر سے معاملات پر قابو پایا۔ وہ بہت ذہین اور تجربہ کار سالار تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی ان کی ماہرانہ قیادت کے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں۔ انھیں دو گروہوں کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنا ایک ایلیٹی شحریت کے پاس بھیجا کہ اگر وہ توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ اس نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی اس دعوت کو خوش دلی سے قبول کر لیا اور بغاوت چھوڑ کر اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت ان کے پاس آ گیا۔ اس کے ساتھیوں میں سے باقی لوگوں نے شحریت کے میدان چھوڑ جانے کے بعد اپنی وفاداریاں تبدیل کر لیں اور اپنے آپ کو ارجح کے لشکر میں شامل کر دیا۔

شان دار فتح

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ارجح کو بھی اسلام کی دعوت پیش کی، مگر اس نے انکار کر دیا۔ اسے اپنی قوت کا جھوٹا پندار گمراہ کر رہا تھا۔ پھر کچھ مزید لوگوں کے آملنے سے وہ اور بھی جبری ہو گیا۔ اس

نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ اس جواب کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی، آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا اور اصحٰح لمصیح میدان جنگ میں قتل ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی بڑی تعداد میں مشرکین و مرتدین تہہ تیغ ہوئے۔ باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بہت سا رامالی غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان میں بہت سے اونٹوں کے علاوہ ایک ہزار نہایت عمدہ گھوڑے گھوڑیاں بھی تھے۔

خمس اور اس کے نگران

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے خمس کو مدینہ روانہ کرنے لیے دو آدمیوں کا انتخاب کیا۔ ان میں ایک تو خزیت تھا اور دوسرا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو مخزوم کا ایک نوجوان السائب بن عابد۔ خمس نکالنے کے بعد باقی مال فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔ خزیت کو مدینہ بھیجنے کی حکمت یہ تھی کہ وہ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کی تلافی بھی ہو جائے اور آئندہ کے لیے ثابت قدم رہنے کے لیے تربیت و تزکیہ کا بھی اہتمام ہو جائے۔ خزیت بعد میں اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔

ہجو یہ اشعار

خزیت کے ساتھ جو لوگ اسلام کی طرف آئے تھے ان میں دو اہم نام ہاشم اور فرضم تھے۔ اس شکست کے بعد مرتدین میں سے ایک شخص علجوم نے ہجو یہ اشعار کہے:

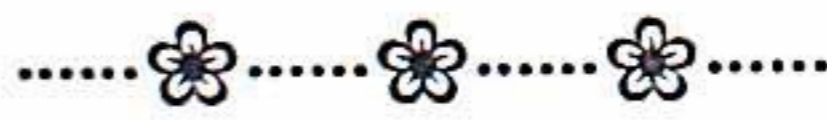
جَزَى اللّٰهُ شَخْرِيْتًا وَّ اَفْنَاءَ هَاشِمٍ
وَّ فِرْضَمَ اِذْ سَارَتْ اِلَيْنَا الْحَلَابُ
جَزَاءَ مُسِيءٍ لَّمْ يُرَاقِبْ لِذِمَّةِ
وَلَمْ يَرْعُهَا فِيمَا يُرْجَى الْاَقَارِبُ
اَعَكْرِمُ لَوْلَا جَمْعُ قَوْمِي وَ فِعْلُهُمْ
لَصَاقَتْ عَلَيْكُمْ بِالْفَضَاءِ الْمَذَاهِبُ

و كُنَّا كَمَنْ اِقْتَادَ كَفًّا بِاُخْتِهَا
وَحَلَّتْ عَلَيْنَا فِي الدُّهُورِ النَّوَابِ

اللہ تعالیٰ شکریت، ہاشم اور فرضم اور ان کے تمام متعلقین کو جو ہمارے اوپر دو دھیل اونٹنیوں پہ سوار ہو کر ٹوٹ پڑے، بدترین بدلہ دے۔ ایسے خطا کار کا بدلہ جو کسی عہد کی پاسبانی نہیں کرتا۔ نہ ہی حق قرابت داری جس کی قرابت داروں کو امید ہوتی ہے، اس کا پاس رکھتا ہے۔ اے عکرمہ! یہ میری قوم کی فوجی قوت اور تمہارے ساتھ تعاون ہی کی کارستانی ہے کہ توفیق یاب ہو گیا ورنہ تیرے اوپر زمین اور فضا تنگ ہو جاتی کہ بھاگنے کا راستہ بھی نہ ملتا۔ ان غداروں کی وجہ سے ہماری مثال اس شخص کی سی ہو گئی جس کے اپنے ہی ہاتھ نے اس کے دوسرے ہاتھ کو کاٹ دیا اور زمانے کے تمام مصائب ہمارے اوپر نازل ہو گئے۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۲۲-۱۳۲۳، سیرت ابو بکر، محمد حسین ہیکل، ص ۲۵۵-۲۵۸)

اعتراف

اگرچہ یہ اشعار ایک منحرف و مرتد کے ہیں، مگر موقع و محل کے مطابق خوب ہیں۔ اگر ان کے قبیلے کے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ کر اسلامی فوجوں سے نہ جاملتے تو بھی ان کا مقدر تو شکست ہی ہوتی، مگر اس صورت میں شاید یہ کچھ زیادہ مزاحمت کر پاتے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ جب اپنے ہی ساتھی ساتھ چھوڑ جائیں تو بندے کا غم، مصیبت اور حسرت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہی جذبات بھرپور اور موثر انداز میں ان اشعار میں سمودیے گئے ہیں۔ یوں علجوم کے اشعار کے زور بیان اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ وہ کفر پر قائم اور حق کا دشمن تھا۔



بنوقضاعہ کا معاملہ

عقل مند اور بہادر کمانڈر

بنوقضاعہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد فتنہ ارتداد کا شکار ہو گئے۔ حالانکہ یہ قبیلہ اس سے پہلے بڑی دل جمعی کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی جرأت و ہمت اور تدبیر و حکمت کے ساتھ اپنی خلافت کے آغاز پر سرزمین عرب پر پھیل جانے والے فتنوں کا مقابلہ کیا۔ قضاعہ کے علاقے میں آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہترین سفارت کار بھی تھے، انتہائی بہادر جنگجو بھی اور اس کے ساتھ قیادت اور کمان کے تمام امور پر بھی ان کو بہترین مہارت حاصل تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبول اسلام پر بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اسلام میں داخل ہونے کے جلد ہی بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوہ ذات السلاسل کا امیر سپاہ مقرر کر کے ان پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اس مشکل مہم پر انھیں روانہ کیا۔

اذان کی برکت اور حکمت کا ثمر

بنوقضاعہ کے علاقے میں پہنچ کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اذان پڑھی جائے۔ پھر انھوں نے اسلامی لشکر کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی۔ پھر انھوں نے اپنے چند ایلچی بنوقضاعہ کے کچھ اہم افراد کی طرف بھیجے۔ ان قاصدوں کے ذریعے انھیں پیغام دیا کہ ہم اور تم آپس میں کلمہ توحید کی وجہ سے بھائی بن گئے تھے۔ ہم اب بھی چاہتے ہیں کہ آپ کے اور ہمارے درمیان یہ اخوت قائم رہے۔ ہمیں آپ سے جنگ لڑنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ آپ

ہمارے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کریں اور اگر آپ کو کوئی شکایات ہیں تو وہ بیان کریں۔ آپ کی شکایات درست ہوں گی تو ہم ان کا ازالہ کریں گے اور اگر آپ کا موقف غلط ہوگا تو دلیل سے آپ کو قائل کریں گے۔ بنوقضاعہ اپنے گرد و نواح میں تمام بڑی بڑی قوتوں کا انجام جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، یا مرتد ہو گئے، یا جھوٹے مدعیان نبوت کے جھانسنے میں آ گئے، دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے ان سب کی شکست و ہزیمت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی۔ انہوں نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا اور اپنا ایک وفد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ (المغازی للواقدی، ج ۳، ص ۱۱۲۲)

خوش قسمت قبیلہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بالکل ابتدائی جوانی میں قریش کے نمائندے کے طور پر نہ صرف مختلف قبائل کے پاس بلکہ گرد و نواح کے بادشاہوں کے درباروں میں بھی سفارت کے فرائض ادا کر چکے تھے۔ انہوں نے بہت نرمی اور حلم سے بنوقضاعہ کے سرداروں کے ساتھ معاملہ کیا۔ یہ لوگ اس بات پر ممنون ہوئے کہ ان کو بہت زیادہ اکرام و اعزاز دیا گیا۔ اس ملاقات کے نتیجے میں بنوقضاعہ کے تمام مرتدین توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے زکوٰۃ بھی ادا کر دی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ ان کے درمیان میں مقیم رہے، پھر خلیفہ رسول کے حکم پر واپس چلے گئے۔ بنوقضاعہ نے تمام مرتد قبائل میں سے زیادہ عقل مندی اور سلامت روی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے نتیجے میں وہ خون ریزی سے بھی محفوظ رہے اور دوزخ کی آگ سے بھی بچ گئے۔



مرتدین یمن کی سرکوبی

حضرت فیروز دیلیمی رضی اللہ عنہ مردِ مومن!

یمن میں جھوٹے مدعی نبوت اسود العنسی نے سراٹھایا تھا، اگلے باب میں اس کا تفصیل سے تذکرہ آئے گا، حضرت فیروز دیلیمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا تھا اور یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری دنوں کی بات ہے۔ اس وقت تو فتنہ دب گیا، مگر جو نہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی خبر یمن میں پہنچی اور ساتھ ہی ہر جانب سے یہ خبریں آنے لگیں کہ پورے عرب میں مدینہ کی اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت ہو رہی ہے تو اہل یمن بھی مرتد ہو گئے۔ ان لوگوں کی قیادت عمرو بن معدی کرب اور قیس بن عبد یغوث کر رہے تھے۔ ان دنوں یمن میں جو لوگ اسلام پر قائم تھے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا۔ ان دنوں سرداروں نے پہلے اسلام قبول کیا تھا بلکہ قیس بن عبد یغوث تو وہ شخص ہے جس نے اسود عنسی کے قتل میں حضرت فیروز دیلیمی رضی اللہ عنہ کی مدد بھی کی تھی۔ اب اس کی خواہش یہ تھی کہ سب سے پہلے حضرت فیروز دیلیمی رضی اللہ عنہ کو قتل کرے۔ اسی وجہ سے حضرت فیروز رضی اللہ عنہ شروع میں اس کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ وہ ان کا ساتھ دے گا۔ اس نے فالہ نام کے ایک سردار کو پیغام بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو قتل کرے اور صنعا پر قبضہ کر لے۔ اسے یہ یقین بھی دلایا کہ میں تمہاری مدد کے لیے آ رہا ہوں۔

فالہ نے جو دراصل اسود عنسی کے پیروکاروں میں سے تھا، جب حضرت فیروز رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ شروع کی اور صنعا کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے قیس کے پاس مدد کے لیے پیغام بھیجا۔ قیس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کہا کہ ہاں میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے حضرت فیروز رضی اللہ عنہ کو ایک کھانے پر دعوت دی اور کہا کہ میری خوش قسمتی ہوگی کہ

تمہارے ساتھ قیس بن مکشوع اور دازویہ بھی میری ضیافت میں شرکت کریں۔ دازویہ کسی دوسرے مقام پر مقیم تھے۔ ان کے پاس جب دعوت نامہ پہنچا تو وہ قیس کے ہاں چلے گئے۔ اس نے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ اس حادثے سے بالکل بے خبر تھے، وہ بھی قیس کی طرف جا رہے تھے لیکن راستے میں ایک جگہ دو عورتوں کو ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ ایک کہہ رہی تھی خدا کی قسم! یہ جس طرف جا رہا ہے وہاں یہ بھی اپنے دوست کی طرح قتل ہو جائے گا۔ یہ سنتے ہی حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے واپسی کی راہ لی۔ قیس بن مکشوع بھی دعوت پر جانے سے رک گئے اور دازویہ کے قتل کی خبر اپنے تمام دوستوں کو دے دی۔ یوں غداروں اور دھوکے کا جال بچھانے والوں کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس دوران قیس نے بحر میں ہر جانب اپنی فوجیں پھیلا دیں۔ اسود عنسی کے پیروکار بھی اس کے ساتھ تھے۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو مجتمع کر کے ان فتنہ پردازوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی۔ اس دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اس صورت حال کا پتا چلا تو انہوں نے یمن کے مسلمان رؤسا حوشب ذی ظلم، ذوالکلاع حمیری اور عمر ذی مران کے نام پیغام بھیجا کہ وہ حضرت فیروز کی فوراً اور بھرپور مدد کریں۔

حق کی فتح باطل کی ذلت

یمن کے مذکورہ بالا مسلم رؤسا کو پیغام دینے کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے مشہور صحابی حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ دو مقامات پر جنگیں ہوئیں۔ دونوں میں اہل کفر و ارتداد بری طرح شکست سے دوچار ہوئے۔ بہت سے لوگ قتل ہوئے اور بڑی تعداد میں جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو طے پایا کہ گرفتار ہونے والے قیدیوں کو جن میں دونوں باغی سردار عمرو بن معدی کرب اور قیس بن عبد یغوث شامل تھے، مدینہ بھیج دیا۔

خلیفہ رسول کی سرزنش

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں اور مال غنیمت کو خلیفہ رسول کی خدمت میں مدینہ بھیج

دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عمرو بن معدی کرب کو اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ نے اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی، تجھے شرم نہیں آتی روزانہ ذلت تیرا مقدر بنتی ہے۔ اس کے باوجود تو اپنے کرتوتوں سے باز نہیں آتا۔ جب تو مسلمان ہو گیا تھا تو دین اسلام کی سر بلندی کے لیے اگر جدوجہد کرتا تو اللہ تجھے سر بلند کرتا اور بہت عزت بخشتا۔ خلیفہ رسول کی گفتگو سن کر اس نے ندامت سے سر نیچے جھکا لیا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ایک ہزار جنگجوؤں کے برابر ہے۔ قدامتاً لبا تھا کہ جب کسی گھوڑے پر سوار ہوتا تو پاؤں زمین سے ٹکراتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرزنش پر اس نے کہا: يَا خَلِيفَةَ الرَّسُولِ! اَعْفُ عَنِّي، قَدْ مَضَى مَا مَضَى، فَإِنِّي لَا أَرْجِعُ إِلَى الرَّدَّةِ أَبَدًا۔ اے خلیفہ رسول! مجھے معاف فرما دیجیے، جو ہو چکا وہ ہو چکا۔ اب میں اسلام کا وفادار رہوں گا اور کبھی ارتداد کی طرف نہیں جاؤں گا۔

آزادی

آپ نے عمرو بن معدی کرب اور قیس بن عبد یغوث دونوں کو آزاد کر دیا۔ ان کے علاوہ بھی جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے سب کو آزادی عطا فرمادی گئی۔ ان دونوں سرداروں، بالخصوص عمرو بن معدی کرب نے واقعی بعد کے ادوار میں اسلام کی خدمت اور جہاد کے میدانوں میں وفاداری اور بہادری کے ایسے کارنامے سر انجام دیے، جو تاریخ میں زندہ جاوید ہیں۔ عمرو بن معدی کرب کے بارے میں ایران کے معرکوں کے ہر تذکرے میں قابل فخر واقعات نقل ہوئے ہیں۔ میدان جنگ ہی میں نہاوند کے مقام پر ان کی وفات ہوئی یا شہادت۔ بہر حال یمن سے ارتداد کا فتنہ مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۲۲-۱۳۲۳، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۳۱۸-۳۲۰)



حضرموت اور کندہ کے مرتدین

ارتداد اور انکارِ زکوٰۃ

کندہ اور حضرموت بھی یمن کے علاقے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری سالوں میں یہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحلت سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اپنے تین صحابہ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ، عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ اور مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو کندہ اور حضرموت کے مختلف علاقوں کے والی بنا کر بھیجا۔ جب حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ اپنی بیماری کی وجہ سے سفر نہ کر سکے تو ان کی غیر حاضری میں زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ ہی وہاں کے امور کی بھی نگرانی کرتے رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرموت اور کندہ دونوں علاقوں میں بغاوت پھیل گئی۔ لوگ مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے حضرموت کے باغیوں پر اچانک حملہ کیا اور ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں کو غلام بنا لیا۔ کندہ کا سردار اشعث بن قیس تھا۔

عورتوں کی آہ و بکا

جب اسلامی دستے اس کے علاقے کندہ کے قریب پہنچے تو قیدی عورتوں نے با آواز بلند گریہ و زاری شروع کر دی اور وہ کہنے لگیں: اے اشعث! تیری خالوں کی عزتیں خطرے میں ہیں۔ تیرا فرض ہے کہ انھیں ذلت و رسوائی سے بچائے۔ یہ فریاد سن کر اشعث کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اس نے قسم کھالی کہ یا تو وہ ان عورتوں کو مسلمانوں کے پنجے سے چھڑا لے گا یا خود لڑ کر جان دے دے گا۔

اشعث بن قیس اپنی قوم کا محبوب اور بلند مرتبہ سردار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری زمانے میں وہ آپ کی خدمت میں بنی کندہ کے ۸۰ آدمیوں کے ہمراہ مدینہ آیا جو سب کے سب قیمتی ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اشعث نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام فروہ کے لیے شادی کا پیغام دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام قبول کر لیا اور اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔ عورتوں کی فریاد سن کر اشعث نے زبردست اثر و رسوخ سے فوراً ساری قوم کو اکٹھا کر لیا۔ وہ سب مسلمانوں سے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور اپنی عورتوں کو مسلمانوں کی قید سے چھڑا کر ہی دم لیا۔

عکرمہ اور مہاجر کی کندہ کی جانب روانگی

اس دن سے اشعث نے کندہ اور حضرموت میں بغاوت کی آگ بھڑکانی شروع کی اور بیش تر قبائل کو ساتھ ملا لیا۔ یہ حال دیکھ کر زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ بہت گھبرائے اور انہوں نے مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کو فوراً کندہ پہنچنے کے لیے لکھا۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اس وقت یمن کی بغاوت فرو کر چکے تھے۔ اس لیے وہ دونوں فوراً زیاد کی مدد کو روانہ ہو گئے۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ صنعا سے روانہ ہوئے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ عدن سے۔ مآرب میں دونوں قائل گئے اور صہید کارستان قطع کرتے ہوئے کندہ کی جانب بڑھنا شروع کیا۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کو حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کی حالت کا بخوبی علم تھا۔ انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو تو لشکر کے ساتھ چھوڑا اور خود ایک مختصر دستہ لے کر تیزی سے سفر کرتے ہوئے بہت قلیل عرصے میں حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ جاتے ہی اشعث کی فوجوں پر حملہ کر کے اسے شکست فاش دی۔ اشعث بھاگ گیا اور اس نے اپنے لشکر کے دیگر مفرو رین کے ہمراہ قلعہ نجیر میں پناہ لی۔

قلعہ نجیر کا محاصرہ

نجیر ایک مضبوط قلعہ تھا اور اس پر حملہ کرنا آسان نہ تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے تین راستے تھے۔ ایک راستے پر تو حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے قبضہ کر لیا۔ دوسرے راستے کی ناکہ بندی حضرت

مہاجر رضی اللہ عنہ نے کی۔ تیسرا راستہ کھلا تھا۔ اس کے ذریعے سے قلعہ والوں کو سامانِ رسد اور فوجی مدد برابر پہنچتی رہی۔

آخر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ہمراہ آ پہنچے اور انہوں نے اس تیسرے راستے پر قبضہ کر لیا، جس سے قلعہ والوں تک مدد پہنچنی بند ہو گئی اور وہ مکمل طور پر محصور اور بے بس ہو کر رہ گئے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے شہسواروں کو کندہ سے ساحلِ بحر تک پھیلا دیا اور حکم دے دیا کہ انہیں جو بھی باغی ملے اسے بے دریغ قتل کر ڈالیں۔

نجیر میں محصور لوگوں نے اپنی قوم کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی۔ اب خود ان کے سامنے بھی موت گردش کر رہی تھی۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ تمہاری موجودہ حالت سے موت بہر حال بہتر ہے۔ تم اپنی پیشانیوں کے بال کاٹ ڈالو اور اس طرح یہ ظاہر کرو کہ تم نے اپنی جانوں کو اللہ کے حضور پیش کر دیا ہے۔ شاید اس طرح اللہ تمہاری مدد کرے اور تمہیں اس مصیبت سے نجات دے دے۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنی پیشانیوں کے بال کاٹ ڈالے اور عہد کیا کہ کوئی بھی شخص اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے مقابلے میں راہِ فرار اختیار نہ کرے گا۔

اپنے قبیلے سے اشعث کی بد عہدی

صبح ہونے پر وہ لوگ تینوں راستوں سے باہر نکلے اور مسلمانوں سے جنگ شروع کر دی۔ ان لوگوں کی تعداد صرف چھ سو تھی۔ اس کے بالمقابل حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد کثیر تھی۔ جب اہلِ نجیر نے دیکھا کہ مسلمان بھاری تعداد میں ان کے مقابلے کے لیے موجود ہیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ وہ کسی صورت فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ مایوسی نے ان پر غلبہ پالیا اور وہ زندگی سے بالکل ناامید ہو گئے۔ اس وقت ان کے سرداروں کو اپنی جانیں بچانے کی سوجھی۔ اشعث حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیں کہ اس کی اور اس کے نواساتیوں کی جان بخشی کر ادیں۔ اس کے بدلے وہ قلعے کے

دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دے گا۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے اشعث کی درخواست منظور کر لی اور اسے ہدایت کی کہ وہ ان نو لوگوں کے نام، جن کی وہ جان بخشی کرانا چاہتا ہے، ایک کاغذ پر لکھ کر ان کے حوالے کر دے۔ اشعث نے اپنے اہل و عیال اور بھائیوں کے نام تو لکھ دیے، لیکن اپنا نام لکھنا بھول گیا اور اسی طرح وہ کاغذ پر مہر لگا کر حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ان نو آدمیوں کو قلعہ سے نکال لیا اور اس کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دیے۔ مسلمانوں نے قلعے میں داخل ہو کر ہر اس شخص کو قتل کر دیا جس نے لڑائی میں حصہ لیا تھا اور ان کی عورتوں کو جن کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی، قیدی بنا لیا۔ پھر اشعث کو ان پر نگران مقرر کر کے اموال خمس کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

زمانے کے تصرفات بھی کس قدر عجیب ہوتے ہیں۔ اشعث جو اپنی جان بچانے کی خاطر بد عہدی اور خیانت کا مرتکب ہو گیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو تلواروں کی دھاروں کے سامنے تنہا چھوڑ دیا۔ ایک ہزار عورتوں کو لونڈیاں بننے کے لیے مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا، وہی اشعث تھا جو بنی عمرو بن معاویہ کی عورتوں کی اس فریاد کی تاب نہ لاسکا تھا کہ اے اشعث! تیری خالوں کی عزتیں خطرے میں ہیں۔ یہ آواز سنتے ہی اس کا خون کھول اٹھا اور اس نے اس وقت تک دم نہ لیا جب تک ان میں سے ایک ایک عورت کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھڑا نہ لیا۔ پھر یہی اشعث تھا کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو اس کی وجاہت اور اپنی قوم میں ہر دلعزیزی کی وجہ سے مسلمانوں نے اس کی عزت و تکریم میں کوئی دقیقہ سعی فرو گزاشت نہ کیا تھا۔ لیکن جب اس سے یہ شرم ناک فعل صادر ہوا تو مسلمان تو علیحدہ رہے خود اس کی قیدی عورتوں نے اس پر لعنت بھیجی اور اس کا نام ”عرف النار“ رکھ دیا یعنی زبان میں اس کے معنی غدار کے ہیں۔ لیکن جب موت کا خوف کسی شخص کو لاحق ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بچاؤ کی غرض سے ہر قسم کی ذلت برداشت کرنے کو تیار ہو جاتا ہے اور محض اپنی جان کی سلامتی کی خاطر ذلیل سے ذلیل ہتھکانڈے

اختیار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

اشعث کی مدینہ روانگی

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جن کے نام اشعث نے کاغذ پر لکھے تھے، بلایا اور انھیں رہا کر دیا لیکن اشعث کا اپنا نام چونکہ اس فہرست میں نہ تھا، جو خود اس نے مہر لگا کر حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے حوالے کی تھی۔ اس لیے حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنا چاہا اور کہا: اللہ کا شکر ہے، جس نے تیرے دل پر پردے ڈال دیے اور تو اپنا نام فہرست میں لکھوانا بھول گیا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ اللہ تجھے ذلیل کرے۔ اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لیکن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بیچ میں دخل دیتے ہوئے کہا: آپ اسے قتل نہ کریں بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں۔ وہ اس کے متعلق جو فیصلہ چاہیں گے صادر فرمائیں گے۔ اگر یہ شخص اپنا نام لکھنا بھول گیا ہے تو اسے اپنا عذر خلیفہ کے سامنے پیش کرنے دیں۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار تو بہت گزری، پھر بھی انھوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اسے دوسرے قیدیوں کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا۔ لیکن اشعث کا جینا مرنے سے بدتر تھا کیونکہ راستے بھر اس کی قوم کے قیدی اور مسلمان محافظ اس پر پھٹکار ڈالتے رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے اشعث کو معافی

مدینہ پہنچنے پر اشعث کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اشعث سے پوچھا: تیرا کیا خیال ہے، میں تجھ سے کیا برتاؤ کروں گا؟ اشعث نے جواب دیا: مجھے آپ کے ارادے کا علم ہو رہا ہے، پھر بھی میں معافی کا خواستگار اور رحم کا امیدوار ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا ارادہ تو تجھے قتل کرنے کا ہے۔ اشعث نے کہا: میں ہی ہوں جس نے قلعے کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھولے تھے۔ کیا اس کے باوجود مجھے قتل کر دیا جائے گا؟

بات طول پکڑ گئی۔ آخر اشعث نے محسوس کیا کہ واقعی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا

ہے۔ اس پر اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے عاجزانہ التماس کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم فرمائیں۔ میری قوم کی قیدی عورتوں کو چھوڑ دیں، میری لغزشوں سے درگزر فرمائیں، میرا اسلام قبول فرمائیں اور مجھ سے وہی سلوک کریں جو مجھ جیسی حیثیت رکھنے والے اشخاص سے آپ کرتے ہیں۔ میری بیوی بھی، جو آپ کی صاحبزادی ہیں، مجھے واپس دے دیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست منظور کرنے میں کچھ تردد کیا۔ اس پر اشعث نے پھر عاجزانہ التجا کرتے ہوئے کہا: آپ مجھے چھوڑ دیجیے، میں آئندہ سچے دل سے اسلام پر قائم رہوں گا اور آپ مجھے بہترین مسلمان پائیں گے۔ بہت کچھ غور و فکر کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی جان بخشی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اپنی بیٹی کو دوبارہ اس کے عقد میں دے دیا اور فرمایا: اپنے قبیلے میں واپس چلے جاؤ، امید ہے کہ آئندہ مجھے تمہارے متعلق کوئی شکایت موصول نہ ہوگی۔

عزت کی بحالی

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو اپنے قبیلے میں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن اپنی قوم کی بد عہدی کرنے کے باعث اشعث اپنے قبیلے میں واپس جانے کی جرأت نہ کر سکا اور قید سے چھوٹنے کے بعد ام فروہ کے ساتھ مدینہ ہی میں قیام پذیر رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب عراق اور شام کی جنگیں پیش آئیں تو وہ بھی اسلامی فوجوں کے ہمراہ ایرانیوں اور رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور کارہائے نمایاں انجام دیے جس کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں اس کا وقار پھر بلند ہو گیا اور اس کی گم گشتہ عزت اسے پھر واپس مل گئی۔ (البداية و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۲۲-۱۳۲۳، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۳۱۸-۳۲۰، ابو بکر محمد حسین ہیکل، ص ۲۷۱-۲۷۶، مکتبہ میری لائبریری، لاہور)



باب ششم

جھوٹے مدعیانِ نبوت

جھوٹے مدعیان اور عقیدہ ختم نبوت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی، رسول اور پیغمبر تھے۔ آپ خاتم النبیین والرسول ہیں۔ آپ کے بعد وحی نبوت کا در بند ہو گیا ہے۔ اب نہ کوئی نبی اور رسول آئے گا اور نہ ہی کوئی کتاب نازل ہوگی۔ قرآن و حدیث میں اس کے واضح احکام موجود ہیں اور امت کا اللہ کی رحمت و عنایت سے اس امر پر ہمیشہ اجماع رہا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دیا تھا کہ آپ کے بعد جھوٹے مدعیان نبوت نمودار ہوں گے۔ ان کذابین سے امت کو ہوشیار رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور ان کا قلع قمع کرنے کا حکم بھی ارشاد فرما دیا۔ یہ فتنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں رونما ہو گیا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شیطانی فتنے کو بے و بیخ سے اکھاڑ پھینکا اور عقیدہ ختم نبوت مستحکم صورت میں امت کے اندر راسخ ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذلک و نعوذ بہ من شر الشیاطین۔

قبیلہ اسد اور غطفان نے ارتداد کا راستہ اپنایا۔ ان کا سردار طلیحہ بن خویلد اسدی تھا جس نے مرتد ہونے کے ساتھ مدعی نبوت ہونے کا بھی جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ یہ کاہن بھی تھا اور شاعر بھی۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی بنو کنندہ اور ان کے گرد و نواح کے چھوٹے موٹے قبائل بھی مرتد ہو گئے۔ ان قبائل میں اشعث بن قیس کنندی بڑا سردار تھا۔ یہ فتنہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ مدح اور اس سے ملاحقہ قبائل نے بھی اسلام ترک کر کے کفر کی راہ اپنالی۔ ان کا سردار بھی ایک کاہن اسود بن کعب عنسی تھا، یہ بھی جھوٹے مدعیان نبوت میں سے تھا۔ بنو ربیعہ یمامہ کے علاقے اور بنو حنیفہ نجد کے علاقے میں اہم قبائل تھے، یہ بھی مرتد ہو گئے۔ بنو ربیعہ کا سردار معروف بن نعمان بن

منذر تھا۔ بنو حنیفہ کے کئی سردار تھے مگر اہم ترین مسیلمہ تھا، جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور آپؐ ہی نے اسے کذاب (سب سے بڑا جھوٹا) قرار دیا تھا۔ اسی طرح ایک خاتون سجاح بنت حارث نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا کچھ تذکرہ پہلے بھی آچکا ہے۔ باقی تمام مدعیان و کذابین کے عبرت ناک انجام کا تذکرہ بھی اگلی فصلوں میں آ رہا ہے۔ ان میں ایک اور بد بخت ذوالتاج کے نام سے مشہور تھا، اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی بدترین شکست و ذلت اور عبرت ناک موت سے دوچا کر کے واصلِ جہنم کر دیا۔



طلیحہ بن خویلد

طلیحہ کا دعوائے نبوت

طلیحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ نہ کیا تھا بلکہ وہ اسود عنسی اور مسیلمہ کی طرح آپ کی زندگی کے آخری دنوں ہی میں یہ دعویٰ کر چکا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کے برعکس عربوں کو دوبارہ بت پرستی اختیار کرنے کی دعوت نہ دی کیونکہ بت پرستی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب سے بالکل مٹا چکے تھے اور اب اس کے پینے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔ توحید کی دعوت عرب کے آخری کناروں تک پہنچ چکی تھی اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ بت پرستی ہذیان کی ایک قسم ہے جس سے ہر شریف انسان کو شرمانا چاہیے۔

مدعیان نبوت نے لوگوں میں یہ بات پھیلانی شروع کی کہ ان پر اسی طرح وحی نازل ہوتی ہے جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوتی ہے اور ان کے پاس بھی اسی طرح آسمان سے فرشتہ آتا ہے جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتا ہے۔ ان میں سے بعض نے آیات قرآنی کے مشابہ کچھ عبارتیں بنانے کی بھونڈی کوشش کی اور جیسی بری بھلی وہ بنیں انھیں لوگوں کے سامنے وحی آسمانی کے طور پر پیش کیا۔ لیکن ان عبارتوں پر سرسری نظر ڈالتے ہی ان کی قلعی کھل جاتی ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ ان مدعیان نبوت کو کس طرح جرأت ہوئی کہ انھوں نے ایسی بے سرو پا باتوں کو وحی آسمانی کا نام دے کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور وہ لوگ بھی کس عجیب قسم کی ذہنیت کے مالک تھے جنھوں نے اس نامعقول اور بیہودہ بکواس کو وحی الہی سمجھ کر قبول کر لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں طلیحہ کے مقابلے پر مشہور مجاہد اور صحابی رسول حضرت ضرار بن

ازور رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ وہ بہت بہادر، طاقت ور اور جی دار جنگجو تھے۔ انھوں نے بعد کے ادوار میں بھی میدان ہائے کارزار میں یادگار کارنامے سرانجام دیے اور روم و ایران کی قوتِ خاک میں مل گئی۔ مختلف میدان ہائے جنگ میں اپنی فتح یابی کی خبریں سن کر مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی اور مرتدین کی تعداد گھٹتی جاتی تھی۔ بالآخر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے طلیحہ سے جنگ کرنے کے لیے سمیراء کی جانب کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان، اس خیال سے کہ طلیحہ کو جہنم واصل کرنے کا شرف اس کے حصے میں آئے، فوج سے علیحدہ ہو کر طلیحہ کے کیمپ میں جا پہنچا اور اس پر تلوار سے وار کیا لیکن تلوار اچٹ گئی اور طلیحہ بچ گیا۔ یہ دیکھ کر طلیحہ کے حاشیہ برداروں نے یہ بات پھیلانی شروع کر دی کہ ان کے نبی پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا۔

مسلمان طلیحہ سے جنگ کی تیاریاں کرنے میں مصروف ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر پہنچ گئی۔ اس پر ان میں اضطراب برپا ہو گیا اور ان کی تعداد گھٹنے لگی۔ بعض لوگ اسلامی لشکر سے بھاگ کر طلیحہ سے جا ملے۔ اسی موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود فوجوں کی کمان سنبھال کر دشمن پر یلغار کی تھی، جس میں طلیحہ کے کئی ساتھی اور اس کا بیٹا بھی قتل ہو گئے تھے اور یہ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔ ہم اس کا تذکرہ پہلے بھی کر چکے ہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے شکست کھانے کے بعد جب عبس اور ذبیان کے قبائل بھی طلیحہ سے مل گئے تو اس کی قوت و طاقت اور تعداد میں بے حد اضافہ ہو گیا اور ظاہر میں آنکھ کو نظر آنے لگا کہ طلیحہ کو مغلوب کرنا آسان کام نہیں۔ بہر حال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس مشکل مہم پر بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔

طلیحہ کے خلاف پیش قدمی

قبیلہ طے کی دونوں شاخوں کو ساتھ ملانے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے طلیحہ کے خلاف پیش قدمی شروع کر دی اور عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ اور ثابت بن اقرم انصاری رضی اللہ عنہ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے لشکر کے آگے بھیجا۔ یہ دونوں عرب کے معزز ترین فرد اور بہادری میں ضرب المثل تھے۔ راستے میں دونوں کو طلیحہ کا بھائی حبال مل گیا۔ انھوں نے اسے قتل کر ڈالا۔

جب طلیحہ کو بھائی کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ اپنے دوسرے بھائی سلمہ کو ساتھ لے کر ان دونوں کی تلاش میں نکلا اور بالآخر انھیں پکڑ لیا۔ سلمہ نے ثابت کو تو مقابلے کی مہلت ہی نہ دی اور فوراً شہید کر ڈالا لیکن عکاشہ نہایت جواں مردی سے طلیحہ کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ طلیحہ کو مجبوراً اپنے بھائی سلمہ سے مدد لینا پڑی۔ ان دونوں نے مل کر عکاشہ کو بھی شہید کر دیا اور اپنے کیمپ کو لوٹ گئے۔ حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ وہی صحابی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر حساب جنت میں جانے کی بشارت دی تھی۔

مسلمانوں میں اضطراب

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر لیے آگے بڑھے چلے آ رہے تھے کہ لوگوں نے ان دونوں شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی لاشیں میدان میں پڑی ہوئی دیکھیں۔ اس سے ان میں سخت ہيجان برپا ہو گیا۔ خالد نے یہی مناسب سمجھا کہ سردست دشمن کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا جائے تاکہ لوگوں کے ہيجان میں کمی ہو جائے اور وہ اپنی فوج کو بیش از بیش منظم کر کے زیادہ کامیابی سے دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ وہ لشکر لے کر بنی طے کی جانب لوٹ آئے اور حضرت عدی بن حاتم کی مدد سے لشکر کی تعداد میں مزید اضافے کی تدابیر شروع کر دیں۔ جب مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ ان کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو وہ دوبارہ جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ خالد انھیں لے کر بزاخہ پہنچے۔

بنی طے کا اظہارِ معذرت

قیس اور بنو اسد طلیحہ کے ہمراہ مسلمانوں سے لڑائی کے لیے جمع تھے۔ بنی طے کے کچھ لوگوں نے خالد سے درخواست کی کہ ہمیں بنی اسد کے مقابلے سے باز رکھا جائے کیونکہ وہ ہمارے حلیف ہیں البتہ قیس کے مقابلے میں ہم آپ کی ہر طرح امداد کر سکتے ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”قیس بھی شان و شوکت اور قوت و طاقت میں بنو اسد سے کم نہیں لیکن میں تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ تم کسی قبیلے سے چاہو تو لڑو، نہ چاہو تو نہ لڑو۔ اس موقع پر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے مومنانہ جذبے کا

اظہار کرتے ہوئے کہا: واللہ! حلیف ہونے کے باوجود مجھے کوئی چیز بنواسد کا مقابلہ کرنے سے باز نہ رکھ سکے گی۔ جب انہوں نے دشمنان اسلام کا ساتھ دیا تو وہ ہمارے حلیف بھی نہ رہے۔ واللہ! اگر میرا اپنا خاندان بھی اسلام کی مخالفت کرے گا تو میں اس سے بھی جہاد کروں گا۔ سبحان اللہ یہ ہے مومنانہ شان!

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بزرگ صحابی تھے۔ ان کی بات سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: عدی! ایک فریق سے لڑنا بھی جہاد ہی ہے۔ تم اپنے اہل قبیلہ کی رائے کی مخالفت نہ کرو بلکہ وہی کرو جس میں تمہارے قبیلے والوں کی خوشی ہو اور اسی قبیلے سے لڑائی کرو جس سے تمہارے قبیلے والے لڑنا چاہیں۔ چنانچہ بنو طے کے اہل ایمان قبیلہ قیس سے لڑے اور باقی مسلمان بنواسد سے نبرد آزما ہوئے۔

آغازِ جنگ اور فرارِ طلیحہ

طلیحہ کے لشکر کی کمان عیینہ بن حصن کر رہا تھا۔ خود طلیحہ ایک خیمے میں کھیل اڑھے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے وحی کے انتظار میں آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ جب لڑائی کا بازار خوب گرم ہو گیا اور عیینہ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی قوت کا پتا چلا تو وہ طلیحہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: کیا جبریل آپ کے پاس کوئی وحی لائے ہیں؟ اس نے کہا: ابھی نہیں۔

یہ سن کر وہ واپس چلا گیا اور لڑنے میں مشغول ہو گیا۔ جب لڑائی نے مزید شدت اختیار کی اور مسلمانوں کا دباؤ مرتدین پر بڑھتا چلا گیا تو عیینہ پھر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا: اب بھی جبریل کوئی وحی لائے یا نہیں؟ طلیحہ نے وہی جواب دیا کہ ابھی نہیں۔ عیینہ نے جھنجلا کر پوچھا: آخر یہ وحی کب تک آئے گی؟ طلیحہ نے کہا: میری عرض تو ملائے اعلیٰ تک پہنچ چکی ہے۔ اب دیکھو کیا جواب ملتا ہے؟ اس مرتبہ بھی طلیحہ کا بودا جواب سن کر عیینہ میدانِ جنگ میں آ گیا اور لڑنا شروع کر دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے لشکر کا محاصرہ کر لیا ہے اور اب شکستِ نوشتہ دیوار ہے وہ گھبراہٹ کی حالت میں آخری مرتبہ طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا: اب بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے یا نہیں؟ طلیحہ نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کیا؟ طلیحہ نے جواب دیا: یہ وحی

نازل ہوئی ہے کہ ان لک رحاً کر حاہ و حدیثا لاتنساہ۔ یعنی تیرے پاس بھی ویسی ہی چکی ہے جیسی ”اس“ کے پاس ہے اور تیرا ذکر اتنا شاندار اور بلند ہے جسے تو کبھی نہ بھولے گا۔ یہاں ”اس“ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں، جن کا ذکر بلند ہے اور سپہ سالار لشکر اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی جو اس وقت جنگ کی چکی کو پوری قوت سے حرکت دے رہے تھے۔

یہ سن کر عیینہ اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکا اور چیخ اٹھا: قد علم اللہ ان سیکون حدیثا لاتنساہ۔ یعنی بے شک اللہ کو معلوم ہے کہ عنقریب ایسے واقعات پیش آئیں گے جنہیں تو کبھی نہ بھول سکے گا۔

اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف آیا اور بلند آواز میں پکار کر کہا: اے بنو فزارہ! طلیحہ کذاب ہے۔ اسے چھوڑ دو اور بھاگ کر اپنی جانیں بچاؤ۔ یہ سن کر بنو فزارہ تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ باقی لشکر طلیحہ کے گرد جمع ہو گیا اور پوچھا کہ اب آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ طلیحہ نے پہلے سے اپنے لیے ایک گھوڑے اور اپنی بیوی توار کے لیے ایک اونٹ کا انتظام کر رکھا تھا۔ جب اس نے لوگوں کو اس پریشانی کی حالت میں دیکھا تو وہ کود کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنی بیوی کو بھی سوار کر کے یہ کہتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا: جو شخص میری طرح اپنے اہل و عیال کو لے کر بھاگ سکے وہ بھاگ جائے۔ یہ تھی جھوٹے مدعی نبوت کی ساری حقیقت!

طلیحہ کا دوبارہ قبولِ اسلام

اس طرح طلیحہ کی ساری جنگی طاقت و قوت جو اس نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جمع کی تھی، ملیا میٹ ہو گئی اور اس کی بناوٹی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ بھاگ کر شام پہنچا اور وہاں بنو کلب میں سکونت اختیار کر لی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ان تمام قبائل نے جو اس سے پہلے اس کے حلقہ اطاعت میں شامل تھے، اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ بھی اسلام لے آیا۔ کچھ عرصے بعد وہ عمرہ کرنے کے ارادے سے مکہ آیا۔ جب وہ مدینہ کے قریب سے گزرا تو بعض لوگوں نے حضرت

ابوبكر صديق رضی اللہ عنہ كو اطلاع دي۔ انھوں نے فرمایا: اب ميں اس كے خلاف كيا كر سكتا ہوں۔ اس سے تعرض نہ كر وكيوں كہ اللہ نے اسے ہدایت دے دي ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خليفہ ہوئے تو طلحہ ان كی بيعت كرنے كے ليے آيا۔ اسے ديكھ كر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو عكاشہ اور ثابت كا قاتل ہے۔ ميرادل تيری طرف سے كبھی صاف نہیں ہو سكتا۔ اس نے جواب ديا: امير المومنين! آپ كو ان دونوں كی طرف سے كيا فكر ہے؟ اللہ نے انھیں ميرے ہاتھ سے عزت كے بلند مقام تك پہنچا ديا (شہادت دي) ليكن مجھے بھی ان كے ہاتھوں سے ذليل نہ كرايا۔ يہ سن كر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس كی بيعت لے لي۔ پھر فرمایا: اے دعا باز تيری كہانت كا كيا بنا؟ اس نے جواب ديا: امير المومنين! وہ ختم ہوگئی۔ ہاں، كبھی كبھی ايک دو پھونكيس مار ليتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو كر وہ اپنی قوم ميں چلا گیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ عراق كی جنگوں ميں اس نے ايرانيوں كے مقابلے ميں كارہائے نماياں انجام ديے۔

عيسينہ بن حصن ميدان جنگ سے فرار ہو كر اپنی قوم بنو فزارہ ميں پہنچ گیا اور اعلان كر ديا كہ طلحہ كذاب اور بز دل ہے اور اپنے لوگوں كو مسلمانوں كے رحم و كرم پر چھوڑ كر خود اپنی بيوی كے ہمراہ فرار ہو گیا ہے۔ عيسينہ بھی اپنے قبيلے كے باقی سرداروں كی طرح پھر سے تائب ہو كر داخل اسلام ہو گیا اور اس پر ہی اس كا خاتمہ ہوا۔ (ابوبكر، سيرت ابوبكر صديق رضی اللہ عنہ، از محمد حسين بيگل، مکتبہ ميری لائبريری، لاہور، ص ۱۷۲-۱۸۴، تاريخ طبري، ج ۳، دارالمعارف مصر، ص ۲۵۳-۲۶۱، البداية والنهاية، امام ابن كثير، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ء، ص ۱۳۱۴-۱۳۱۵)



الاسودا لعنسی

اوڑھنی والا اور گدھے والا

کم و بیش تمام مستند مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت میں سے سب سے پہلا شخص جس نے اس جرم کا ارتکاب کیا وہ الاسودا لعنسی ہے۔ یہ مسلمان ہو چکا تھا، مگر پھر اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گیا اور ساتھ اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا۔ یہ یمن کے ایک بڑے قبیلے بنو مذحج کی ذیلی شاخ بنی عنس سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی لیے اسے لعنسی کہتے ہیں۔ تاریخ میں یہ ذوالخمار کے نام سے بھی معروف ہے۔ خمار کا معنی ہے اوڑھنی، دوپٹہ، چھوٹی چادر۔ یہ شخص ہر وقت اپنے عمامے کے اوپر ایک چادر ڈالے رکھتا تھا، جس طرح خواتین اپنا چہرہ چھپانے کے لیے گھونگھٹ نکالتی ہیں۔ اسی وجہ سے اسے ذوالخمار یا اوڑھنی والا کہا جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت مورخ بلاذری، صاحب فتوح البلدان کے حوالے سے بھی تاریخ میں مذکور ہے۔ جس میں انھوں نے اسود کو ذوالخمار لکھا ہے۔ جس کا معنی گدھے والا ہے۔ اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ اس کے پاس ایک ایسا گدھا تھا جسے بڑی محنت سے سدھایا گیا تھا اور وہ اس کے حکم پر اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سجدہ کیا کرتا تھا۔ ہماری رائے میں پہلا قول ہی درست ہے۔

بد صورت مدعی نبوت

اسود، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے بہت سیاہ رنگ کا تھا اور اس کی شکل و صورت بھی بہت بدنما تھی۔ لیکن تھا بڑا شاطر اور ہوشیار۔ لوگوں سے اپنے چہرے کو چھپانے کے لیے اس نے یہ ڈھونگ اور طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس سے وہ ایک جانب پردے میں رہ کر اپنے تقدس کا اظہار کرتا

اور دوسری جانب اپنے مکروہ چہرے کو لوگوں سے مخفی رکھتا۔ اس کا اصلی نام اسود نہیں بلکہ عبیلہ تھا۔ اس کے والد کا نام کعب تھا جو بنو عنس میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

حضرت باذانؓ

اسود عنسی اس زمانے میں اسلام میں داخل ہوا جب اہل یمن بڑی تعداد میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ یمن کسریٰ کی راجدھانی کا ایک صوبہ تھا۔ یہاں کسریٰ نے اپنے ایرانی وفادار سردار باذان کو گورنر مقرر کیا ہوا تھا۔ اسلام کی دعوت یمن میں پہنچی تو باذان نے بھی بخوشی اسلام قبول کر لیا اور ایران کی حکمرانی اور اقتدار یمن سے ختم ہو گیا۔ باذان بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا، اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انھیں نصیب نہیں ہوئی اس لیے صحابہ کی صف میں تو شمار نہیں ہوتے، مگر وہ تابعین میں بہت معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اس امتی کا اکرام کیا اور گورنری کے مقام پر انھی کو فائز رکھا۔ اسی زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بنیؓ اور حضرت موسیٰ اشعریؓ کو یمن میں اسلام کی تعلیمات اور اسلامی قانون کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے اپنے نمائندے بنا کر بھیجا تھا۔

سعدیہ باپ کا سعادت مند بیٹا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں باذان وفات پا گئے۔ آپ نے ان کی وفات پر ان کے فرزند شہر بن باذان کو صنعا کی گورنری پر بحال رکھا، مگر یمن کے باقی علاقے کو نو حصوں میں تقسیم کر دیا اور نظم و نسق بہتر انداز میں چلانے، نیز اس علاقے میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین اور بعض دیگر اہل ایمان کو ذمہ داریاں سونپ دیں۔ ہمدان کے علاقے میں باذان کے پوتے اور شہر بن باذان کے بیٹے عامر بن شہر کا تقرر فرمایا۔

صحابہؓ کی ذمہ داریاں

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کو مختلف علاقوں میں ذمہ داریاں سونپی گئیں ان کی تفصیل بھی

مورخین نے لکھی ہے۔ اس کے مطابق:

- ۱- حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ: ان کو مشہور علاقے نجران کا والی مقرر کیا گیا۔ نجران میں عیسائی آبادی بھی تھی، جو بعد میں مسلمان ہو گئی۔
 - ۲- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ: ان کو مآرب کا گورنر مقرر کیا گیا۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں تاریخ انسانی کا سب سے پہلا ڈیم بنایا گیا تھا۔ اس ڈیم سے نہریں نکالی گئیں جن سے آب پاشی، باغبانی اور کھیتی باڑی کے میدان میں یمن میں بڑی ترقی ہوئی۔ یہ قوم سبا کے دورِ حکومت کی بات ہے۔ بعد میں یہ بند ٹوٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کو ان کی بغاوت کی بہت بڑی سزا دی۔ اس کا تذکرہ سورہ سبا میں موجود ہے۔ ڈیم کی باقیات آج تک موجود ہیں۔
 - ۳- حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ: ان کو نجران و زبید کا درمیانی علاقہ تفویض ہوا۔
 - ۴- حضرت طاہر بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ: ان کی گورنری علاقہ عک اور اشاعرہ پر مشتمل تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا آبائی علاقہ یہی تھا۔
 - ۵- حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ: انھیں یمن کے مشہور ترین علاقے حضرموت کا گورنر بنایا گیا۔
 - ۶- حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ: یہ جرد کے علاقے میں گورنر بنائے گئے۔
 - ۷- حضرت عکاشہ بن ثور رضی اللہ عنہ: سکون اور سکا سک کے صحرائی علاقے میں ان کو حکمرانی کی ذمہ داری سونپی گئی۔
 - ۸- حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ: یہ علاقہ مراد کے گورنر تھے۔
- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس سارے علاقے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ ایسے نمائندے تھے جن کی ذمہ داری حکمرانوں کی نگرانی بھی تھی، اہم امور میں فیصلے صادر کرنا بھی اور پورے علاقے کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا بھی تھا۔ گویا ان کی حیثیت اور شخصیت پورے علاقے میں ایک جامع مقام و منصب کی حامل تھی۔

کفر کا منہ زور طوفان

جب یہ سارا نظام قائم ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ اسود عنسی بڑا چرب زبان اور شاطر آدمی تھا۔ اس نے بہت جلد قبیلہ مذحج کے اکثر لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لیا اور اسلامی ریاست کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ سب سے پہلا حملہ نجران پر ہوا۔ بد قسمتی سے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نجران اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یہ علاقہ چھوڑنا پڑا۔ پہلی فتح کے بعد فطری طور پر اس کذاب کا حوصلہ بھی بڑھ گیا اور یمنی قبائل میں بھی اس کی قبولیت کا دروازہ کھل گیا۔ اب اس کا ارادہ یمن کے مرکزی شہر صنعا پر حملہ کرنے کا تھا۔ چنانچہ وہ ایک ہزار کے لگ بھگ جنگجو اپنے ساتھ لے کر برق رفتاری سے صنعا پر حملہ آور ہوا۔ حضرت شہر بن باذان بڑی بہادری سے اس کے مقابلے پر نکلے، مگر میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد فوج پسپا ہوئی اور اسود عنسی نے صنعا پر قبضہ کر لیا۔

جب فتنہ زور پکڑتا ہے تو اس کے شعلے ہر جانب تباہی و بربادی پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہوئی کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص قیس بن عبد یغوث مرادی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس علاقے میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اسود عنسی کے سحر میں گرفتار ہو گیا اور اسلام سے خارج ہو کر اس نے علاقہ مراد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ گورنر حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال دیا۔ یہ بڑے پر آشوب حالات تھے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن خطرے میں تھے کیونکہ نو مسلم آبادیاں اور قبائل اس طوفان کے سامنے ڈٹ کر کھڑے نہ ہو سکے اور صحابہ کی تعداد چند افراد سے زیادہ نہ تھی۔ گویا وہ بمشکل آٹے میں نمک کے برابر تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت طاہر بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میدان کارزار کے آزمودہ کار جنگجو تھے، مگر تنہائی میں ان حالات کا مقابلہ مشکل تھا۔ انہوں نے شہروں کو چھوڑ کر پہاڑی علاقوں میں اپنے ڈیرے لگالئے اور کوشش کی کہ ایک جانب یمن کے اندر بچے کھچے مسلمانوں کو کسی طرح مجتمع کریں اور دوسری جانب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال کی اطلاع دیں۔ دو صحابہ حضرت عمرو بن حزم اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہما یمن سے نکل کر بحفاظت مدینہ پہنچے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری صورت حال کی اطلاع دی۔

آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کی زبانی یہ خبریں سن کر فرمایا کہ حوصلہ مت ہارو۔ حالات ان شاء اللہ پلٹیں گے۔ ساتھ ہی آپ نے اپنے صحابی حضرت و بر بن تحسن ازدی رضی اللہ عنہ کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ کمر ہمت باندھ لو۔ میں تمہاری مدد کے لیے جنگجو دستے بھیج رہا ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو ایک فوج کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا۔

یمن چونکہ ایران کا صوبہ رہا تھا اس لیے فارسی الاصل خاندان بڑی تعداد میں یہاں آباد تھے۔ یہ یہاں کے حکمران ہونے کی وجہ سے بڑے معزز سمجھے جاتے تھے۔ اسود عنسی نے علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد ان ایرانیوں سے بھی بہت حقارت و رسوائی کا سلوک کیا۔ ان لوگوں میں کئی مخلص مسلمان بھی تھے۔ ان میں سے جو لوگ پہلے سے مسلمان نہیں بھی تھے وہ بھی اسود کے برتاؤ کی وجہ سے اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ ایک بہت دلیر اور صحیح العقیدہ ایرانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ جا کر مسلمان ہوئے تھے۔ وہ کچھ عرصہ مدینہ میں مقیم رہے اس لیے ان کو اسلام کے بارے میں بھی اچھی خاصی معلومات تھیں۔

مدینے کی معاشرت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے ان کی اچھی خاصی تربیت بھی کر دی تھی۔ ان کا نام فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کی باذان کے خاندان کے ساتھ رشتہ داری بھی تھی۔ شہر بن باذان کی بیوی آزادان کی چچا زاد بہن تھی۔ شہر بن باذان کی شہادت کے بعد اسود عنسی نے ان کی بیوہ آزاد کو زبردستی اپنے حرم میں ڈال لیا تھا۔ وہ بے چاری عزت دار خاتون

تھی اور ان حالات سے سخت پریشان تھی۔ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے کسی طرح آزاد سے رابطہ قائم کیا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ اسود عنسی سے انتقام لیا جائے۔ معزز خاتون نے جواب بھیجا کہ وہ خدا کی قسم کھا چکی ہے کہ اس ظالم سے ضرور انتقام لے گی۔

علامہ ابن کثیر کے الفاظ میں اس خاتون نے اپنے چچا زاد بھائی فیروز کو یہ پیغام بھیجا: وَاللّٰهِ مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَخْصًا هُوَ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْهُ..... فَاِذَا عَزَمْتُمْ فَاَعْلِمُوْنِيْ اُخْبِرْكُمْ بِمَا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ۔ یعنی خدا کی قسم میرے نزدیک اللہ کی پوری مخلوق میں اس بد بخت سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی اور شخص نہیں۔ جب تم اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کرو تو مجھے خبردار کرو۔ میں تمہیں اس معاملے میں پوری راہنمائی دوں گی۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۰۹)

اس کے بعد آزاد نے فیروز کو ایک سکیم بھی بتائی کہ کس طرح وہ اسود عنسی کے محل میں داخل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی سکیم کے مطابق فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لیا اور ایک تیسرے شخص دازویہ کو، جو ایرانی تھا، بھی ساتھ لے لیا (یہ محقق نہیں کہ آیا یہ شخص مسلمان تھا یا نہیں البتہ وہ اسود عنسی کے سخت خلاف تھا)۔ اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوش خبری سنائی: قُتِلَ الْعَنْسِيُّ الْبَارِحَةَ، قَتَلَهُ رَجُلٌ مُّبَارَكٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِ مُّبَارِكَيْنِ۔ کل رات ایک بابرکت گھرانے کے ایک بابرکت سپوت نے دشمن خدا اسود عنسی کو قتل کر دیا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: وَمَنْ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ فَيُرُوْزُ، فَاَزَ فَيُرُوْزُ۔ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مبارک شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ فیروز ہے، فیروز کامیاب ہو گیا ہے۔ یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعے سے دی۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۱۰)

اپنے منصوبے کے مطابق حضرت فیروز اور ان کے ساتھی ایک خاص راستے سے رات کے وقت اسود عنسی کے محل میں گھس گئے۔ اس وقت اسود عنسی رات بھر شراب نوشی کرنے کے بعد نشے

کی حالت میں مدہوش پڑا تھا۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے اس پر حملہ کیا، مگر اس کا سرتن سے جدا نہ ہو سکا۔ قبل اس کے کہ وہ شور مچاتا اور کوئی اس کی مدد کو آتا حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے پھرتی سے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت فیروز کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے کہ انہوں نے ایک دشمن خدا اور گستاخ رسول کو جہنم واصل کیا تھا۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک جانب ایران سے تعلق رکھنے والے یہ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کے سچے وفادار اور مخلص مومن ہیں تو دوسری جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بد بخت قاتل ابولؤلؤ فیروز بھی ایرانی النسل تھا۔ وہ آتش پرست اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔

اسود عنسی کے قتل کے بعد حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ صنعا کی فصیل پر چڑھ گئے اور باواز بلند اذان پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگو! سنو اسود عنسی جھوٹا تھا۔ اللہ نے اس کذاب کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ آج قتل ہو چکا ہے۔ بس پھر کیا تھا اکثر و بیشتر لوگ بھاگ نکلے، باقیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ ایک بہت تھوڑی تعداد ان بد بخت مرتدین کی تھی جنہوں نے ہتھیار اٹھائے، مگر وہ سب مسلمانوں کے ہاتھوں تہ تیغ ہو گئے۔

اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے عین مطابق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نصرت سے مرکزی شہر صنعا کے علاوہ پورا یمن اس فتنے سے پاک صاف ہو گیا اور اس پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے تیز رفتار قاصد کو خوش خبری کے ساتھ مدینہ بھیج دیا تھا، مگر قاصد کے مدینہ پہنچنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ جب قاصد پہنچا تو وہ خلیفہ رسول کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش خبری سنا چکے تھے اس لیے اب قاصد کی زبانی یہ خبر سن کر مسلمانوں کی خوشیاں دو بالا ہو گئیں اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ان کے ساتھیوں نے اس خطرناک فتنے کا خاتمہ کر دیا۔



سجاح بنت حارث

جھوٹی مدعیہ نبوت

سجاح بنت حارث کا مختصر تذکرہ پچھلے باب میں ہوا ہے۔ بنو تغلب کی اس خاتون نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور کئی جہلا اس کے جال میں پھنس گئے تھے۔ مقفی و مسجع عبارتوں کو وحی ربانی سمجھنا اپنی جگہ بڑی حماقت ہے، مگر دنیا میں یہ حادثے ہوتے رہے ہیں۔ سچے انبیاء کا انکار کرنے والوں کی کمی نہیں رہی اور جھوٹے مدعیان نبوت کو بھی شیطان کچھ پیروکار فراہم کر ہی دیتا ہے۔ جھوٹ آخر جھوٹ ہوتا ہے، جتنی بھی ملمع کاری کر لے بالآخر طشت از بام ہو کے رہتا ہے۔ یہی کچھ ان تمام مدعیان نبوت کے ساتھ ہوا، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یا بعد کے ادوار میں نبوت کے دعوے کیے۔ ختم نبوت کے قلعے میں کوئی بد بخت شگاف نہیں ڈال سکتا۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ اس بد بخت کو شکست و ہزیمت اور ندامت و ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ (البتہ یہ روایات بھی اپنی جگہ پر موجود ہیں کہ آخری دور میں اس نے توبہ کر لی تھی اور اسلام پر ایمان لے آئی تھی۔)

سجاح کی عبرت ناک شکست

سجاح بنو تمیم کے درمیان کچھ عرصہ رہی، لیکن وہاں دو گروہوں کے درمیان لڑائی کے نتیجے میں بنو تمیم نے اسے اپنی مصیبت کی ذمہ دار قرار دیا۔ اس صورت حال سے اسے خطرہ محسوس ہوا اور وہ اپنے لشکر کو لے کر مدینہ کی طرف چل پڑی۔ بناج کے مقام پر پہنچی تو حضرت اوس بن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سامنا کیا اور اسے عبرت ناک شکست سے دوچار کر دیا۔ سجاح نے ان کی منت سماجت کی تو انہوں نے اسے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ وعدہ کرے کہ کبھی مدینہ کی طرف بری نیت سے پیش

قدمی نہیں کرے گی۔ اس نے واپسی کا راستہ لیا، مگر ایک مقام پر اس کے ساتھ موجود تمام سرداروں نے اس سے کہا کہ اب ہماری منزل کیا ہوگی؟ نہ تو بنو تمیم میں ہماری دال گلی اور نہ ہی ہم مدینہ پہنچ سکے۔ بنو تمیم کے دو سردار مالک اور کعب جو ہمارے حامی تھے وہ بھی اپنے قبیلے کے ساتھ صلح کر کے ہمارا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ سجاح نے چکنی چیرٹی باتوں میں ان سرداروں کو مسحور کر لیا۔

بیہودہ کلام

سجاح اپنی چالاکی سے کچھ مفقہی و مسجع فقرے چست کرتی رہتی تھی اور اس ہذیان کو وحی قرار دیتی تھی۔ اپنے گرد مجتمع سرداروں سے اس نے کہا: مدینہ کی راہ اگر مسدود ہوگئی ہے تو کیا فکر ہے اب ہم یمامہ چلیں گے۔ اس پر سرداروں نے کہا کہ اہل یمامہ اپنی طاقت و حشمت میں ہم سے بہت آگے ہیں۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اس نے کہا: میرے اوپر وحی آئی ہے کہ یمامہ کی سرزمین ہمارے لیے سازگار ہے۔ پھر یہ بیہودہ کلام ان کو سنایا: عَلَیْكُمْ بِالْیَمَامَہِ، وَدَفُّوا دَفِیْفَ الْحَمَامَہِ، فَاِنَّهَا غَزْوَةُ الصَّرَامَہِ، لَا یُلْحِقُكُمْ بَعْدَ هَا نَدَامَہ۔ یعنی یمامہ کی طرف لازماً چلو، کبوتر کی طرح اچانک ان پر جھپٹو، کیوں کہ یہ ایک زبردست معرکہ ہوگا، جس کے بعد تم فتح یاب ہو کر کبھی شکست اور ندامت سے دوچار نہ ہو گے۔

عجیب بات ہے کہ جب انسان کی عقل ماری جائے تو وہ تاری عنکبوت پر بھی بھروسہ کرنے لگتا ہے۔ اب دیکھیے کیا یہ عبارت کسی عرب کے نزدیک وحی ہو سکتی ہے؟ کبوتر کے جھپٹنے کی جو بات کہی گئی ہے، بذات خود اس کے اندر بے پناہ حماقت ہے، کیونکہ پرندوں کی دنیا کا سب سے مسکین، بے ضرر اور درویش منش پرندہ کبوتر ہی ہے۔ اسے جھپٹنے پلٹنے سے کیا سروکار۔ بہر حال سرداروں نے سوچا، اب تو وحی آگئی ہے، اس لیے کامیابی میں کوئی شک نہیں۔ یہ لوگ یمامہ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ادھر یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے بھی نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔

سجاح اور مسیلمہ کا نکاح قبیح

یہ شخص اگرچہ بد صورت تھا، مگر بڑا عیار، مکار، چرب زبان اور مجلس سجانے کا ماہر تھا۔ اس

نے سجاح کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور اسے اپنی مسحور کن باتوں سے اتنا متاثر کر لیا کہ اس نے اس کی نبوت کو تسلیم کر لیا۔ یوں دونوں جھوٹے نبی آپس میں مل گئے۔ یہی نہیں سجاح اس سے اتنی متاثر ہوئی کہ اس سے نکاح بھی کر لیا۔ حماقت ملاحظہ فرمائیے کہ جب وہ تین دن کے بعد واپس اپنے لوگوں کے پاس گئی تو انھیں اس جھٹ منگنی پٹ بیاہ کا پتا چلا اور تعجب ہوا۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ حق مہر کیا طے ہوا؟ اس نے بڑی سادگی سے کہا کہ مہر تو کوئی مقرر نہیں ہوا۔ اس کی قوم نے اس پر اظہارِ افسوس کیا اور کہا کہ واپس جا کر مہر کا معاملہ طے کرو، تمہارے جیسی شخصیت کا مہر کے بغیر شادی کرنا ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ وہ واپس گئی تو مسیلمہ نے اسے کہا کہ حق مہر کے عوض عشاء اور فجر کی نمازیں تمہارے لوگوں کو معاف کر دی گئی ہیں۔ سجاح نے کہا کہ میں نے تمہارے ساتھ شادی بھی کی ہے اور تمہاری نبوت کو بھی تسلیم کیا ہے اس کے بدلے میں مجھے اپنی زمینوں کے لگان کا نصف حصہ دیا کرو۔ مسیلمہ نے کہا: ٹھیک ہے۔ اسے کچھ مال اور غلہ دے دیا اور کہا کہ اگلے سال پھر دیکھیں گے۔ چنانچہ یہ مال متاع لے کر اپنے لوگوں کے ساتھ واپس اپنے علاقے میں چلی گئی۔ اگلے سال کے لگان سے پہلے ہی مسیلمہ پر صحابہ کرام نے چڑھائی کی اور اس فتنے کا مکمل خاتمہ کر دیا۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۱۶-۱۳۱۷)

خاتمہ بالخیر

سجاح کے بارے میں کم و بیش سبھی مورخین متفق ہیں کہ اس نے مسیلمہ کذاب کے خاتمے کے بعد جھوٹی نبوت سے توبہ کر لی تھی اور دوبارہ داخل اسلام ہو گئی تھی۔ باقی زندگی اس نے کوفہ اور بصرہ کے درمیان گزاری۔ بعض روایات کے مطابق کوفہ میں فوت ہوئی، جب کہ دیگر راوی اس کی موت بصرہ میں بیان کرتے ہیں۔ موت کے سال کے بارے میں بھی اختلاف ہے، البتہ زیادہ مورخین اس کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم



مسيلمہ كذاب

آنحضور ﷺ کے نام مسيلمہ كذاب کا خط
مسيلمہ کا تعلق قبيلہ بنو حنيفہ سے تھا۔ یہ شخص بہت دھوکے باز، عتيار، مکار اور چرب زبان
تھا۔ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ یہ بد بخت کہا کرتا
تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اللہ کے رسول ہیں اور میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔ نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے اسے كذاب قرار دیا تھا۔ اس کا ایک خط تاریخ کی کتابوں میں منقول ہے، جس
میں اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نبوت بنایا گیا ہے۔ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تھوڑا ہی عرصہ قبل اس نے آپ کے نام جو خط لکھا وہ مورخ
طبری نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے:

مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُولِ اللَّهِ الْيُحْمَدِ رَسُولِ اللَّهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَا نِي
أَشْرَكَتُ فِي الْأَمْرِ مَعَكَ۔ مسيلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف،
آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا
ہوں۔

مکرو فریب کا جال

مسيلمہ اور اس کے پیروکار بہت مکار، فریبی اور دھوکے باز تھے۔ وہ اذان اور نماز کا اہتمام
کرتے تھے۔ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ کے بعد اشہدان ان مسيلمہ رسول
اللہ کہا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط ملتے ہی اس پر لعنت بھیجی اور اسے

کافر و کذاب قرار دیا۔ بنو حنیفہ کے بیش تر مسلمان نیک نیتی کے ساتھ سمجھتے تھے کہ مسیلمہ بھی اللہ کا رسول ہے۔ اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کے بعد انہوں نے اس کی اتباع شروع کر دی۔ اس کے باوجود کچھ مخلص اور فہیم اہل ایمان اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔ اس کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوج بھیجنا چاہتے تھے، مگر اجل مسٹی نے آپ کو مہلت نہ دی۔ یہ اہم کام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انجام دیا گیا۔

یہ شخص دھوکہ دینے کے لیے کبھی نرمی اختیار کرتا اور کبھی اپنی دھونس جمانے کے لیے ظلم و ستم کی انتہا کر دیتا تھا۔ امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ سورہ النحل میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مِنْ اُكْرَهٗ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْراً فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ (النحل: ۱۰۶)۔ جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔

بدترین ظلم اور استقامتِ ایمانی

اسی آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس رخصت کے باوجود عمومی طور پر عزیمت کا راستہ اختیار کرتے تھے اور جان کی قربانی دے دیتے تھے، مگر کفریہ کلمہ اپنی زبان سے نہیں نکالتے تھے۔ جن دنوں میں حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ (حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے فرزندِ دل بند) یمامہ کے علاقے سے گزر رہے تھے۔ مسیلمہ کو اس کی اطلاع ملی۔ مسیلمہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور کہا: اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں۔ پھر اس نے پوچھا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ مسیلمہ کذاب ہے۔ اس نے کہا: تم اگر یہ گواہی نہ دو گے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے فرمایا:

تمہیں جو کچھ کرنا ہے کر لو، میں ہرگز یہ گواہی نہیں دوں گا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ان کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ ہاتھ کٹنے کے باوجود وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ پھر ان کا ایک پاؤں کاٹا گیا، مگر ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ پھر دوسرا ہاتھ اور دوسرا پاؤں بھی کاٹے گئے۔ امام ابن کثیرؒ کے الفاظ میں: فَلَمْ يَزَلْ يَقْطَعُهُ اِرْبًا اِرْبًا وَهُوَ ثَابِتٌ عَلٰى ذٰلِكَ۔ یعنی انہیں ایک ایک عضو کاٹ کر شہید کیا گیا، مگر وہ اپنے موقف پر ثابت قدم رہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۲۸، مطبوعہ دارالاندلس، بیروت)

عجلت میں حملہ

مسلمہ کذاب کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کو ایک فوج دے کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ تمہارے پیچھے شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ایک مزید دستہ لے کر آرہے ہیں۔ ان کے آنے تک جنگ شروع نہ کرنا۔ جب وہ پہنچ جائیں تو مسلمہ پر حملہ کر دینا۔ اہل یمامہ نے مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے تھے اور مسلمہ کے گرد مختلف قبائل کے مرتدین اور جنگجو بھی ہتھیار بند ہو کر پہنچ چکے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جب اس علاقے میں پہنچے تو انہوں نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا انتظار کرنے کی بجائے مسلمہ سے جنگ چھیڑ دی۔ چونکہ ان کی تعداد کم تھی اور دشمن پہلے سے تیار بیٹھا تھا، اس لیے مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا۔

نئی جنگی حکمت عملی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور ایک خط میں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے کیوں عجلت سے کام لیا اور شرحبیل کے پہنچنے سے قبل جنگ کیوں چھیڑ دی۔ خیر جو مقدر تھا وہ ہوا۔ اب واپس مدینہ آنے کی بجائے مہرہ اور عمان کے مرتدین کے خلاف لڑنے کے لیے حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عرفجہ رضی اللہ عنہ سے جا ملو۔ جب وہاں سے فارغ ہو جاؤ تو پھر حضرموت اور یمن کے مرتدین سے لڑنے کے لیے مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جانا۔ اس عرصے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنی مہمات سے فارغ ہو چکے تھے اور مالک بن

نورہ کے قتل کی شکایات پر مدینہ آ کر خلیفہ رسول کی خدمت میں اپنا موقف پیش کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت اور وضاحت قبول کرتے ہوئے انہیں مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر سپہ سالار بنا کر بھیجا اور حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر مسیلمہ کے مقابلے پر جہاد میں حصہ لیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان

حضرت خالد کے لشکری تو پہلے سے ان علاقوں میں موجود تھے۔ ان کی مدد کے لیے مدینہ سے انصار و مہاجرین صحابہ پر مشتمل دو دستے بھی روانہ کیے گئے۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہت سے حفاظ و قرأ بھی شامل تھے اور وہ اصحاب بھی بڑی تعداد میں تھے، جو بدر واحد اور احزاب و حنین کے معرکوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حصہ لے چکے تھے۔ مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے امیر حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اور انصار کے امیر حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ فوج کے علم بردار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ مقرر کیے گئے۔

(البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى،

ص ۱۳۱۸-۱۳۱۹)



جنگ یمامہ

تاریخی معرکہ

جنگ یمامہ تاریخ اسلام کے عظیم ترین اور اہم ترین معرکوں میں شمار ہوتی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو لے کر اس علاقے میں پہنچے تو دیکھا کہ مسلمان چالیس ہزار جنگجو اپنے گرد جمع کیے اپنے قلعے کے باہر عقربا کے مقام پر خیمہ زن ہے۔ اس کے سامنے کھلے میدان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی پڑاؤ ڈال دیا۔ اس عرصے میں یہاں پہنچنے سے قبل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا آنا سنا منا بنو حنیفہ ہی کے ایک اور کافر سردار مجاعہ بن مرارہ کے ساتھ ہوا، جو بنو عامر اور بنو تمیم پر شب خون مارنے کے بعد مال غنیمت لے کر واپس جا رہا تھا۔ اس کے سب ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے جنگی حکمت عملی کے پیش نظر قید کر دیا گیا۔

جنت پکارتی ہے

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے میدان جنگ میں پہنچنے کے دوسرے روز باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی۔ دشمن کا ایک جنگجو میدان میں نکلا اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیے لاکارا۔ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھے اور اسے تہ تیغ کر دیا۔ دشمن کا یہ جنگجو رجال بن عنقوۃ تھا جو اپنی بہادری کے لیے مشہور تھا۔ اس کے قتل پر مسلمانوں کی فوج بپھر کر مسلمانوں پہ حملہ آور ہوئی۔ یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں قدرے کمزوری نظر آنے لگی۔ اس موقع پر علم برداران لشکر حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ساتھی بڑی پامردی سے لڑے اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے دونوں علم برداروں نے جہاد کی عظمت،

شہادت کا مقام و مرتبہ اور جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج آگے بڑھنے کا دن ہے۔ اسی طرح حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ مولیٰ ابو حذیفہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے دشمن پر زوردار حملہ کیا۔ وہ بھی مسلمانوں کو مسلسل تلقین کیے چلے جا رہے تھے: هَلِّمُوا إِلَى الْجَنَّةِ یعنی آؤ جنت کی طرف بڑھو۔ بنو حنیفہ بڑے ماہر تیرانداز تھے۔ مسلمان بنو حنیفہ کے تیراندازوں کے تابڑتو زخموں سے منتشر ہونے لگے تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی آگے بڑھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو پکارنے لگے: اے اہل ایمان! میں عمار بن یاسر ہوں، میری طرف آؤ۔ وہ سامنے جنت ہے، جنت سے کیوں فرار اختیار کر رہے ہو۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس نازک مرحلے پر ایک بلند ٹیلے پر کھڑے تھے اور ان کا ایک کان شہید ہو چکا تھا، مگر اس تکلیف سے بے پروا وہ مردانہ وار دشمن سے برسری پیکار تھے۔ جبکہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے ایک گڑھا کھود کر اس میں پاؤں جمالیے اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

کفن پوش مجاہد

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت سالم رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دشمن سے لڑ رہے تھے تو بہت سارے دشمن ان کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے، مگر ان میں سے سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، پھر حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں گرے ہوئے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ بھی شہید ہو چکے تھے، مگر انہوں نے آخری وقت تک جھنڈا کٹے ہوئے بازوؤں سے اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بلند رکھا تھا۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے کفن زیب تن کر رکھا تھا اور خود کو خوشبو میں بسا رکھا تھا۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ آج وہ جنت کے شوق سے یوں سرشار تھے کہ ان کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے بھی بڑھے اور وہ ان پر رشک بھی کرنے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت

ثابت رضی اللہ عنہ کو جب شہادت اور جنت کی بشارت دی گئی تو اس کے بعد صحابہ جب بھی ان کو دیکھتے تو وہ کہتے جنتی چلا آ رہا ہے۔

سعادت کی زندگی شہادت کی موت

جب سورۃ الحجرات نازل ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بات کرنے سے منع کیا گیا تھا، تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ ان کے تو سارے اعمال ضائع ہو گئے ہیں، کیونکہ ان کی آواز فطری طور پر بلند تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ سنا تو فرمایا کہ جاؤ اسے خوش خبری دو کہ وہ سعادت کی زندگی گزارے گا، شہادت کی موت آئے گی اور سیدھا جنت میں جائے گا۔ یمامہ کے دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی عجیب شان تھی۔ دشمن پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور مسلمانوں کو بلند آواز سے جنت کی ترغیب دے رہے تھے۔ آخر بے جگری سے لڑتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کان اس جنگ میں شہید ہوا اور وہ شدید زخمی ہوئے، مگر بے جگری سے لڑنے کے باوجود اللہ نے ان کو محفوظ رکھا۔ قرآن کا ارشاد کیا خوب ہے: **مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَبِئْسَ مَن قَضَىٰ نَجْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّن يَنتَظَرُ ۗ وَمَا بَدَّلُوا بَدِيلًا** (الاحزاب ۳۳: ۲۳)۔ ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔ انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

عصبیت جاہلیہ

جس طرح یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ساتھیوں کو جنت کی ترغیب دے کر جنگ پر ابھار رہے تھے اسی طرح مسیلمہ کا بیٹا شرحبیل بن مسیلمہ بھی اپنے قبیلے کو عصبیت جاہلیہ کا واسطہ دے کر جنگ پر ابھار رہا تھا۔ اس نے کہا: اے بنو حنیفہ! آج اپنے قبیلے کی عزت خطرے میں ہے، قومی غیرت کا مظاہرہ کرنے کا یہی وقت ہے۔ آج دشمن کے مقابلے کے لیے کوئی کسرا ٹھانہ رکھو۔ جان لو یہ معمولی

جنگ نہیں، اگر حملہ آور فوج غالب آگئی تو تمہارے اہل و عیال ان کے قبضے میں ہوں گے۔ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرو اور دشمن کو صفحہ ہستی سے مٹا دو۔

شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی شہادت سے قبل جو تقاریر کی تھیں انہوں نے مسلمانوں کے جوش و جذبے کو بہت مہمیز دی۔ مسیلمہ اور اس کے ساتھی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے اور اپنے قلعے کی طرف پسپائی اختیار کی۔ اس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے موقع کو غنیمت جانا اور زوردار حملہ کر کے آگے بڑھے۔ بنو حنیفہ کا ایک بہادر اور ماہر جنگجو محکم بن طفیل بھی مسیلمہ کے بیٹے شرحبیل کے طرح اپنی قوم کو غیرت دلا رہا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر نشانہ باندھ کر تیر چلایا جو اس کی گردن میں جا لگا اور اسی سے وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ اب مسلمانوں کی ہمت بڑھ گئی اور انہوں نے زوردار حملہ کر دیا۔ تاہم لڑائی کی کیفیت اس وقت تک ایسی تھی کہ ابھی یہ کہنا مشکل تھا کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

حدیقتہ الشیطان

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک جنگی تدبیر سوچھی۔ انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ اپنے نشان کے تحت دشمن سے لڑے۔ اس کا بہت اچھا اور مثبت نتیجہ نکلا۔ چنانچہ مسیلمہ اور اس کے ساتھی مسلسل پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے قلعہ ”حدیقتہ الرحمن“ میں داخل ہو گئے اور اندر سے چار دیواری کے تمام دروازے بند کر دیے۔ شیطان کے حربے بڑے خطرناک ہوتے ہیں، مگر اللہ فرماتا ہے کہ شیطان کی چالیں بودی اور ضعیف ہوتی ہیں۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا۔ (النساء ۷۶:۴)۔ یقین جانو کہ شیطان کی چالیں حقیقت میں نہایت کمزور ہیں۔ شیطان نے مسیلمہ کو پٹی پڑھائی کہ اپنے باغ اور قلعے کو رحمن کے نام سے منسوب کر دو، حالانکہ یہ حدیقتہ الرحمن نہیں بلکہ حدیقتہ الشیطان تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ دشمن کا تعاقب کرو چنانچہ بہت سارے مرتدین قلعہ سے باہر رہ گئے جن میں سے بیش تر تہ تیغ ہو گئے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ قلعے کے اندر کیسے جایا جائے؟ اس مشکل کو بھی اللہ نے آسان کر دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ بڑے جنگجو تھے اور ان پر کبھی کبھار ایسی کیفیت آتی تھی کہ جیسے لرزہ طاری ہو گیا ہو۔ اس کے بعد وہ شیر کی طرح دشمن پر جھپٹتے تھے۔ اس لڑائی میں بھی ان پر یہ کیفیت طاری ہوئی اور انھوں نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر باغ [حدیقہ، قلعہ] کے اندر کسی طرح پھینک دو۔ ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کیونکہ آپ دشمن کے قابو میں آ جائیں گے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے انھیں قسم دے کر کہا: مجھے باغ میں اتار دو۔ آخر مسلمانوں نے ان کو دیوار پر چڑھا دیا اور وہ قلعے کے اندر کود پڑے۔ بے شمار مرتدین ان پر ٹوٹ پڑے۔ وہ لڑتے بھڑتے قلعے کے پھاٹک تک پہنچ گئے اور اس کو کھول دیا۔

پھاٹک کھلتے ہی اسلامی لشکر جو باہر کھڑا تھا باغ کے اندر داخل ہو گیا اور فریقین میں خون ریز جنگ ہونے لگی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو لکار کر کہا: مسلمانوں ثابت قدم رہو، بس تمہارے ایک اور ہلے کی دیر ہے کہ دشمن تباہ ہو جائے گا۔ اس لکار پر مسلمانوں نے اس قیامت کا حملہ کیا کہ مرتدین کے قدم اکھڑ گئے۔ مسیلمہ بھاگنے لگا تو اس کے ساتھیوں نے کہا: تیرا وعدہ کیا ہوا جو خدا نے تیرے قول کے مطابق تجھ سے کیا تھا؟ اس نے کہا: یہ موقع ان باتوں کا نہیں ہے، اپنی جان اور اپنا ننگ و ناموس بچانا ہے تو بچالو۔

مسیلمہ کذاب کا انجام

اس وقت اس کذاب پر دو حربے ایک ساتھ پڑے۔ ایک حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ (قاتل حمزہ) نے پھینکا اور دوسرا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ نے جن کے بھائی حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو کچھ عرصہ پہلے مسیلمہ نے نہایت سفاکی سے شہید کر ڈالا تھا۔ (ان کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔) ان کی بہادر والدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں اور مسیلمہ کو تباہ کرنے کے علاوہ اپنے مظلوم بیٹے کا اس سے بدلہ لینے کی خاطر میدان جنگ میں آئی تھیں۔ یہ حربے پڑتے ہی مسیلمہ ہلاک ہو گیا اور مرتدین حواس باختہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس لڑائی میں مرتدین کے دس ہزار آدمی مارے گئے۔ جس جگہ وہ قتل ہوئے اس کا نام

حدیقتہ الرحمن کی بجائے حدیقتہ الموت مشہور ہو گیا۔ مسلمان شہدا کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ان میں تین سو سابقون الاولون انصار و مہاجرین تھے جبکہ مجموعی طور پر سات سو کلام اللہ کے حفاظ تھے۔

بنو حنیفہ کے جن مرتدین نے توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کر لیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف کر دیا اور پھر ایک قاصد کو فتح کی خوش خبری دے کر بنو حنیفہ کے ایک وفد کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وفد کے اراکین سے فرمایا: افسوس تمہارے حال پر، تم کس طرح مسیلمہ کذاب کے دام فریب میں پھنس گئے؟ انہوں نے ندامت کا اظہار کیا اور معافی کی التجا کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس کی تعلیم کیا تھی؟ انہوں نے عرض کیا: اس کی خورد ساختہ وحی کا نمونہ یہ ہے:

بے سرو پا کلام

يَا ضَفْدَعُ بِنْتِ الضَّفَدَعِيْنَ، نَقِيٌّ كَمْ تَنْقِيْنَ، لَا الْمَاءَ تَكْدِرِيْنَ، وَلَا الشَّارِبَ تَمْنَعِيْنَ، رَأْسُكَ فِي الْمَاءِ وَ ذَنْبُكَ فِي الطَّيْنِ۔ اے مینڈکی تو ایک مینڈک اور ایک مینڈکی کی بیٹی ہے۔ تو پاک صاف ہے، اتنی پاک کہ نہ تو پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ ہی پینے والوں کو روکتی ہے۔ تیرا سر پانی کے اندر ہوتا ہے اور تیری دم مٹی میں۔

اس کلام کو وحی ماننے والے کتنے بے وقوف تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ انسان کا نفس اسے

دھوکے میں ڈال دے تو بڑے بڑوں کی عقل ماری جاتی ہے۔ اس کلام میں عربی زبان کے لحاظ سے جو سقم ہے اسے اہل زبان خوب جانتے ہیں۔ اسی لیے اس کی زبان سے ایسی ہنویات و لغویات سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تھا کہ تیرے اس کلام کو وحی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ یہ تو کسی دیوانے منجھوٹا لہو اس کا لغو کلام ہی ہو سکتا ہے اور یقیناً تو جھوٹا ہے۔

اعجاز قرآنی اور ہدیان شیطانی

جہاں تک اس جھوٹے کلام کے مفہوم کا تعلق ہے تو ذرا غور کیجیے کہ مینڈک کی دم کہاں ہوتی

ہے۔ اس کے پاس جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے دور جاہلیت میں سفر کے دوران رکے تو اس نے پوچھا: مَاذَا أَنْزَلَ عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ فِي هَذَا الْحِينِ۔ آج کل تمہارے صاحب پر کیا تازہ چیز نازل ہوئی ہے؟ تو انہوں نے کہا: لقد انزل عليه سورة وجيزة بليغة۔ اس پر ایک مختصر ترین سورت نازل ہوئی ہے جو جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس نے پوچھا: یہ کون سی ہے؟ تو آپ نے کہا: وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ (العصر ۱۰۳: ۱-۳) زمانے کی قسم، انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

یہ سن کر مسلمہ نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر خاموش رہا اور یہ تاثر دیا کہ اس پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی ہے، پھر سر اٹھایا اور کہا کہ ابھی ابھی میرے اوپر بھی ویسی ہی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے: يَا وَبْرُ، يَا وَبْرُ، إِنَّمَا أَنْتَ أُذُنَانِ وَصَدْرٌ وَسَائِرُكَ حَقْرٌ نَقْرٌ۔ اے پشم دار خرگوش، اے پشم دار خرگوش! تو محض دوکان اور ایک سینہ ہی ہے اور باقی سارا تیرا جسم حقیر اور کجھور کی گٹھلی کے سوراخ کی ماند ہے۔

پھر اس نے پوچھا: عمرو! تمہارا اس سورت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ بے معنی، بے جوڑ اور فضول کلام سن کر انہوں نے کہا: خدا کی قسم تو خوب جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹے ہونے کا یقین ہے اور جو کچھ تم نے گھڑا ہے یہ ایک لغو کلام سے زیادہ کچھ نہیں۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۲۰)

خليفة رسول کا جامع تبصرہ

اس کے کلام کا ایک اور نمونہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بنو حنیفہ کے ان لوگوں نے پیش کیا جو مسلمہ کذاب کی شکست اور قتل کے بعد تائب ہو کر مسلمان ہو گئے تھے، یہ ہے: لَنَا نِصْفُ الْأَرْضِ وَلِقْرِيشِ نِصْفٌ وَلَكِنْ قَرِيْشًا قَوْمٌ يَعْتَدُونَ۔ آدھا ملک ہمارا اور آدھا قریش کا

ہے، لیکن قریش زیادتی کرنے والی قوم ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ خرافات سن کر فرمایا: سبحان اللہ! تمہارے حال پر افسوس، یہ کلام جس کو کلامِ ربانی سے کوئی نسبت ہی نہیں، تم کو کہاں کھینچ لے گیا۔ یہ وفد مدینہ منورہ سے چلنے لگا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ اب ہمیشہ اسلام پر قائم رہنا اور ایسے کام کرنا جن سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں اور تمہارے اس عظیم جرم کا کفارہ اور تلافی ہو سکے۔

جنگ یمامہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یمامہ کی ایک وادی الوبر میں مقیم ہو گئے۔ اسی اثنا میں ملک کے دوسرے حصوں میں بھی مرتدین بری طرح کچل دیے گئے تھے اور فتنہ ارتداد کا مکمل استیصال ہو چکا تھا۔ جنگ یمامہ کے سال وقوع کے بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے ۱۱ھ لکھا ہے اور کسی نے ۱۲ھ، لیکن مختلف روایتوں کا بنظرِ غائر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ ۱۱ھ کے آخر میں ہوئی۔ یہی امام ابن کثیر کی رائے ہے، ہو سکتا ہے اسی جنگ کے دوران نیا سال ہجری شروع ہو گیا ہو۔



جھوٹا مدعی نبوت ذوالتاج

خود ساختہ تاجدار

ایک جھوٹے مدعی نبوت کا تذکرہ مورخین نے کیا ہے جو زیادہ معروف تو نہیں ہوا، مگر اس کا فتنہ بھی ایک علاقے کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لینے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ شخص بنو ازد سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا نام لقیظ بن مالک تھا، مگر اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہونے کے بعد اس نے اپنے آپ کو خود ہی ذوالتاج کا خطاب دیا اور باقاعدہ تاج پہننا شروع بھی کر دیا۔ اس نے اپنے ساتھ فتنہ پرداز لوگوں کو شامل کر کے عمان کے علاقے پر حملہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقے پر قابض ہو گیا۔

عیسائیت، مجوسیت سے اسلام کی جانب

عمان قدیم تاریخی علاقہ ہے۔ آج بھی اس کے محل وقوع کی وجہ سے اس کی خاصی اہمیت ہے۔ یہ بحیرہ عرب کے ساحل پر بحرین سے متصل واقع ہے۔ آغاز اسلام میں عمان میں ایک شاہی خاندان حکمران تھا جہاں دو بھائی جعفر اور عبید (ان کا نام عبد بن جلدی بھی بیان ہوا ہے) حکومت کرتے تھے۔ ان کے والد جلدی عیسائی ہو گئے تھے اسی لیے اپنے بیٹے کا نام جعفر سے جعفر رکھ دیا تھا۔ جلدی کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا جعفر حکمران بنا، مگر اپنے بھائی عبید کو امور مملکت میں پوری طرح اپنے ساتھ شریک رکھتا تھا۔ ایرانیوں کے زیر اثر یہ دونوں بھائی عیسائیت چھوڑ کر مجوسی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب بدست حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھیجا تھا۔ خط ملنے کے بعد ان دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کی رعایا بھی تقریباً مکمل طور پر داخل اسلام ہو گئی۔ ہم نے اس مکتوب نبوی اور اس کے جواب میں ان حکمرانوں کے قبول اسلام کا تذکرہ اس کتاب کی جلد سوم صفحہ ۲۵۲ تا ۲۵۷ میں کیا ہے۔

لشکر اسلام کی تشکیل اور معرکہ

لقیط بن مالک کے عمان پر قبضے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ واپس بلا لیا جبکہ ان پر آشوب حالات میں بھی عمان کے دونوں شہزادے اپنے اسلام پر قائم رہے، مگر حالات کی نزاکت کو حکمت کے تحت دیکھتے ہوئے پیمانوں میں چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کا قلع قمع کرنے کے لیے حضرت حذیفہ بن محسن رضی اللہ عنہ کو عمان کی طرف بھیجا۔ عمان سے ملحقہ علاقہ مہرہ کہلاتا تھا، وہاں بھی ارتداد پھیل گیا۔ اس کی طرف بھی اسی وقت حضرت عرفجہ بن ہرثمہ رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا گیا۔ دونوں کے ذمے یہ کام لگا کہ پہلے عمان جائیں اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد مہرہ کی طرف رخ کریں۔ اس عرصے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یمامہ میں مقیم تھے۔ انھیں بھی دربار خلافت سے حکم ملا کہ وہ اپنے ان دونوں بھائیوں سے جا ملیں اور ان کی مدد کریں۔ چنانچہ یہ لشکر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

جنگی ترتیب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ انھیں جعفر اور عبید کی اسلام سے وفاداری اور فتنے کے دوران قربانیوں کا اعتراف تھا۔ انھوں نے اپنے سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ عمان پہنچ کر ان دونوں بھائیوں کو اپنے ساتھ ملا لینا اور ہر کام ان کے مشورے سے کرنا۔ اسی دوران حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے۔ جعفر اور عبید کو پیغام ملا تو وہ بھی آ کر اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ اب میدان جنگ کی صورت یوں تھی کہ مرتدین بلندی پر مقیم تھے اور مسلمان نسبتاً نشیبی علاقے میں خیمہ زن تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کی ترتیب یوں قائم کی کہ ہراول دستے کی کمان حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ لشکر کے درمیان میں قیادت کی ذمہ داری جعفر کو سونپی اور میسرہ پر حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ خود لشکر کے دائیں جانب یعنی سینہ کی کمان سنبالی۔ یہ جنگ بڑی فیصلہ کن ثابت ہوئی، مگر مسلمانوں کو خاصی مزاحمت کے بعد کامیابی ملی۔

غیبی مدد

مسلمانوں نے جب دشمن پر حملہ کیا تو مرتدین کے قدم شرمیلے میں اکھڑ گئے۔ لقیط بڑا بہادر اور

ماہر جنگ جو تھا، وہ ایک برق رفتار عربی گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے ایک ہاتھ میں جھنڈا بلند کیا اور دوسرے میں نیزہ لہراتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ مرتدین کا جوابی حملہ اتنا سخت تھا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس موقع پر مرتدین کے حوصلے بہت بڑھ گئے، مگر مسلمانوں نے راہ فرار اختیار نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی غیبی مدد فرمائی جس کا انھیں خواب و خیال بھی نہیں تھا۔ دو قبائل بنو ناجیہ اور بنو عبد القیس کے مخلص مسلمانوں کو اس معرکے کی خبر ملی تو وہ پھرتی سے اپنے گھروں سے نکلے اور ان کے مسلح دستے مسلمانوں کی پشت پر آ پہنچے۔ ان دستوں کی آمد اور نعرہ ہائے تکبیر سے جہاں مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے وہیں مرتدین کی ہوا بھی اکھڑ گئی۔ بعض روایات کے مطابق لقیط بن مالک، ذوالتاج اس جنگ میں مارا گیا۔ فتنہ ارتداد کی جنگوں میں سب سے زیادہ مرتدین اسی جنگ میں قتل ہوئے، جن کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ جو لوگ گرفتار کیے گئے ان کی تعداد بھی چار ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اس کے علاوہ مالِ غنیمت بھی بڑی مقدار میں حاصل ہوا۔

مرد میدان اور صاحبِ علم و عرفان

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خمس حضرت عرفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مدینہ روانہ کر دیا جبکہ باقی مالِ غنیمت فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔ اب عمان مکمل طور پر ہر فتنے سے پاک صاف ہو گیا تھا۔ مدینہ میں حضرت عرفہ رضی اللہ عنہ کی آمد اہل مدینہ کے لیے خوشیوں کی نوید بھی تھی اور مشکل معاشی حالات میں بیت المال میں اچھی خاصی رقم کا اضافہ بھی خیر و برکت کا باعث بنا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کچھ عرصے کے لیے عمان میں مقیم رہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو مہرہ کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جس طرح ماہر جنگ جو، تجربہ کار سپہ سالار اور مرد میدان تھے، اسی طرح صاحبِ علم و عرفان بھی تھے۔ انھوں نے یہاں قیام کے دوران لوگوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس کے نتیجے میں عمان علم و عرفان کا مرکز بن گیا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولى، ص ۱۳۲۲-۱۳۲۳، سیرت ابو بکر، محمد حسین ہیکل، ص ۲۵۵-۲۵۸)



قصیدہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

== [چند اشعار] ==

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنٌ
خُلِقَتْ مَبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
عَدِمْنَا حَيْلَنَا، إِنْ لَمْ تَرَوْهَا
يُبَارِينِ الْأَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ
تَظُلُّ جِيَادَنَا مُتَمَطِّرَاتٍ
فِيمَا تُعْرِضُونَ عَنَّا إِعْتَمَرْنَا
وَالَا فَاصْبِرُوا لِجَلَادِ يَوْمٍ
وَجَبْرِيْلُ أَمِينُ اللَّهِ فِينَا
وَقَالَ اللَّهُ: قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا
شَهِدْتُ بِهِ، فَقَوْمُوا صِدْقُوهُ!
وَقَالَ اللَّهُ: قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا
لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدٍ
فَنُحِكُمْ بِالْقَوَائِي مَنْ هَجَانَا
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا، فَأَجَبْتُ عَنْهُ
أَتَهْجُوهُ، وَ لَسْتُ لَهُ بِكُفْيٍ
فَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللَّهِ مِنْكُمْ
فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَةَ وَعِزِّي

وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
تُثِيرُ النَّقْعَ مَوْعِدَهَا كَدَاءُ
عَلَى أَكْتَفِهَا الْأَسْلُ الظِّمَاءُ
تَلْطِهُنَّ بِالْخَبْرِ النِّسَاءُ
وَكَانَ الْفَتْحُ، وَأَنْكَشَفَ الْغَطَاءُ
يُعِزُّ اللَّهُ فِيهِ مَنْ يَشَاءُ
وَرُوحُ الْقُدْسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ
يَقُولُ الْحَقُّ إِنْ نَفَعَ الْبِلَاءُ
فَقُلْتُمْ: لَأَنْقُومَ وَلَا نَشَاءُ
هُمُ الْأَنْصَارُ، عُرْضَتْهَا اللَّقَاءُ
سَبَابٌ، أَوْ قِتَالٌ، أَوْ هِجَاءُ
وَنَضْرِبُ حِينَ تَمْتَلِطُ الدِّمَاءُ
وَإِنَّمَا اللَّهُ فِي ذَلِكَ الْجَزَاءُ
فَشَرُّكُمْ لِيَخِيرَ كَمَا الْفِدَاءُ
وَيَمْدَحُهُ، وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ

- ✽ آپ سے زیادہ حسین (انسان) کسی بھی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ صاحب جمال آج تک کسی ماں نے جنا ہے نہ کبھی جنے گی۔
- ✽ اے نبی! آپ ہر عیب سے پاک ہیں، جیسے آپ اپنی چاہت کے عین مطابق پیدا کیے گئے ہوں۔
- ✽ (اے دشمنان اسلام!) اگر تمہیں ہمارے گھوڑے نظر نہ آئیں تو دھوکے میں نہ رہنا۔ دراصل وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں اور ان کی منزل مرجھائی ہوئی (پینیل) زمین ہے۔
- ✽ وہ اتنے تیز دوڑتے ہیں کہ اپنی لگاموں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ان کے کندھوں پر ایسے (تیر انداز بیٹھے ہیں) کہ ان کی تیر (دشمن کے خون کے) پیاسے ہیں۔

ہمارے گھوڑے مسلسل جھپٹتے پلٹتے ہیں (اور ان کے مقابلے میں دشمن اور ان کی تلوار کی حالت یہ ہے جیسے) عورتیں دوپٹوں سے مارتی ہیں۔

یا تو تم پیچھے بھاگ جاؤ تا کہ ہم عمرہ کریں، فتح ہمارا مقدر ہو اور تمہارے سامنے بھی حقیقت حال واضح ہو جائے۔

ورنہ پھر ٹھہرو اس دن کے انتقام کے لیے جب اللہ تعالیٰ جسے چاہے گاعرت عطا فرمائے گا۔ ہمارے درمیان جبریل امین ہیں جو اللہ کے راز دان ہیں اور وہ روح القدس ہیں جن کا کوئی جوڑ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنا بندہ تمہاری طرف بھیجا ہے جو حق بات کرتا ہے۔ بشرطیکہ تم آزمائش کے لیے تیار ہو جاؤ (جو تمہیں نفع پہنچائے۔

میں اس نبی کی (صداقت کی) گواہی دیتا ہوں، اٹھو اور تم بھی اس کی تصدیق کرو۔ مگر تمہارا جواب یہ ہے کہ ہم نہ اٹھیں گے اور نہ (اس کی تصدیق کرنا) چاہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے (اس نبی کو) ایک لشکر مہیا کیا ہے، یعنی انصار جن کا انعام (روز آخرت کی) ملاقات ہے۔

بمیں ہر روز قبیلہ معد سے گالم گلوچ، لڑائی، جھگڑے اور بھگوگئی کا سامنا رہتا ہے۔ ہم اپنی بھوکا جواب قافیہ بندی سے دیتے ہیں اور جب خون خرابہ ہوتا ہے (یعنی جنگ میں) ہم ان کی پٹائی کرتے ہیں۔

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوکی ہے! میں ان کی طرف سے جواب کے لیے حاضر ہوں۔ اس میں اللہ کی طرف سے مجھے اجر ملے گا۔

تو نے آپ کی بھوکی ہے، حالانکہ آپ کے مقابلے میں تیری کوئی حیثیت نہیں۔ تم دونوں میں جو بدتر ہے وہ اپنے سے برتر پر قربان ہے۔

تم میں سے کوئی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوکے یا مدح سرائی اور تعاون، تو اس سے (ان کی شان میں) کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(اس لیے کہ) میرے باپ، دادا اور میری عرت و ناموس، ناموس مصطفیٰ کے دفاع کے لیے وقف ہے۔



گا اور نہ ہی اس سے کلام کروں گا۔ میں اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر بیت اللہ میں جاتا، مجھے ڈر تھا کہ اس کا جادو میرے سر بھی نہ چڑھ جائے۔ ایک صبح میں مسجد میں آیا تو کعبہ شریف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں کھڑے دیکھا۔ میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ کی زبان سے کچھ کلام میں نے سن لیا۔ یہ بہت اچھا کلام تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: میری ماں مجھے روئے، میں نے یہ کیا طرز عمل اختیار کر رکھا ہے۔ بخدا میں عقل مند بھی ہوں، شاعر بھی۔ اتھے بھلے میں خوب تمیز کر سکتا ہوں، پھر اس شخص کا کلام سننے میں کیا چیز مانع ہے؟ مجھے اس کا کلام سننا چاہیے۔ اگر اچھی بات ہوگی تو قبول کر لوں گا بری بات ہوگی تو رد کر دوں گا۔

کا شائستہ نبوی پر حاضری

طیثیل مزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر گھر کی جانب چلے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہوا۔ آپ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ میں نے دستک دی اور میں بھی اندر چلا گیا۔ میں نے کہا: اے محمد آپ کی قوم نے آپ کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ انھوں نے اتنا پر ایگنڈا کیا کہ میں اس سے متاثر ہو گیا۔ اس خوف سے کہ آپ کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑ جائے، میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی مگر اللہ کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سن لوں۔ چنانچہ میں نے آپ کا کلام سنا اور اسے اچھا پایا۔ پس آپ اپنی دعوت کا تعارف کرائیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی، خدا کی قسم میں نے زندگی میں اس سے بہتر بات نہ سنی تھی اور نہ اس سے زیادہ انصاف و عدل سے بھرپور کلام مجھ تک پہنچا تھا۔

دعاے پیغمبری

طیثیل کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر آئیدہ کے لیے شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دینے کا عہد کر لیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں اپنی قوم میں محترم و معزز ہوں اور میری بات سبھی مانتے ہیں۔ اب میں اپنی قوم کے پاس واپس جا رہا ہوں تو انہیں

جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

رسولِ رحمت ﷺ

تلواروں کے سائے میں
(جلد پنجم)

دار المعرفۃ اسلامیہ



دار المعرفۃ اسلامیہ